قلوپطرہ

از

الماس ایم اے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

قلوپطرہ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

قلوپطرہ

پراسرار سرزمین مصر کی وہ پراسرار ملکہ جس کی قیامت خیز جوانی نے سلطنت روما کے دو عظیم جرنیلوں کو خاک و خون میں آلودہ کر کے ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ قلوپطرہ کو قدرت نے حسن کی تمام رعنائیوں سے نوازا تھا مگر اس نے اپنے حسن و جمال کی اس انداز سے قیمت وصول کی کہ وہ خود بھی نیلامی کی سولی پر چڑھ گئی۔

ایک دل فریب، دل نواز اور حیرت انگیز تاریخی رومانی ناول جسے آپ کے محبوب ناول نگار الماس ایم۔ اے نے اپنی قلم کاری سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

محمد علی قریشی

قلو پطرہ مصر کی پر اسرار زمین کے ۳۰ تیسویں خاندان کی آخری حسین و ذہین حکمراں تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم اہل مصر' حام بن نوح کے بیٹے مصرایم کی اولاد سے ہے۔ اسی نسبت سے اس علاقہ کا نام مصر رکھا گیا تھا۔ مصری تمدن کا آغاز ۵۰۰۴ ق ۔ م سے شروع ہوتا ہے۔ مصری بادشاہوں کے جو فراعنہ مصر کہلاتے ہیں' پہلے دس خاندان شہر منفس میں ایک ہزار سال تک حکمرانی کرتے رہے۔

پھر ۴۰۰۰ ق ۔ م میں حکومت شہر "طب" میں منتقل ہو گئی۔ اس وقت تمام معاہم دنیا میں صرف آٹھ حکومتیں تھیں۔ ان کے نام کریٹ' ہیٹا' بابل' ایران' ہند' ہنس' چین اور مصر تھے۔ ان حکومتوں میں مصر سب سے بڑی حکومت تھی۔ کیونکہ صرف مصر کا رقبہ ۴۵ فیصد تھا اور بقیہ ۵۵ فیصد پر باقی سات حکومتیں قائم تھیں۔ اس سے مصری حکومت کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصر کے پہلے اکتیس خاندان جن کے بادشاہوں (فرعونوں) کی تعداد ۲۷۰ تھی خالص مصری تھے انہوں نے ۳۲۳ ق۔ م تک حکومت کی پھر مصر پر سکندر اعظم نے قبضہ کر لیا۔ اسکندریہ کا شہر سکندر اعظم ہی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ سکندر اعظم غیر ملکی یعنی یونانی تھا اس لئے مصر میں ایک غیر ملکی بادشاہت قائم ہو گئی۔ مصر کی اس بدیسی بادشاہت کا مورث اعلیٰ بطلیموس تھا۔

بطلیموس پہلے بابل کا گورنر تھا لیکن سکندر اعظم کے مرنے کے بعد بطلیموس نے مصر پر حملہ کر کے وہاں کے گورنر کو مار بھگایا اور خود وہاں کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس طرح مصر پر ۳۰ تیسواں حکمراں خاندان بطلیموس کا تھا اور پری چہرہ قلو پطرہ خاندان

بطلیموس کی تیرھویں اور آخری حکمراں تھی۔

یہ اڑتالیس قبل مسیح (ق ۔ م) کا زمانہ تھا اور یورپ کی عظیم الشان سلطنت روما جسے رومتہ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ سلطنت پر پومپی اعظم قابض تھا لیکن اس کا مقد مقابل جنرل جولیس سیزر بھی طاقت میں کم نہ تھا اور اب اس کا ارادہ روم کی طرف بڑھنا تھا۔

روم کے مرد آہن پومپی اعظم کی فوجیں کئی مقامات پر شکست کھا چکی تھیں اس لیے اب وہ خود ایک عظیم لشکر کے ساتھ جولیس سیزر کو سزا دینے کے لیے روم سے نکلا تھا آخر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا فارسیلیا کے مقام پر ہوا اور اس خونی میدان میں جولیس سیزر نے جنرل پومپی کو ایک زبردست شکست فاش سے دوچار کیا اور اسے میدان سے بھاگنا پڑا۔ بھاگتے وقت جنرل پومپی کے بحری جہاز کا رخ مصر کے دارالسلطنت اسکندریہ کی طرف تھا۔

سلطنت مصر اگرچہ سلطنت روما کے ماتحت نہ تھی مگر دونوں سلطنتوں میں گہرے تعلقات تھے۔ یہ تعلقات جنرل پومپی کے زمانہ میں اور زیادہ ہو گئے تھے۔ سلطنت مصر تمام اہم مواقع پر اور اپنے جھگڑوں کو نپٹانے کے لیے سلطنت روما سے مدد اور مشورے حاصل کرتی رہتی تھی۔ خاص طور پر جنرل پومپی کے مصر پر بہت احسانات تھے۔

چنانچہ جب جنرل پومپی نے میدان فارسیلیا میں جولیس سیزر سے شکست کھائی اور اسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا تو اس نے فوراً مصر کا رخ کیا تاکہ وہاں پناہ حاصل کر سکے اور دوبارہ فوجیں جمع کر کے جولیس سیزر سے دوبارہ طاقت آزمائی کر سکے۔

جنرل پومپی نے مصر میں پناہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ اس میں حق بجانب تھا اس لیے وہ ہمیشہ مصر پر احسانات کرتا رہا تھا اور اسے کامل امید تھی کہ اس کے صلہ میں سلطنت مصر نہ صرف اسے پناہ دے گی بلکہ فوجی مدد کی بھی پیش کرے گی لیکن سلطنت مصر کے حالات ان دنوں کسی اور ڈگر پر چل رہے تھے۔

مصری بادشاہت میں ایک پرانی رسم یہ تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد سب سے بڑی بیٹی تخت و تاج کی مالک ہوتی تھی۔ بیٹا اس حق سے محروم ہوتا تھا۔ شہزادہ

حکومت میں اسی وقت شریک ہو سکتا تھا جب وہ حکمراں شہزادی سے شادی کرے اور اس کے نام پر کاروبار حکومت سنبھالے۔ سلطنت مصر میں بہن بھائی کی شادی کوئی معیوب فعل نہ سمجھا جاتا تھا۔

بطلیموس خاندان کے تیرہویں بادشاہ کا انتقال تین سال قبل ہوا تھا۔ چنانچہ دستور کے مطابق شہزادی قلوپطرہ جو بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی تخت و تاج کی مالک ہوئی لیکن ملکہ قلوپطرہ نے دو ہی سال حکومت کی تھی کہ اس کے چھوٹے بھائی نے اپنے مشیروں کے بہکانے پر ملکہ کے خلاف بغاوت کر دی اور ملکہ کو مصر چھوڑ کے ملک شام بھاگنا پڑا۔

جس وقت پومپی اعظم پناہ لینے مصر پہنچا اس وقت مصر پر ملکہ قلوپطرہ کا تیرہ سالہ بھائی بطلیموس چودہ کے نام سے حکمراں تھا۔ یہ کمسن اور نادان بادشاہ اپنے تین مشیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ بطلیموس کا پہلا مشیر پوتھی نوس تھا۔ یہ شخص دراصل تھا تو خواجہ سرا مگر بطلیموس کو متاثر کر کے سلطنت مصر کا وزیراعظم بن گیا تھا۔ اس کا دوسرا مشیر اس کا اتالیق تھیوڈوٹس تھا۔ یہ اگرچہ فلسفیانہ دل و دماغ کا مالک تھا مگر اسے غصہ بہت جلد آجاتا تھا۔

بطلیموس چودہ کا تیسرا مشیر سلطنت مصر کے لشکر کا سپہ سالار ایکیلاس تھا۔ اس کا دماغ جنگی چالوں سے زیادہ سازشوں میں الجھا رہتا تھا۔ انہی تینوں مشیروں نے بطلیموس کو بہکا کر اسے بہن کے خلاف کیا پھر اسے اس قدر پریشان کیا کہ اسے مصر چھوڑ کر شام بھاگنا پڑا۔

بطلیموس خاندان نے اپنا دارالسلطنت اسکندریہ کو بنایا تھا۔ اسکندریہ بحر روم پر ایک بڑا اور خوبصورت بندرگاہ ہے۔ شاہی محل جس میں ان دنوں بطلیموس چودہ کا قیام تھا وہ سمندر کے کنارے ہی واقع تھا۔ شاہی افواج کے لیے اس شہر میں ایک بڑی چھاؤنی تھی۔ بطلیموس اور اس کے مشیروں نے اگرچہ قلوپطرہ کو ملک بدر ہونے پر مجبور کر دیا تھا مگر وہ پھر بھی مطمئن نہ تھے اور انہیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ نہ معلوم کب اور کس راستے سے قلوپطرہ مصر واپس آجائے۔

اس خطرے کے پیش نظر بطلیموس کے مشیروں نے اور خاص کر اس کے خواجہ

سرا وزیراعظم پوتھی نوس نے اسکندریہ سے ملک شام تک جاسوسوں کا ایک جال سا پھیلا رکھا تھا جو ملک شام میں قلوپطرہ کی حرکات و سکنات کی پوری تفصیل مصر بھجواتے رہتے تھے۔ قلوپطرہ کے اس قدر دور ہونے کے باوجود بطلیموس اور اس کے مشیروں کا سازشی ٹولہ ہر وقت ہراساں اور دہشت زدہ رہتا تھا۔

بطلیموس اس قدر خوفزدہ تھا کہ وہ شاہی خوابگاہ میں تنہا نہ سوتا تھا۔ اس نے وزیراعظم، اتالیق اور سپہ سالار سے درخواست کی تھی کہ وہ تینوں اس کی خوابگاہ میں اس کے ساتھ سویا کریں۔ سازشی گروہ کی خود بھی یہی خواہش تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ بطلیموس کو ایک لمحہ کے لیے بھی اکیلا چھوڑا جائے چنانچہ اس کے تینوں مشیر چوبیس گھنٹے اس کے اردگرد منڈلاتے رہتے تھے۔

اسی سال یعنی ۴۸ ق م کی ایک صبح جب یہ چاروں ناشتہ کر رہے تھے اور ان کی خوفزدہ نظریں بحر روم کی پر سکون سطح پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک پوتھی نوس چیخ کے بولا۔

"دیکھو--- دیکھو--- وہ دیکھو۔ دائیں طرف سیڑھیوں کے قریب ایک کشتی آکر ٹھہری ہے"۔

سب لوگ گھبرا کے کھڑے ہو گئے اور محل کی بڑی کھڑکی سے سیڑھیوں کی طرف دیکھنے لگے جو محل کے بڑے دروازے سے سطح آب تک جاتی تھیں۔

"یہ ہمارا جاسوس معلوم ہوتا ہے"۔ پوتھی نوس نے خود ہی تبصرہ کیا۔

"ہمارا بھی یہی خیال ہے"۔ بطلیموس نے تائید کی۔

"مگر اس کا لباس مصری نہیں ہے" تھیوڈوٹس نے تیوریاں چڑھا کے کہا۔

سپہ سالار اکیلاس اور تھیوڈوٹس ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف رہتے تھے مگر اس وقت اکیلاس نے حیرت انگیز طور پر تھیوڈوٹس سے اتفاق کیا۔

"محترم تھیوڈوٹس کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ آنے والے کا لباس واقعی غیر ملکی معلوم ہوتا ہے"۔

بطلیموس نہایت توجہ سے آنے والے کو دیکھ رہا تھا جو اب کشتی سے اتر کر سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اس نے کشتی اور سیڑھیوں سے نظر ہٹا کر اکیلاس سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں سپہ سالار اکیلاس اور اپنے استاد محترم کی بات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں وزیراعظم پوتھی نوس کا اندازہ ٹھیک ہے۔ آنے والا ہمارا جاسوس ہی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی غیر ملکی ہوتا تو اسے محل کی سیڑھیوں تک تنہا نہ آنے دیا جاتا۔ اس کے ساتھ ہماری بحری فوج کی کوئی کشتی یا افسر یا جوان ضرور ہوتا"۔

وزیراعظم پوتھی نوس کی باچھیں کھل گئیں۔ اتالیق اور سپہ سالار کا منہ لٹک گیا۔ سازشیوں کا یہ تین کا گروہ صرف اس بات پر متفق تھا کہ قلوپطرہ کو تخت و تاج سے دور رکھا جائے اس کے علاوہ وہ کسی اور بات پر کبھی اتفاق نہ کرتے تھے بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگے رہتے تھے۔

اسی وقت غلام نے حاضر ہو کر عرض کیا۔

"چودہ نمبر بازیابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

قلوپطرہ کی جاسوسی پر جو جاسوس مقرر کئے گئے تھے ان کا نام بطلیموس چودہ کے نام پر نمبر چودہ رکھا گیا تھا۔ نمبر چودہ کا نام سن کر بطلیموس اور پوتھی نوس نے مسکرا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔ باقی دونوں مشیروں کی جھکی ہوئی نظریں کچھ اور جھک گئیں۔

"اجازت ہے"۔ کمسن بطلیموس نے کہا۔

غلام نے سر جھکا کر سلام پیش کیا پھر الٹے پیروں واپس ہوا اور دوسرے ہی لمحے نمبر چودہ کو ساتھ لئے ہوئے اندر آیا۔ جاسوس کا لباس مصری نہ تھا جاسوس ابھی سلام بھی نہ کر سکا تھا کہ تھیوڈوٹس نے فوراً اعتراض کیا۔

"تم مصری ہو۔ اپنے ملک کا لباس کیوں نہیں پہنتے؟"

سوال براہ راست جاسوس سے کیا گیا تھا اس لئے اس نے اتالیق کو جواب دیا۔

"میں مصری ہوں اور مصری لباس ہی کو پسند کرتا ہوں مگر میں اس زمانہ میں ملک شام میں خدمات انجام دے رہا ہوں اس لیے میں نے اس ملک کا لباس پہنا ہے"۔

"شاباش۔ تم عقلمند ہو۔ ہم خوش ہوئے۔" بطلیموس نے فوراً دخل دے کر جاسوس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ایک لمحے بعد جاسوس سے پوچھا۔

"ہاں۔ بتاؤ کیا خبر لائے ہو؟"

"عالیجاہ۔" جاسوس سنبھل کے بولا۔ "دشمن شہزادی قلوپطرہ نے شامی لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ خشکی کے راستے سے مصر واپس آنے کا ارادہ کر رہی ہے"۔

بطلیموس کی آنکھیں حیرت اور قدرے خوف سے پھیل گئیں۔ اس کے تمام مشیر بھی پریشان ہو گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر پوتھی نوس نے دریافت کیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ قلوپطرہ خشکی ہی کے راستے سے آئے گی؟"

جاسوس نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔

"محترم وزیراعظم۔ جاسوس کی ہر دم یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کوئی غلط خبر نہ پہنچائے مگر چونکہ ہماری اطلاع اندازوں اور دوسروں کی کہی ہوئی باتوں پر منحصر ہوتی ہے اس لیے اس میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے"۔

بطلیموس اس وقت تک اپنے حواس درست کر چکا تھا۔ اس نے سپہ سالار کو مخاطب کیا۔

"کیا خیال ہے آپ کا کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم قلوپطرہ کو مصر میں داخل ہونے سے پہلے ہی روک دیں؟

سپہ سالار ایکیلاس جو اس خبر سے بدحواس ہو گیا تھا، اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی ممکن ہے عالی جاہ لیکن اس کے لیے ہمیں اسکندریہ چھوڑنا پڑے گا؟"۔

بطلیموس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔

"تو کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ ہم دشمن کو مصر میں چپ چاپ داخل ہونے دیں اور اس وقت تک شاہی محل سے چمٹے رہیں جب تک قلوپطرہ اسکندریہ پہنچ کے ہمیں یہاں سے نہیں نکالتی؟"

بطلیموس کی تلخ گفتگو سے تھیوڈوٹس پریشان ہو گیا۔ وہ خود بہت بد دماغ تھا مگر وقت کی نزاکت نے اسے مجبور کیا کہ وہ بطلیموس کو غصہ سے روکے اور تحمل کا سبق

دے۔

تھیوڈوٹس نے کہا۔

"تحمل شاہ محترم تحمل۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ سپہ سالار اس کا ضرور کوئی حل نکالیں گے"۔

سپہ سالار ایکیلاس نے شکر گزار نظروں سے تھیوڈوٹس کو دیکھا۔

"بے شک شاہ معظم کو پریشان نہ ہونا چاہیے۔ میں آج ہی لشکر لے کر رپورٹ سعید کی طرف روانہ ہو جاؤں گا تاکہ قلوپطرہ اپنے ناپاک قدم مصر کی سرزمین پر نہ رکھ سکے"۔

بطلیموس خوش ہو گیا۔

"سپہ سالار تنہا نہیں جائیں گے۔ ہم بھی ان کے ساتھ چلیں گے"۔

پوتھی نوس اور تھیوڈوٹس نے بھی ایک زبان ہو کے کہا۔

"ہم سپہ سالار اور شاہ عالی مقام کے قدموں سے قدم ملا کے چلیں گے۔ اسکندریہ سے ہمیں کیا لینا۔ ہم شاہ کے غلام ہیں۔ شاہ کے ساتھ رہیں گے"۔

شاہ بطلیموس نے اعلان کیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم سب آج ہی اسکندریہ روانہ ہو جائیں گے"۔

شاہ بطلیموس چووہ اسی دن شام کے وقت اپنے بری اور بحری لشکر کے ساتھ پورٹ سعید کی طرف روانہ ہو گیا۔ ملک شام سے مصر آنے والا خشکی کا راستہ پورٹ سعید کے پاس سے گزرتا تھا۔ بندرگاہ کے قریب سلطنت مصر کا ایک مشہور قلعہ پیلوشیم لب ساحل موجود تھا جو دفاعی اعتبار سے کافی مضبوط تھا۔ چنانچہ سپہ سالار ایکیلاس نے شاہ بطلیموس کو پورٹ سعید جانے کے بجائے قلعہ پیلوشیم میں قیام کر کے قلوپطرہ کے مصر پہنچنے کا انتظار کیا جائے۔ سپہ سالار کی اس رائے سے شاہ بطلیموس اور اس کے دونوں مشیروں نے بھی اتفاق کیا۔ اس لیے شاہ اور اس کے مشیر بحری جہاز سے اتر کے قلعہ پہنچ گئے۔

شاہ بطلیموس چونکہ بحری جہاز سے اپنے محافظ دستے اور مشیروں کے ساتھ آیا تھا اس لیے وہ قلعہ پیلوشیم پہلے پہنچ گیا اور اس کا تقریباً تمام لشکر خشکی کے راستے

تین دن بعد پہنچا اور اس نے قلعہ کے اندر اور باہر مورچے بنا لئے۔

مصری لشکر کو پیلوشیم پہنچے مشکل سے دو دن گزرے تھے کہ شاہ بطلیموس کی بڑی بہن قلوپطرہ اپنے لشکر کے ساتھ مصری حدود میں داخل ہو گئی۔ اس کا خیال تھا کہ مصری سرحد پر اسے مصری لشکر کا سامنا کرنا پڑے گا مگر اس نئی جگہ پر شاہ بطلیموس جاسوسی کا معقول انتظام نہ کر سکا اس لیے اسے قلوپطرہ کے مصر میں داخل ہونے کی خبر اس وقت ہوئی جب وہ مصری سرحد کے اندر کئی میل تک پہنچ چکی تھی۔

اس وقت بھی سرکاری جاسوس کے بجائے یہ اطلاع ایک سانڈنی سوار نے شاہ کو پہنچائی۔ سانڈنی سوار جب قلعہ پیلوشیم کے سامنے پہنچا تو اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ سوار اور سواری دونوں گرد و غبار میں اٹے ہوئے تھے سوار جب ناقہ روک کے نیچے اترا تو اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس نے پہریداروں کو بمشکل بتایا۔

"باغی ملکہ کی فوج مصر میں داخل ہو گئی ہے۔ میرے شاہ کو فوراً" بتا دو"۔

پہریداروں نے اونٹنی سوار کو فرحت افزا مشروب پیش کیا اور جب اس کے ذرا حواس درست ہوئے تو اسے سہارے دے کر شاہ بطلیموس کے پاس لے گئے۔ شاہ کو اطلاع مل گئی تھی کہ سرحد سے ایک سانڈنی سوار کوئی اہم خبر لے کے آیا ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہے۔ طبیعت سنبھلتے ہی اسے پیش کیا جائے گا۔

شاہ اور اس کے مشیر اس خبر سے بہت پریشان ہو رہے تھے۔ شاہ بطلیموس کو طویل راہداری میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ مصری وزیراعظم ' اتالیق اور سپہ سالار راہداری کے نیچے کھڑے شاہ کی پریشانی کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کی عقل میں یہ بات نہ آتی تھی کہ باہر جا کر خبر لانے والے کا حال دریافت کرے۔

سانڈنی سوار نے آداب بجا لا کر عرض کیا۔

"عالی جاہ میں سرحدی علاقہ کے ا دیہات کا رہنے والا ہوں۔ پرسوں شام میں نے دیکھا کہ شمال کی طرف سے ایک لشکر گھوڑے بھگاتا ہماری سرحد میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ لشکر سرحد میں داخل ہونے کے بعد وہیں ٹھہر گیا۔ شاید اسے کوئی خطرہ محسوس ہوا۔ میں دریافت کرنے کے لیے لشکر میں گیا تو پتہ چلا کہ ہمارے ملک کی باغی شہزادی قلوپطرہ مصر پر چڑھائی کرنے ملک شام کا لشکر لائی ہے۔ بس میں اسی رات قلعہ

کی طرف چل پڑا تاکہ قلعہ والوں کو اس کی خبر دوں۔ یہاں آ کے معلوم ہوا کہ آنحضرت شاہ مصر قلعہ میں موجود ہیں اس سے مجھے اور زیادہ خوشی ہوئی۔ مجھے عالی جاہ کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس خبر کے بہانے مجھے آپ کا دیدار بھی ہو گیا"۔

شاہ بطلیموس نے سانڈنی سوار کی اس خدمت کے صلہ میں ایک ہیرے کی انگوٹھی اسے تحفہ میں دی اور فرمایا۔

"اس خدمت کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ تم جب تک چاہو قلعہ میں شاہی مہمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہو"۔

پھر شاہ بطلیموس نے وزیراعظم پوتھی نوس کو حکم دیا۔

"جب مسافر واپس جائے تو اسے سواری کے لیے ایک اور سانڈنی یا گھوڑا جو وہ پسند کرے عطا کیا جائے"۔

خبر لانے والا انگوٹھی لے کر خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہو گیا۔

کمسن شاہ بطلیموس کو اپنے سپہ سالار پر سخت غصہ تھا مگر اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"سپہ سالار ا یکیلاس جو خبر یہ سرحدی سوار لایا ہے کیا ہمارے جاسوس یہ خبر ہمیں اس سے بھی پہلے نہیں پہنچا سکتے تھے؟"

سپہ سالار نے کھسیاتے ہوئے کہا۔

"جہاں پناہ میں نے جاسوسوں کو یہاں پہنچتے ہی سرحد پر بھیج دیا تھا۔ میں ان سے باز پرس کروں گا کہ ایسا کیوں ہوا؟"

شاہ کے اتالیق نے فوراً" مشورہ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان جاسوسوں کو معزول کر دیا جائے جو سرحد پر لگائے گئے تھے۔ ان کی جگہ نئے جاسوس مقرر کئے جائیں"۔

شاہ بطلیموس اپنے سپہ سالار کو اور زیادہ بے عزت نہ کرنا چاہتا تھا اس نے اتالیق کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی۔

"یہ آپ کا نہیں سپہ سالار کا درد سر ہے۔ وہ جیسا چاہیں کر سکتے ہیں"۔

اس وقت تو یہ بات ٹل گئی مگر رات کے کھانے پر یہ مسئلہ اس وقت پھر پیش

ہوا جب ایک شاہی جاسوس نے قلعہ پیلوشیم پہنچ کے سانڈنی سوار کی خبر تصدیق کی۔ سپہ سالار نے جاسوس کو بہت برا بھلا کہا کہ اس نے سانڈنی سوار سے پہلے نہ آکر اس کی پوزیشن کو کمزور کیا اور شاہ کو نکتہ چینی کا موقع دیا ہے۔

تمام لوگ کھانا چھوڑ کے جاسوس اور سپہ سالار کی گفتگو دلچسپی سے سن رہے تھے۔ سپہ سالار کی ڈانٹ پھٹکار پر جاسوس نے اپنی صفائی میں کہا۔

"محترم سپہ سالار میرا گھوڑا گر کر زخمی ہو گیا تھا۔ گھوڑا تبدیل کرنے میں مجھے کافی وقت لگ گیا ورنہ میں بہت پہلے پہنچ چکا ہوتا"۔

کھانے کے بعد پھر گفتگو شروع ہوئی۔

سپہ سالار ایکیلاس فطرتاً بزدل تھا۔ سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں تو اس کا دماغ خوب چلتا تھا مگر فنون سپہ گری سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ فوجی مسئلہ کو فوری طور پر حل کرنے سے قاصر تھا اتالیق اور وزیراعظم کی رائے تھی قلعہ پیلوشیم سے آگے بڑھ کر قلوپطرہ پر حملہ کیا جائے تاکہ اس کے تھکے ہوئے لشکر کو زیادہ آرام کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔

مگر سپہ سالار قلعہ چھوڑ کے میدان میں جنگ کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر قلوپطرہ پہلے ہی حملہ میں کامیاب ہو گئی تو اس کی سپہ سالاری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس منصوبے کے تحت کہا۔

"مجھے وزیراعظم اور معزز اتالیق کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے مگر جب تک قلوپطرہ کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو جاتی اس وقت تک میدان میں نکلنا خطرے سے خالی نہیں"۔ اس نکتہ سے بطلیموس کو بھی اتفاق کرنا پڑا۔ اس نے کہا۔

"سپہ سالار ایکیلاس کا تجزیہ درست معلوم ہوتا ہے۔ بہادری اور شجاعت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ دشمن کی طاقت کا اندازہ لگائے بغیر اس پر اندھا دھند حملہ کر دیا جائے۔ ہمیں کسی چالاک جاسوس کو اس کام پر لگانا چاہیے جو جلد سے جلد معلومات حاصل کر کے ہم تک پہنچائے"۔

چنانچہ ایک کے بجائے چار جاسوس قلوپطرہ کے لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے قلعہ پیلوشیم سے اسی رات روانہ کر دیئے گئے۔ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ

دو دن کے اندر دشمن کے لشکر کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کرے۔

وہ رات سب نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ بطلیموس نے تمام رات جاگ کے صبح کی۔ اسکندریہ کے شاہی محل کی طرح قلعہ۔ پیلوشیم کی شاہی خوابگاہ میں بھی بطلیموس کے تینوں مشیر اس کے ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتالیق تھیوڈوٹس تو بستر پر لیٹتے ہی خراٹے لینے لگا۔ وزیراعظم پوتھی نوس کچھ دیر بطلیموس کے ساتھ ساتھ ٹہلتا رہا پھر بستر پر گیا اور نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ سپہ سالار ایکیلاس اس خیال سے بستر پر اسے نیند نہ آ جائے وہ ایک اسٹول پر دیوار کے سہارے بیٹھ گیا وہ بھی ٹیک لگائے لگائے سو گیا تھا مگر بطلیموس کو یہ اطمینان رہا کہ اس کا سپہ سالار اس مصیبت کے وقت اس کا ساتھ دے رہا ہے۔

بادشاہت میں تخت یا تختہ دو ہی باتیں ہوتی ہیں۔ بطلیموس چہاردہم کے نادان مشیروں نے اسے قلوپطرہ سے لڑا کر مصر کا بادشاہ تو بنا دیا تھا مگر اب یہ بادشاہت اسے راس نہ آ رہی تھی۔ اس کا ستارہ گردش میں آ گیا تھا۔ اور شاہ مصر بطلیموس کو روز ایک ایسی خبر ملتی تھی جسے سن کے اس کا دل دہل جاتا تھا۔

چند دن پہلے اسے معلوم ہوا تھا کہ قلوپطرہ ملک شام سے لشکر اکٹھا کر کے مصر واپس آنے والی ہے پھر اطلاع آئی کہ وہ خشکی کے راستے مصری حدود میں داخل ہو گئی ہے۔ ابھی اس سے پنجہ آزمائی کے منصوبے بنائے جا رہے تھے کہ دارالسلطنت اسکندریہ ایک اور تازہ خبر پہنچی۔ اسکندریہ سے آنے والی ایک تیز رفتار کشتی ساحل پر رکی اور اس میں سے ایک شخص اتر کے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا قلعہ کے دروازے پر پہنچا۔

اس وقت رات بھر کا جاگا ہوا شاہ بطلیموس مسہری کی ٹیک لگائے بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ ایک کنیز نے داخل ہو کر شاہ کو چونکا دیا۔

"شاہ معظم۔ اسکندریہ سے ایک قاصد آیا ہے اور فوراً باریابی کی اجازت چاہتا ہے؟"۔

بطلیموس گھبرا کے کھڑا ہو گیا۔ اسے گمان ہوا کہ کہیں قلوپطرہ اسے دھوکہ دے کر اسکندریہ تو نہیں پہنچ گئی۔

"قاصد کو فوراً حاضر کیا جائے"۔

کنیز کو حکم دینے کے بعد بطلیموس نے اپنے مشیروں کی طرف دیکھا۔ ان کے کانوں میں بھی کنیز کی آواز پہنچ گئی تھی اور وہ گھبراتے ہوئے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ سپہ سالار ایکیلاس کچھ کہنے والا تھا کہ کنیز قاصد کو ساتھ لئے اندر آئی۔

"کیا خبر لائے ہو؟" بطلیموس نے جلدی سے پوچھا۔

قاصد نے ادب سے جواب دیا۔

"عالی جاہ۔ سلطنت روما کا پومپی اعظم نے اپنے مشہور جنرل جولیس سیزر سے میدان جنگ میں شکست کھائی ہے"۔

قاصد اتنا کہہ کے خاموش ہو گیا۔ شاہ بطلیموس نے چند لمحے انتظار کیا مگر چپ قاصد نے آگے بات نہ کی تو وہ تقریباً چیخ پڑا۔

"جہنم میں جائے پومپی اعظم اور جنرل سیزر۔ یہ بتاؤ کہ تم خبر کیا لائے ہو؟"۔

"عالی جاہ۔ پومپی اعظم کو فارسیلیا کے میدان میں شکست ہوئی"۔ قاصد نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ "وہاں سے بھاگ کے پومپی اعظم قبرس پہنچا------"۔

"چپ ہو جاؤ اونٹ کی اولاد"۔ بطلیموس نے اسے ڈانٹا۔ "ہم خبر پوچھ رہے ہیں اور تو جنگ کی داستان بیان کر رہا ہے دور ہو جا یہاں سے ورنہ میں تجھے قتل کرا دوں گا"۔

قاصد حواس باختہ ہو گیا۔ جلدی سے بولا۔

"عالی جاہ۔ پومپی اعظم کا جہاز دارالسلطنت اسکندریہ کے سامنے نمودار ہوا ہے۔------

اسی وقت ایک غلام نے بڑھ کے قاصد کی گردن پکڑ لی تاکہ اسے شاہ کے حکم کے مطابق باہر نکال دے لیکن قاصد کے یہ کہتے ہی کہ پومپی اسکندریہ پہنچا ہے' بطلیموس چونک پڑا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے غلام کو روکا۔

"قاصد کو ادھر لے کے آؤ-----" شاہ نے حکم دیا۔

غلام قاصد کو پھر اسی جگہ لے گیا جہاں سے وہ اسے کھینچ کے لایا تھا۔

شاہ بطلیموس نرمی سے بولا۔

"تم پہلے اپنے حواس درست کرو پھر صرف وہ باتیں بیان کرو جن کا تعلق ہم سے یا ہماری سلطنت سے ہے۔ قاصد کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کونسی بات مختصر اور کونسی بات تفصیل سے بیان کرنا ہوتی ہے"۔

قاصد کی جان میں جان آئی وہ سنبھل کے بولا۔

"عالی جاہ۔ پومپی کا جہاز اسکندریہ کے سامنے پہنچا ہے اور کچھ دور ٹھہر گیا ہے۔ کیونکہ ساحل کے قریب سمندر زیادہ گہرا نہیں ہے۔ اسکندریہ کے گورنر نے پومپی سے رابطہ قائم کیا ہے اور اس سے درخواست کی ہے کہ وہ ساحل پر اس وقت تک آنے کی کوشش نہ کرے جب عالی جاہ اسے اجازت نہیں دیتے۔ گورنر نے مجھے حضور کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے کہ اس سلسلہ میں شاہ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟"

شاہ بطلیموس نے قاصد کو باہر بھیج دیا کہ وہ حکم کا انتظار کرے۔

اب شاہ نے اپنے مشیروں کو مخاطب کیا۔

"آپ لوگوں نے سن لیا کہ پومپی میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد اسکندریہ پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہم سے مدد اور پناہ کا خواہش مند ہو گا لیکن ہمارے اپنے حالات اچھے نہیں۔ ہماری دشمن قلوپطرہ ایک بڑا لشکر لے کر ہمارے مقابلہ پر آ گئی ہے۔ جب تک ہم قلوپطرہ کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ختم نہیں کر دیتے اس وقت تک پومپی اعظم کو پناہ دینے کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔ یہ میرا قطعی فیصلہ نہیں ہے مجھے اس اہم معاملہ میں آپ کی رائے اور مشورہ کی سخت ضرورت ہے؟

یہاں پر یہ بات بتانا ضروری ہے کہ یورپ کی عظیم سلطنت روما جسے ہم رومتہ الکبریٰ کہتے ہیں' اس وقت کسی شہنشاہ یا قیصر کے ماتحت نہ تھی بلکہ وہاں تین ارکان سلطنت کی ایک مجلس اقتدار تھی جس کے ہاتھوں میں پورا کاروبار سلطنت تھا۔ یہ مجلس ۶۰ ق م میں قائم ہوئی۔ اس مجلس کے ارکان پومپی اعظم' جولیس سیزر اور کریسس نام کے تین جنرل تھے مگر وہ مثل جو مشہور ہے کہ سانجھے کی ہانڈی چوراہے پر پھوٹتی ہے وہی حال اس حکمراں مجلس کا ہوا تھا۔

اس "مجلس ارباب ثلاثہ" کا ایک رکن کریسس پہلے مر گیا تھا۔ باقی پومپی اعظم اور جولیس سیزر تھے جن میں اقتدار کے لیے جنگ چھڑ گئی تھی اور اب اس جنگ کا

فیصلہ جولیس سیزر کے حق میں ہوا تھا اور شکست خوردہ پومپئی اعظم، مصر جیسے چھوٹے سے ملک میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور پومی اعظم کی قسمت کا فیصلہ شاہ بطلیموس کے ان تین نادان مشیروں کے ہاتھ میں تھا جنہیں قسمت نے اتنے اہم مقام پر پہنچا دیا تھا۔

بادشاہ کے مشیریوں بھی چاپلوس اور خوشامدی ہوتے ہیں اور شاہ بطلیموس کے مشیر تو محض خوشامد ہی سے اتنے اونچے ونچے مقام تک پہنچے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اندازہ کر لیا کہ شاہ بطلیموس کا کیا منشاء ہے۔

سب سے پہلے خواجہ سرا وزیر پوتھی نوس نے میں ہاں ملائی۔

"عالی جاہ۔ قلوپطرہ کا خطرہ واقعی ہم پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہے وہ کسی وقت ہم پر حملہ آور ہو سکتی ہے۔ اس کی فتح و شکست پر ہماری زندگیوں کا دارو مدار ہے۔ ایسے حالات میں ہم پومی کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟"

سپہ سالار ایکیلاس نے بھی گول مول جواب دیا۔ اس نے کہا۔

"سوال یہ نہیں کہ ہم پومی کی کس طرح مدد کریں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں پومی سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ جانتے ہوئے کہ سلطنت روما کے اس مرد آہن نے ہر اہم موقعہ پر ہمارا ساتھ دیا ہے۔ سیزر سے شکست کھانے کے بعد اس کا اسکندریہ پہنچنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہم سے مدد لے کر سیزر سے دوبارہ مقابلہ کی کوشش کرے گا"۔

شاہ بطلیموس ذرا تلخی سے بولا۔

"سپہ سالار نے جو رائے دی وہ درست ہو سکتی ہے مگر یہ اس مسئلہ کا حل تو نہیں ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ پومی کو کیا جواب دیا جائے؟"

سپہ سالار نے ذرا ہمت کر کے کہا۔

"اگر شاہ اس بات کو پسند فرمائیں تو پومی کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ فی الحال وہ کسی دوسرے ملک میں پناہ حاصل کرے پر جب ہم قلوپطرہ کا جھگڑا نپٹا دیں گے تو اسے مصر بلا کے اس کی خاطر خواہ مدد کریں گے"۔

شاہ کا اتالیق جواب تک خاموشی سے سب کی سن رہا تھا۔ اس نے منہ اٹھا کے

غصے سے ایکیلاس کو دیکھا۔

"سپہ سالار کے خیال کے مطابق جنرل پومی کو کس ملک میں پناہ حاصل کرنا چاہیے جبکہ اس کا سب سے قریبی دوست خود ہمارا ملک "مصر" ہے؟"

ایکیلاس کو اتالیق کا یہ طنز ناگوار گزرا اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"اگر پومی کو ہماری مجبوری نہیں معلوم ہے تو اسے اخلاق سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ وہ کس ملک میں پناہ حاصل کرے تو اس کا فیصلہ وہ خود کرے گا۔ یہ ہمارا درد سر نہیں۔

وزیراعظم پوتھی نوس نے خود ہی دخل دیا۔

"اگر ہم نے پومی کی مدد کی تو جنرل جولیس سیزر ہم سب سے بدلہ لے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قلوپطرہ کی مدد کرے اور ہمیں شکست دے کر مصر پر قبضہ کر لے"۔

آخر شاہ بطلیموس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں جنرل پومی کی مدد کرنا چاہیے اس لیے کہ شاید وہ ہماری مدد سے دوبارہ اپنا تخت و تاج سیزر سے چھیننے میں کامیاب ہو جائے"۔

شاہ بطلیموس کے اس اعلان کے بعد سب کی زبانیں بند ہو گئیں۔ کسی نے اس کے خلاف بات کرنے کی ہمت نہ کی لیکن اس وقت ایک اور گل کھلا۔

ایک کنیز بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی اور اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"شاہ حضور۔ ساحل سے اطلاع آئی ہے کہ ایک جہاز جس پر سلطنت روما کا پرچم لہرا رہا ہے وہ ہمارے قلعہ کی طرف آ رہا ہے۔ اسکندریہ سے آنے والے پہلے قاصد نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ وہی جہاز ہے جس میں شکست خوردہ جنرل پومی موجود ہے"۔

یہ بات ٹھیک بھی تھی۔ پومی جس کے ساتھ اس کی بیوی کارنیلیا بھی تھی جب اسکندریہ پہنچا تو اسے ساحل پر اترنے سے یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ شاہ بطلیموس اس وقت اسکندریہ میں موجود نہیں اور ان کے حکم کے بغیر جنرل پومی کو ساحل پر آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جنرل پومی اس وقت سخت پریشان تھا۔ اس کے

خیال میں فاتح جنرل سیزر کے جہاز اس کے تعاقب میں ہیں اور وہ کسی وقت اس تک پہنچ سکتے ہیں۔

پس جب پو مپی کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ بطلیموس اس وقت پورٹ سعید کے قریب قلعہ پیلوشیم میں مقیم ہے اور گورنر اسکندریہ نے ایک قاصد کے ذریعہ شاہ سے اجازت منگوائی ہے تو پو مپی نے انتظار کی اس زحمت سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ جہاز کو پورٹ سعید کی طرف موڑ دیا جائے۔ اس سے ایک تو وہ انتظار کی زحمت سے بچ جائے گا دوسرے یہ کہ پیلوشیم کا قلعہ کافی مضبوط تھا اگر اسے شاہ پناہ دیتا ہے تو وہ پیلوشیم میں اسکندریہ سے کہیں زیادہ محفوظ رہ سکے گا۔

پو مپی کے جہاز کی پیلوشیم قصبہ کی طرف آنے کی اطلاع نے ہوا کا رخ اک دم موڑ دیا۔ کیا شہزادہ اور کیا اس کے مشیر سب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اب انہیں "ہاں یا نہیں" میں فوراً فیصلہ کرنا تھا۔ شاہ اور مشیر سب ہی حواس باختہ ہو رہے تھے اس وقت شاہ کا غصیلا مگر فلسفی اتالیق کھڑا ہوا اور اس نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ہمیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالات اگرچہ خطرناک ہیں مگر ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ خطرہ دونوں صورتوں میں ہے۔ اگر ہم جنرل پو مپی کی مدد کرتے ہیں تو اس کے تعاقب میں آنے والا جنرل جولیس سیزر ہمیں نہیں بخشے گا اور ہمارے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کرے گا اور اگر ہم جنرل پو مپی کو پناہ نہیں دیتے تو صاف ظاہر ہے کہ پو مپی فوراً" قلوپطرہ سے مل جائے گا اور پھر قلوطرہ سے جو جنگ ہو گی اس کے انجام کا ہم اندازہ کر سکتے ہیں----"

"حل----- حل --- حل----" شاہ بطلیموس نے چیخ کے اپنے اتالیق کی بات کاٹ دی۔ "ہمیں باتوں اور پہیلیوں کی نہیں کسی معقول "حل" کی ضرورت ہے۔ براہ کرم فوراً" اس مسئلہ کا حل پیش کیا جائے؟"

انتہائی بد دماغ اور سنجیدہ اتالیق اپنے شاہ کی بدحواسی پر مسکرا دیا۔ اس نے کہا۔

"شاہ محترم۔ میں نے عرض کیا کہ ہمیں فکر کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ اس کا حل ہمارے پاس موجود ہے"۔

شاہ بطلیموس نے آنکھیں جھپکا کے اپنے استاد کو ایسے انداز سے دیکھا جیسے اسے استاد کے ہوش و حواس پر شبہ ہو رہا ہو۔

"استاد محترم۔ آپ ہوش میں ہیں کیا؟"

"ہاں شاہ محترم----- میں بالکل اپنے حواس میں ہوں۔" اتالیق تھوڈوئس نے بڑے وثوق سے کہا---- اس کا حل شاہ مصر بطلیموس چہاردہم کے ہاتھوں میں ہے۔

"دیر نہ کیجئے ۔ جلد بتائیے۔ کیا حل ہے اس کا؟" شاہ نے بے چینی سے پوچھا اتالیق نے ٹھہر ٹھہر کے کہنا شوع کیا۔

"اے شاہ محترم۔ آپ اس شکست خوردہ جنرل پو مپی کا سر قلم کرا دیجئے پھر جنرل جولیس سیزر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیے۔ اس دوستی کے ثبوت میں آپ جولیس سیزر کو جنرل "پو مپی کے سر" کا تحفہ پیش کیجئے"۔

شاہ بطلیموس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

"آپ واقعی استاد ہیں۔ صرف میرے نہیں بلکہ استادوں کے بھی استاد ہیں۔ کس قدر معقول حل پیش کیا ہے آپ نے۔ جس وقت ہم پو مپی کا سر جنرل سیزر کو پیش کریں گے تو وہ ہمارا پکا دوست ہو جائے گا اور اس کی مدد سے ہم "قلوپطرہ" کا خاتمہ کر سکیں گے۔"

اتالیق تھوڈوئس کے اس فیصلے پر شاہ کے باقی دونوں مشیر حیران رہ گئے کتنا عجیب اور کتنا مفید مشورہ دیا تھا اس نے۔ فاتح جنرل جولیس سیزر سے دوستی کرنے کا یہ عجیب و غریب طریقہ تھا۔

منصوبہ کی جزئیات فوراً" طے کی گئیں۔ منصوبہ کی تکمیل کی ذمہ داری سپہ سالار ایکیلاس کے سپرد کی گئیں۔ ایکیلاس نے اپنے ساتھ دو رومی افسر لئے۔ ایک کپتان سیلولیس اور دوسرا سپٹمیس تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایکیلاس نے چند اور خدمتگاروں کو ساتھ لیا اور یہ سب کے سب ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر پو مپی کے جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔

رومی جہاز پر روم کا مرواآہن جو اس وقت تقدیر کے گرداب میں الجھا ہوا تھا

اپنی پیاری بیوی کارنیلیا کے ساتھ عرشہ پر کھڑا جہاز کی طرف آنے والی کشتی کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کارنیلیا نے کشتی سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔

"پیارے پومپی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوتاؤں نے ہماری سن لی ہے۔ یہ کشتی ہمارے جہاز ہی کی طرف آ رہی ہے؟"

"تم نے بالکل ٹھیک کہا کارنیلیا"۔ پومپی نے بیوی کی تائید کی۔ "محسن شاہ بطلیموس ہمیں پناہ دینے پر آمادہ ہو گیا ہے اور یہ کشتی ہمیں لینے آ رہی ہے"۔

"کاش ایسا ہی ہو پیارے پومپی" کارنیلیا پر امید بھری نظروں سے کشتی کو دیکھنے لگی کشتی جہاز سے لگی تو رومی افسر اسپٹیمس نے کھڑے ہو کر پومپی کو فوجی سلام پیش کیا۔

سپہ سالار ایکیلاس نے بغیر ایک لمحہ ضائع کئے پومپی سے ادب سے عرض کیا۔

"عالی جناب فرمانروا کے روما۔ براہ کرم کشتی میں تشریف لے آیئے۔ شاہ مصر آپ کی پیشوائی کے لیے بے چین ہیں۔ ساحل کے قریب پانی کم ہے۔ آپ کا بھاری جہاز وہاں تک نہیں پہنچ سکتا"۔

پومپی نے بیوی کی طرف دیکھا پھر بڑے اطمینان سے کشتی میں اتر گیا اس کے پیچھے ہی اس کا وفادار غلام فلپ بھی کشتی میں آ گیا۔ فلپ کے بعد جنرل پومپی کی خوبصورت بیوی کارنیلیا کشتی میں اترنے کے لیے تیار ہوئی تھی کہ کشتی بڑی تیزی سے جہاز سے ہٹ گئی۔ کرنیلیا کا دل دھک سے رہ گیا۔ جنرل پومپی کا رنگ بھی فق ہو گیا مگر اس نے بڑے حوصلہ سے کام لیا اور جہاز سے دور ہٹتی ہوئی کشتی سے بیوی کو تسلی دی۔

"کارنیلیا صبر سے کام لینا اور میرا انتظار کرنا"۔

کارنیلیا عرشہ پر کھڑی شوہر کو موت کے منہ میں جاتے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ بھی نہ بول سکی۔ اس کی آواز حلق میں اٹک گئی اور آنکھوں میں امڈتا ہوا آنسوؤں کا سیلاب پلکوں پر آ کر رک گیا۔

پومپی کو یقین ہو گیا تھا کہ اسے دھوکہ دیا گیا ہے پھر بھی اس نے تحمل کا دامن

ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ وہ بے پروائی سے مصری جنگی جہازوں کو ادھر ادھر گھومتے ہوئے دیکھتا رہا۔ نے جیب سے ایک چھوٹی کتاب نکال کر اس میں دل لگانے کی کوشش کی مگر اس کی نظریں بار بار بھٹک کر اپنے جہاز پر کھڑی کارنیلیا پر جا کر تھم جاتی تھیں جو بت کی طرح کھڑی اس کشتی کو دیکھ رہی تھی۔

کشتی پر ہر شخص خاموش تھا نیچے بحر روم کی موجیں تھیں اور اوپر موت کے سائے لہرا رہے تھے۔ پومپی کا وفادار غلام بڑی بے بسی سے اپنے آقا کو دیکھ رہا تھا کبھی کبھی وہ اپنے جہاز پر بھی نظر ڈال لیتا جہاں اسے اپنی ملکہ کا لرزتا ہوا ہیولا دکھائی دیتا تھا۔

آخر کشتی ساحل سے لگی۔ پومپی اعظم اپنے غلام کے ہاتھ کا سہارا لے کر کھڑا ہوا کہ ساحل پر اترے کہ ٹھیک اسی وقت اسپٹیمس نے پومپی کی کمر میں تلوار بھونک دی پھر سیلولیس نے پہلو سے وار کیا اس کے ساتھ ہی ایکیلاس کی تلوار پومپی کے شانے پر پڑی۔ پومپی کے منہ سے ایک ہلکی سی سسکی نکلی۔ اس نے اپنے لبادہ میں منہ چھپانے کی کوشش کی مگر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور چکرا کر کشتی میں گر پڑا۔ تینوں قاتلوں نے مسلسل وار کر کے لمحوں میں پومپی کا خاتمہ کر دیا۔

پومپی کا جہاز اگرچہ ساحل سے کافی دور تھا مگر کارنیلیا کی نظر اب تک کشتی پر لگی تھیں۔ اس نے قاتلوں کی دھوپ میں چمکتی تلواروں کو لہراتے اور اس کے شوہر پر بار بار گرتے دیکھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ قاتلوں نے جھک کے اسکے شوہر کا سر کاٹ لیا ہے اور لاش کو پانی میں پھینک دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی کارنیلیا کی آنکھیں پتھرانے لگیں اور اس کے منہ سے ایک زور دار چیخ نکل گئی۔ کارنیلیا نے فوراً لنگر اٹھانے اور بادبان کھولنے کا حکم دیا۔ اس کی آواز کے ساتھ ہی جہاز لنگر اٹھا کر کھلے بادبانوں کی مدد سے کھلے سمندر کا سینہ چیرتا تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ ذرا دیر بعد جہاز تعاقب کئے جانے کی حدود سے باہر ہو گیا۔

رومتہ الکبریٰ کا مرد آہن جنرل پومپی میدان جنگ سے تو اپنی جان بچا لایا تھا مگر مصر کے نادان مشیروں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ایکیلاس اور اس کے ساتھی پومپی کا سر کاٹ کر ساتھ لے گئے اور اس کی لاش کو سمندر کی لہروں کی نذر کر دیا۔ وہ قتل

کے بعد اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انہوں نے پو مپی کے وفادار غلام فلپ کی طر
ذرا بھی توجہ نہ دی جو اس سفاکانہ اور بہیمانہ قتل کا چشم دید گواہ تھا۔

فلپ کا خیال تھا کہ پو مپی کے قتل کے بعد اسے بھی قتل کر دیا جائے گا
قاتلوں کو اس کا ذرا بھی خیال نہ آیا اور وہ پو مپی کا سر لئے ہوئے بھاگم بھاگ قا
پیلوشیم پہنچ گئے۔ فلپ نے انہیں جاتے دیکھا تو وہ بھی فوراً ایک طرف دبک گیا۔
کے جانے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے پھر ویران ساحل پر پہنچا۔ اس وقت پو
کی بے سر کی لاش لہروں کے تھپیڑے کھاتی ساحل سے آ لگی تھی۔ لوگ تماشہ دیکھ
کے لیے کنارے جمع ہو گئے تھے۔ فلپ بھی وہاں پہنچ گیا اور اپنے آقا کے دھڑ کو د
کے دھاڑیں مار مار کے رونے لگا۔ لوگوں کو پوچھنے پر اس نے صرف یہ بتایا کہ اس
مالک کا سر چند لوگوں نے کاٹ کے دھڑ کو سمندر میں پھینک دیا ہے اس نے پو مپ
نام کسی کو نہیں بتایا۔

لوگوں کی بھیڑ چھٹ جانے کے بعد فلپ نے پو مپی کے دھڑ کو اچھی طرح د
صاف کیا پھر اپنی قمیض میں لپیٹ کر اسے نذر آتش کر دیا اس سلسلہ میں ایک رو
سپاہی نے اس کی مدد کی۔ لاش کو جلانے کے لیے دونوں نے ادھر ادھر سے لکڑیاں
کر لی تھیں۔ جائے عبرت ہے کہ پو مپی جس کے ایک اشارے سے سلطنتیں الٹ
جاتی تھیں اسے کفن تک میسر نہ ہوا اور سوائے فلپ اور ایک رومی سپاہی کے اس
لاش پر کوئی رونے والا نہ تھا۔

○

سلطنت مصر کے حالات بڑی تیزی سے الٹ پلٹ ہو رہے تھے باغی ملکہ قلو
کا شام سے لشکر لے کر پورٹ سعید پہنچنا۔ شاہ بطلیموس کا قلوپطرہ کے مقابلہ کے
اسکندریہ سے لشکر لے کر قلعہ پیلوشیم آنا۔ اس دوران شکست خوردہ جنرل پو مپ
اسکندریہ ہوتے ہوئے قلعہ کے سامنے نمودار ہونا اور شاہ بطلیموس کے تینوں نا
مشیروں کی سازش سے پو مپی کا قتل ۔ یہ تمام واقعات بڑے حیرت انگیز تھے اور
بعد دیگرے بڑی تیزی سے پیش آئے تھے۔

شاہ بطلیموس کو اگر اس کے مشیر سہارا نہ دیتے تو وہ حالات سے گھبرا کر ش

پاگل ہو جاتا لیکن اس کے اتالیق تھوڈوئس نے اسے بہت حوصلہ دیا اور قابو میں رکھا
مگر حالات کا سلسلہ تھا کہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا۔ بطلیموس کو سب سے زیادہ فکر
قلوپطرہ کی تھی وہ جلد سے جلد قلوپطرہ کے خطرے کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے مشیروں کے علاوہ چند اور دانشوروں کی مجلس مشاورت
منعقد کی اور اس میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ قلوپطرہ کے خطرے سے کس طرح نپٹا
جائے۔ ظاہر ہے کہ سلطنت کے دعویداروں میں صلح کا تو کوئی امکان نہ تھا اب فیصلہ یہ
کرنا تھا کہ قلعہ پیلوشیم سے نکل کر قلوپطرہ پر حملہ کیا جائے یا مدافعتی جنگ لڑی جائے
تو قلوپطرہ کے قلعہ پر حملے کا انتظار کیا جائے۔

اس مسئلہ پر ایک دن اور ایک رات مسلسل بحث ہوتی رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو
سکا۔ سپہ سالار اکیلاس کسی صورت بھی قلعہ سے نکل کے قلوپطرہ سے میدان میں
جنگ کرنے پر رضامند نہ ہو رہا تھا حالانکہ قلوپطرہ کی خاموشی سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ
کسی طرف سے مزید فوجی کمک کا انتظار کر رہی ہے اگر اس سے جلد فیصلہ نہ کیا گیا تو
پھر کامیابی کے امکانات کم ہوتے چلے جائیں گے۔

جنرل پو مپی کو دفن ہوئے تین دن گذر چکے تھے اور ان تین دنوں سے قلعہ
پیلوشیم میں یہ بحث چھڑی تھی کہ قلوپطرہ پر حملہ کیا جائے یا اسے قلعہ پر حملہ کے لیے
مجبور کیا جائے۔ یہ بحث تھی کہ طول کھینچتی چلی جا رہی تھی۔ سپہ سالار اکیلاس نے
صاف الفاظ میں شاہ بطلیموس کو بتا دیا تھا کہ وہ قلعہ سے نکل کر حملہ کرنے کا خطرہ کسی
صورت میں مول نہ لے گا۔ دوسری طرف وزیراعظم پوتھی نوس اور تھیوڈوئس کی یہ
دلیل اپنی جگہ بڑا وزن رکھتی تھی کہ قلوپطرہ کی طرف سے خاموشی اس بات کو ظاہر
کرتی ہے کہ وہ کسی طرف سے فوجی مدد کی امید لگائے ہوئے ہے۔ اتالیق تھیوڈوئس
نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ قلوپطرہ نے ضرور اپنے سفیر فاتح جنرل جولیس سیزر کے
پاس بھیجے ہوں گے اور اس سے فوجی مدد طلب کی ہو گی مگر سپہ سالار اپنی بات پر اس
قدر سختی سے اڑا ہوا تھا کہ کسی کی ایک بھی نہ چلتی تھی۔

اور پھر چار دن سے چھڑی ہوئی بحث اس وقت خود ہی ختم ہو گئی جب اسکندریہ
سے ایک قاصد ایک بالکل نئی خبر لے کے شاہ بطلیموس کے حضور پیش ہوا۔ قاصد

نے صاف اور واضح الفاظ میں انکشاف کیا۔

"اے شاہ معظم، سلطنت روما کا فاتح جنرل جولیس سیزر اسکندریہ کے ساحل پر پہنچ چکا ہے اور اس وقت وہ اسکندریہ کے شاہی محل پر قابض ہے"۔

اس خبر نے شاہ بطلیموس اور اس کے مشیروں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا قلوپطرہ کی شکل میں ایک دشمن قلعہ پیلوشیم کے قریب خیمہ زن تھا اور اب دوسرا دشمن جولیس سیزر مصر کی سرزمین اور اسکندریہ کے شاہی محل میں براجمان۔ سالار ایکیلاس وزیراعظم پوتھی نوس اور اتالیق تھیوڈوئس جو چار روز سے گلہ پھاڑ پھاڑ کے ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے وہ ایسے خاموش ہوئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا یا کسی نے ان کا گلہ دبا دیا۔

شاہ بطلیموس کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی اسے مصر کا تخت و تاج ڈولتا ہوا دکھائی دے رہا تھا وہ خوش تھا کہ اس نے جنرل پومپی کو ختم کر کے ایک جھگڑا ہمیشہ کے لیے نپٹا دیا مگر اب جولیس سیزر سے کون نپٹے گا پتہ نہیں اس کے پاس کتنا لشکر ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں۔

آخر شاہ نے مردہ آواز میں قاصد سے دریافت کیا۔

"سیزر کتنا لشکر اپنے ساتھ لایا ہے؟"

قاصد کوئی صحیح جواب نہ دے سکا۔

"عالی جاہ۔ جنرل سیزر کا پورا لشکر قلعہ کے اندر ہے اور اس نے فصیلوں پر مورچے قائم کر لئے ہیں۔ لشکر کی صحیح تعداد کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا"۔

ایکیلاس نے قاصد سے سوال کیا۔

"قلعہ کی محافظ فوج نے سیزر کا کیوں مقابلہ نہیں کیا؟"

"سپہ سالار محترم----" قاصد نے جواب دیا۔ "تمام لشکر تو آپ کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔ وہاں صرف ایک محافظ دستہ تھا وہ کب تک مقابلہ کرتا؟

وزیراعظم پوتھی نوس کیوں خاموش رہتا۔ اس نے پوچھا۔

"اسکندریہ کے عوام نے بھی سیزر کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی؟"

قاصد برا سا منہ بنا کے بولا۔

"جی ہاں کوشش کی تھی عوام کا محافظ دستے سے بھی زیادہ برا انجام ہوا"۔

شاہ بطلیموس نے دریافت کیا۔

"جولیس سیزر اس وقت کہاں ہے؟"

قاصد کو شاید غصہ آگیا اس نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"عالی جاہ۔ فاتح جولیس سیزر اپنے جنگی جہاز سے اترا ہزاروں کا لشکر اس کے ساتھ تھا۔ مصری محافظ دستہ اور عوام اسے جہاز سے اترتا دیکھتے رہے۔ پھر وہ سیڑھیاں چڑھ کے فاتحانہ انداز میں شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ کس میں ہمت تھی کہ اسے روک سکتا"۔

سب کے منہ لٹک گئے اور ان پر خاموشی کا دورہ پڑ گیا۔ یہ خاموشی دیر تک طاری رہی شاہ بطلیموس نے قاصد کو باہر بھیج دیا پھر امید بھری نظروں سے اپنے اتالیق تھوڈوئس کی طرف دیکھا۔

"اے مصر کے عظیم دانشور آپ نے پومپی کا خطرہ ہمارے سروں سے ٹال دیا تھا۔ اب اس بلا سے بھی ہمیں محفوظ کیجئے؟"

شاہ نے مخاطب اتالیق کو کیا تھا لیکن اس کے جواب دینے سے پہلے ہی خواجہ سرا وزیراعظم پوتھی نوس بول پڑا۔

"جولیس سیزر کے ساتھ بھی وہی سلوک ہونا چاہیے جو ہم نے پومپی کے ساتھ کیا ہے"۔

"چپ رہو وزیراعظم۔" شاہ نے اسے ڈانٹ دیا۔ "ہم نے تم سے سوال نہیں کیا تھا"۔

تھوڈوئس کو بھی وزیراعظم کی یہ بات بہت ناگوار گزری تھی۔ اسے غصہ بھی آ گیا تھا مگر جب شاہ بطلیموس نے اسے ڈانٹ دیا تو وہ اپنا غصہ پی گیا۔

"اے محترم دانشور----" شاہ نے اسے پھر مخاطب کیا "آپ میرے باپ کی جگہ پر ہیں۔ اس مشکل کا بھی کوئی حل پیش کیجئے؟"

اتالیق نے وزیراعظم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مصر کے وزیراعظم یہ بھول گئے کہ پومپی ایک شکست خوردہ جنرل تھا اس کے

پاس کوئی فوج نہیں تھی۔ اس کا جہاز پانی میں لنگر انداز تھا مگر اب صورت حال مختلف ہے۔ جولیس سیزر فاتح ہے۔ اس کے ساتھ فاتح لشکر ہے۔ اس نے شاہی محل میں داخل ہو کر مورچے قائم کر لئے ہیں ۔ ہمیں جولیس سیزر کا سر نہیں بلکہ اس کا دل جیتنا ہے"۔

واہ کیا عقلمندی کی بات کی ہے استاد محترم نے۔ "شاہ نے فوراً" تعریف کی۔ اب آپ ہی ہمیں اس بلا سے نجات دلائیں گے"۔

"ہاں یہ کام میں خود کروں گا"۔ تھیوڈوئس نے اقرار کیا۔ "میں اسی وقت اسکندریہ جا رہا ہوں۔ جنرل پومپی کا سر میرے ساتھ جائے گا"۔

اتالیق تھیوڈوئس اسی دن اسکندریہ چل پڑا۔ اس نے اس قاصد کو اپنے ساتھ لیا جو یہ خبر لے کر اسکندریہ سے آیا تھا۔ ایک تھیلے میں جنرل پومپی کا سر بھی ان کے ساتھ تھا۔

اسکندریہ میں حالات بالکل پر سکون تھے۔ شاہی محل پر اگرچہ جولیس سیزر کا قبضہ تھا لیکن اس کا ایک فوجی بھی محل کے باہر دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس نے دارالسلطنت کے معاملات میں بالکل دخل نہ دیا تھا۔ تھیوڈوئس اور قاصد شاہی محل پر پہنچے۔ ایک محافظ نے محل کی سیڑھیوں پر تھیوڈوئس کو روکا لیکن اسے بتایا گیا کہ وہ شاہ بطلیموس کا اتالیق ہے اور شاہ کی طرف سے جولیس سیزر کے لئے ایک پیغام لے کر آیا ہے تو اسے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

یہ کمرہ دراصل محل کے محافظ دستے کا تھا ۔ شاہ بطلیموس کے اتالیق کے آنے کی اطلاع فوراً" محل کے اندر بھیجی گئی اور تھوڑی دیر بعد تھیوڈوئس اور ان کے ساتھی کو جولیس سیزر کے حضور میں بازیابی کی اجازت مل گئی۔ یہ دونوں ایک محافظ کے ساتھ سیزر کے پاس پہنچے۔

"تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں سے آئے ہو؟" سیزر نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا نام تھیوڈوئس ہے۔ میں شاہ بطلیموس چہاردہم کا اتالیق اور مشیر خاص ہوں"۔ تھیوڈوئس نے گھبرائے گھبرائے لہجے میں جواب دیا دراصل سیزر کا رعب اس

پر طاری ہو گیا تھا۔ جولیس سیزر نے بڑے رعب سے دریافت کیا۔

"شاہ بطلیموس خود کیوں نہیں آئے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ سلطنت روما کا حکمراں ان کے محل میں موجود ہے"۔

اس سوال پر تو تھیوڈوئس کی گھگی بند گئی۔ اس نے بولنے کی بہت کوشش کی مگر اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ پھر اس نے جلدی سے وہ ڈبیہ جیب سے نکال کے سیزر کی طرف بڑھا دی جس میں مرحوم پومپی کی انگوٹھی رکھی تھی۔

جولیس سیزر نے ڈبیہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس میں کیا ہے؟" اس کے لہجے میں پہلے سے بھی زیادہ رعب تھا۔

"انگوٹھی-----" تھیوڈوئس کے منہ سے بہت کوشش کے بعد صرف ایک ہی لفظ نکل سکا۔

جولیس سیزر نے انگوٹھی کو الٹ پلٹ کے دیکھنا شروع کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"یہ انگوٹھی تو جنرل پومپی کی ہے۔ تمہیں کیسے ملی؟"

تھیوڈوئس کی زبان سے اب بھی کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اس نے صرف یہ کیا کہ اپنے ساتھی سے وہ تھیلا لیا جس میں پومپی کا سر تھا اور اس کو بغیر کچھ کہے تھیلے سے نکال کے سیزر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ سیزر کی نظر پومپی کے سر پر پڑی تو اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے اپنا منہ دوسری طرف گھما لیا اور گھٹی گھٹی آواز میں بولا----

"نہیں۔ نہیں۔ میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ ہرگز نہیں۔ میری یہ خواہش ہرگز نہ تھی"۔

اس کے ساتھ ہی جولیس سیزر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔

تھیوڈوئس اور اس کے ساتھی کو امید تھی کہ جولیس سیزر اپنے دشمن کا سر دیکھ کر بہت خوش ہو گا مگر اس پر تو اس کا بالکل الٹا اثر ہوا۔ تھیوڈوئس یہ حال دیکھ کر گھبرا گیا اور اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ موقعہ ملے تو وہ وہاں سے بھاگ نکلے۔

اسی وقت سیزر نے پلٹ کر غصہ سے کہا۔

"تم لوگ دفع ہو جاؤ یہاں سے"۔

تھیوڈوئس خوشی خوشی محل میں آیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ جولیس سیزر کی ہمدردیاں حاصل کرے گا مگر اسے وہاں سے ڈانٹ کے بھگا دیا گیا وہ دونوں جب سیز. کے کمرے سے نکل رہے تھے تو انہوں نے جولیس سیزر کو یہ کہتے سنا۔

"جنرل پومپی کے سر کو عزت و احترام اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا جائے"۔

تھیوڈوئس تو اس قدر گھبرایا ہوا اور پریشان تھا کہ وہ محل سے نکل کے سیدھا ساحل پر پہنچا اور تنہا ایک کشتی میں بیٹھ کر شمال کی طرف روانہ ہوگیا۔ شاہ بطلیموس کے عظیم اتالیق اور مصر کے عظیم دانشور نے پلٹ کے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ آنے والا قاصد اب ساحل پر کھڑا اسے کمال حسرت و استعجاب سے کشتی میں اکیلا جاتا ہوا دیکھ رہا ہے۔

تھیوڈوئس کا یہ اقدام شاید ٹھیک ہی تھا۔ اس لئے کہ جولیس سیزر نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کے بعد وہ شاہ بطلیموس اور اس کے مشیروں کو منہ دکھانے کے قابل نہ تھا پھر وہ ان کے پاس کیسے جا سکتا تھا۔ تھیوڈوئس کا ساتھی قاصد تمام دن اسکندریہ میں رہا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مرحوم جنرل پومپی کے سر کو کس قدر اعزاز اور احترام کے ساتھ اسکندریہ کی فصیل کے پاس گلزار میحص میں دفن کیا گیا۔

پھر اس قاصد نے جولیس سیزر کو اپنے ایک افسر سے یہ کہتے ہوئے سنا۔

"جنرل پومپی کی راکھ اس کی بیوی کارنیلیا کے پاس بھیجنے کا انتظام کیا جائے اور کارنیلیا سے ہماری طرف سے تعزیت کی جائے اور اسے پیغام دیا جائے کہ اس کے شوہر کے قتل میں ہمارا قطعی کوئی ہاتھ نہیں اور کارنیلیا کو ہر وہ رعایت دی جائے گی جس کی وہ خواہش کرے گی"۔

چار دن بعد جب اس قاصد نے جو اس واقعہ کا چشم دید گواہ تھا' قلعہ پیلوشیم پہنچ کر شاہ بطلیموس اور اس کے دونوں مشیروں کو شاہی محل اسکندریہ میں پیش آنے والے تمام واقعات کی تفصیل سے آگاہ کیا تو سوائے شاہ کے اور کسی کو اس کی بات کا یقین ہی نہیں آیا۔

وزیراعظم پوتھی نوس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں یہ بات مان ہی نہیں سکتا کہ جولیس سیزر نے اپنے دشمن پومپی کا سر دیکھ کر رونا شروع کر دیا"۔

سپہ سالار اکیلاس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے بھلا سیزر کو پومپی کے سر کو دیکھ کر رونے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو پومپی کا تعاقب کرتا ہوا اسکندریہ پہنچا تھا۔ اگر پومپی اسے اسکندریہ میں مل جاتا تو وہ اس کا اس سے بھی زیادہ برا حشر کرتا۔

شاہ بطلیموس اپنے مشیروں کی باتوں پر دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تو آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ غریب قاصد جھوٹ بول رہا ہے؟"

"اگر جھوٹ نہیں" بول رہا تو پھر اسے دھوکہ ہوا ہو گا۔ "وزیراعظم نے دبی زبان میں کہا۔

شاہ نے اور زیادہ تلخی سے کہا"۔

"تو پھر یہ بات بھی جھوٹ ہے کہ جنرل سیزر نے مرحوم پومپی کے سر کو بڑے اعزاز کے ساتھ گلزار میحص میں دفن کرایا اور اس کی بیوی کارنیلیا کو اس کے شوہر کی راکھ بھیجنے کا حکم دیا؟"

وزیراعظم کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ شاہ بطلیموس کی بات کو رد کر سکے۔ اس نے فوراً" پلٹا کھایا اور بڑی بے غیرتی سے بولا۔

"سنا جاتا ہے کہ جنرل جولیس سیزر اور جنرل پومپی میں بڑا یارانہ تھا۔ اقتدار کی جنگ نے انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا مگر دلوں میں دوستی تو موجود تھی۔ جولیس سیزر کو اپنے دوست کے قتل پر افسوس ہونا ہی چاہیے تھا۔ اس نے ٹھیک آنسو بہائے"۔

شاہ نے وزیراعظم کو راہ پر آتے دیکھا تو کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ جولیس سیزر' شاہی محل میں کس حیثیت سے ٹھہرا ہوا ہے۔ کیا اس کا یہ اقدام غاصبانہ نہیں؟"

سپہ سالار ایکیلاس کو بولنے کا موقع مل گیا۔

"سیزر نے شاہی محل پر زبردستی قبضہ کیا ہے۔ اسے اس کی سزا ملنا چاہیے"۔

"سپہ سالار۔ آپ تجربہ کار ہیں مگر وقت کی نزاکت پر غور نہیں فرماتے"۔ شاہ نے نرم الفاظ میں پھر بھی سرزنش کی۔ "آپ کو پتہ نہیں کہ سیزر کے ساتھ کس قدر لشکر ہے" اور آپ سزا دینے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے پاس صرف ایک لشکر ہے جو ہم اسکندریہ سے یہاں لے آئے ہیں۔ اگر ہم اسے اسکندریہ واپس لے جاتے ہیں تو کیا قلوپطرہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہے گی وہ اس قلعہ پر قبضہ نہیں کر لے گی؟"

سپہ سالار بہت بڑھ کے بولا تھا مگر شاہ نے اس کا منہ بند کر دیا۔ اس نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"شاہ نے درست فرمایا۔ ہمیں اس موقعہ پر دو محاذوں پر جنگ کرنی ہے۔ ایک اسکندریہ میں اور دوسری قلعہ پیلوشیم میں۔ بہت عقلمندی کی ضرورت ہے اس وقت"۔

شاہ کو ایک بات کا اور خیال آیا۔ اس نے کہا۔

"اسکندریہ کے شاہی محل میں چھوٹا بطلیموس اور چھوٹی شہزادی آرمینو بھی تھیں۔ پتہ نہیں سیزر نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا"۔

جولیس سیزر کو شاہی محل میں داخل ہوتے ہی بتا دیا گیا تھا کہ شاہ بطلیموس کا چھوٹا بھائی اور چھوٹی بہن شاہی محل میں موجود ہیں جو بظاہر آزاد ہیں مگر در پردہ ان کی حرکات و سکنات کی نگرانی کی جاتی ہے۔ چنانچہ سیزر نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

یہ لوگ تمام دن اس مسئلہ پر غور کرتے رہے مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ رات کو بھی وہ دیر تک اسی مسئلے میں الجھے رہے پھر جب محفل برخاست ہوئی اور وہ سونے کی تیاریاں کرنے لگے تو انہیں ایک اور وحشت ناک خبر سنائی گئی۔ ایک غلام نے اطلاع دی کہ اسکندریہ سے جولیس سیزر فرمانروائے سلطنت روما کا قاصد ایک خاص پیغام کے ساتھ حاضر ہوا ہے اور فوراً بازیابی کا خواستگار ہے۔

اب ان لوگوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ ان پر تو یکے بعد دیگرے

مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنا شروع ہو گئے تھے۔ یہ لوگ شب خوابی کا لباس پہن چکے تھے۔ انہوں نے فوراً درباری لباس زیب تن کیا اور دربار ہال میں پہنچ کے قاصد کو آنے کی اجازت دی۔

قاصد نے اندر آ کر سب کو مصری انداز میں تعظیم پیش کی۔

شاہ نے کہا۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ جولیس سیزر کا قاصد پیغام لے کر آیا ہے مگر تم تو مصری ہو؟"

قاصد نے عرض کیا۔

"شاہ محترم کو ٹھیک بتایا گیا ہے میں اگرچہ مصری ہوں لیکن اسکندریہ پر روم کے حکمراں جولیس سیزر کا قبضہ ہے اور انہوں نے مجھے اپنا قاصد بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے"۔

شاہ نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"اچھا--- اچھا---- بتاؤ کیا پیغام لائے ہو؟"

قسط نمبر: ۳

قاصد نے بڑی تمکنات سے کہا۔

"سلطنت روما کے واحد حکمراں نے حکم دیا ہے کہ آپ اور قلوپطرہ فوراً" خانہ جنگی ختم کر کے اپنے اپنے جھگڑے ان کے حضور پیش کریں کیونکہ روما کے حکمراں' مصر کے بطلیموس خاندان کے جھگڑے نیٹانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس حکم کا جواب مجھے صرف "ہاں یا نہیں" میں دیا جائے۔ مجھے اسی وقت اسکندریہ واپس جانا ہے"۔

بطلیموس اس سخت حکم سے کانپ اٹھا۔ جولیس سیزر نے نہ صرف اسکندریہ اور شاہی محل پر قبضہ جما لیا تھا بلکہ اب وہ مصر کے جھگڑے ختم کرنا اپنا فرض سمجھ بیٹھا تھا۔ قاصد نے چند لمحے انتظار کیا پھر بولا۔

"شاہ مصر مجھے جواب نہیں دینا چاہتے۔ اس لیے میں بغیر جواب کے واپس جا رہا ہوں" اس کے ساتھ ہی قاصد نے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

شاہ بطلیموس جلدی سے بولا۔

"ٹھہرو قاصد۔ ہمارا جواب لیتے جاؤ"۔

قاصد چند قدم چلا تھا وہ الٹے پیروں واپس آ گیا۔

شاہ نے کہا۔

"رومتہ الکبریٰ (سلطنت روما) کے حکمراں سے ہماری طرف سے عرض کرنا کہ شاہ مصر بہت جلد ان کی خدمت میں تشریف لا رہے ہیں"۔

پھر سانس لے کر اس نے کہا۔

"تم آج رات ہمارے مہمان کی حیثیت سے یہاں رہو۔ صبح ہوتے ہی اسکندریہ روانہ ہو جانا؟"

"شکریہ شاہ مصر"۔ قاصد نے روکھے پن سے کہا۔ مگر مجھے رومی حکمراں کا حکم ہے کہ وہاں ایک لمحہ نہ ٹھہرو اور حکم دے کر فوراً" واپس آجاؤ مجھے اجازت عطا فرمائی جائے"۔

شاہ بطلیموس کو مجبوراً" قاصد کو اجازت دینا پڑی۔

قاصد کے جانے کے بعد شاہ بطلیموس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔

"اس وقت مجھے اپنے استاد تھیوڈوئس بہت یاد آرہے ہیں۔ وہ ہوتے تو ہمیں کوئی صحیح مشورہ ضرور دیتے"۔

وزیراعظم پوتھی نوس جل گیا سر جھکا کے بولا۔

"آپ فکر نہ کیجئے شاہ معظم۔ خادم اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ ہے۔ میں آپ کے ساتھ اسکندریہ چلوں گا۔ دیکھوں گا سیزر کے کیا ارادے ہیں"۔

شاہ بطلیموس اس قدر افسردہ ہو رہا تھا کہ اس نے پوتھی نوس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

شاہ بطلیموس کے لیے سیزر کا حکم ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اسکندریہ جانے کے دونوں راستے اس کے لیے کھلے تھے مگر ڈیڑھ دو سو میل کا گھوڑے کا سفر تکلیف دہ ہونے کے علاوہ خطرے سے بھی خالی نہ تھا۔ قلوپطرہ کا لشکر قریب ہی پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ اس کی طرف سے تعاقب کا بھی خطرہ تھا۔

آخر شاہ بطلیموس نے بحری سفر کو ترجیح دی اور دوسرے دن دوپہر کے وقت وزیراعظم کو ساتھ لے کر ایک تیز رفتار اور محفوظ کشتی کے ذریعہ اسکندریہ روانہ ہوا۔ راستے میں کوئی خاص بات پیش نہ آئی۔ بحر روم بالکل پر سکون تھا۔ تیز رفتار کشتی نے انہیں بغیر کسی پریشانی کے دارالسلطنت اسکندریہ میں شاہی محل کی سیڑھیوں پر اتار دیا۔

شاہ بطلیموس کی کیا بدقسمتی تھی کہ کل تک وہ اس محل کا مالک تھا۔ غلام' کنیزیں اور عمال حکومت اس کے آگے پیچھے بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر آج وہ اپنے

ہی محل کی سیڑھیاں اپنے وزیراعظم کے ساتھ طے کر رہا تھا اور اس سے کوئی یہ پوچھنے والا نہ تھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا لینے آئے ہو۔

شاہ کا خیال تھا کہ اگر جولیس سیزر کا دل صاف ہے تو وہ سیڑھیوں پر نہ سہی محل کے دروازے پر ضرور اس کا استقبال کرے گا مگر جب محل کے دروازے پر پہنچا تو وہاں سیزر کے رومی پہریداروں کے علاوہ کوئی مصری موجود نہ تھا۔ شاہ کا دل ڈوبنے لگا اور اس کے وزیراعظم کی ساری شان دھری رہ گئی۔

شاہ چند لمحے محل کے صدر دروازے کے سامنے کھڑا حسرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا کہ شاید اسے دیکھے اور پہچانے لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ ذرا دیر بعد صدر دروازے کا چھوٹا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک آدمی برآمد ہوا آنے والا شائد محافظ دستے کا سوار تھا۔ اس نے شاہ کے قریب پہنچ کر بغیر سلام کئے کہا۔

"اگر آپ بطلیموس چہاردہم ہیں تو آپ کے لیے فرمانروائے سلطنت روما کا حکم ہے کہ باہر کھڑے نہ ہوں بلکہ اندر چلے آئیے؟"

شاہ نے پوتھی نوس کی طرف دیکھا۔ اس نے چلنے کا اشارہ کیا اور دونوں آگے پیچھے محل میں داخل ہوئے۔ لانے والے نے انہیں ایک بڑے کمرے کے سامنے روکتے ہوئے کہا۔

"ذرا انتظار فرمایئے۔ ابھی آپ کو اندر بلایا جائے گا"۔

ذرا دیر بعد ایک کنیز کمرے سے نکل کے آئی اور ان سے کہا۔

"آپ کو فرمانروائے سلطنت روما نے شرف ملاقات بخشا ہے۔ تشریف لایئے۔

اپنے ہی محل میں ایک کنیز کی رہنمائی میں داخل ہونا شاہ بطلیموس اور اس کے وزیراعظم کو ضرور عجیب سا لگا ہو گا لیکن اب یہ ان کی مجبوری تھی۔ ان کا محل، محل نہ تھا بلکہ ایک محتسب کی عدالت تھی جہاں انہیں ملزموں کی طرح پیش ہونا تھا۔

جس کمرے میں انہیں طلب کیا گیا تھا وہ دراصل محل کے دربار ہال کے برابر ایک مختصر ہال تھا جہاں شاہ بطلیموس بوقت ضرورت اپنے کسی خاص مہمان سے ذاتی گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس وقت ہال کا فرنیچر تبدیل کر دیا گیا تھا۔ سامنے کی طرف شاہ

بطلیموس کی زرنگار مشت پر ایک اکیاون باون سال کا بارعب شخص بیٹھا آنے والوں کو تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

شاہ بطلیموس کو اسے پہچاننے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ اس کے صوفہ پر بے پروائی سے بیٹھا ہوا یہ شخص فلاسیلیا کے میدان کا فاتح اور اب سلطنت روما کا حکمراں جولیس سیزر کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ شاہی صوفے کے گرد کئی قیمتی نشستیں بھی تھیں جن پر معزز مہمان بٹھائے جاتے تھے مگر جولیس سیزر نے شاہ بطلیموس کو ایک معمولی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

شاہ بطلیموس کے شاید آنسو چھلک آئے تھے۔ اس نے ایک آہ بھر کے دل پر ہاتھ رکھا اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا پوتھی نوس کو بیٹھنے کے لیے نہیں کہا گیا تھا اس لیے وہ کھڑا رہا۔

جولیس سیزر نے خود گفتگو کا آغاز کیا اس نے شاہ بطلیموس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم شاہ مصر بطلیموس تیرہ کے بیٹے ہو؟"

"جی"۔ شاہ بطلیموس چودہ نے مختصرا جواب دیا۔

جولیس سیزر نے کہنا شروع کیا۔

"ہم نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ سلطنت روما کے مختار کل کی حیثیت سے تمہارے اور قلوپطرہ کے درمیان بادشاہت کا فیصلہ کرنا ہمارا قانونی اور اخلاقی فرض ہے۔ جب تمہارا باپ بطلیموس تیرہ تخت نشیں ہوا تو سلطنت روما نے اس کے سامنے تمہارے دادا کا ایک وصیت نامہ پیش کیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد مصر کی حاکم اعلیٰ، سلطنت جمہوریت روما ہو گی۔

"تمہارا باپ ایک بدخصلت اور حقیر انسان تھا۔ وہ پورے ملک میں بانسری بجانے والے کے نام سے مشہور تھا۔ محل کی کنیزوں کے ساتھ خوش فعلیاں کرنا اور شراب پینا اس کا کام تھا۔ رات کو وہ گھنٹوں بانسری بجایا کرتا تھا البتہ ایسے انسان کو مصر کی بادشاہت کیسے دی جا سکتی تھی لیکن اسے سہارا دینے اور بادشاہ بنانے میں صرف ایک شخص نے کامیاب کیا اور اس کے لرزتے قدموں کو تخت مصر پر جمائے رکھا۔

"اے بطلیموس تیرہ کے بیٹے۔ ادھر دیکھ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تمہارے باپ کو سلطنت مصر کی بادشاہت دلانے اور اسے تخت و تاج سنبھالنے کے لیے جس شخص نے تمام تر کوشش کی وہ شخص ہم اور صرف ہم یعنی اس وقت سلطنت روما کے واحد مختار کل جنرل جولیس سیزر ہیں۔

"آج سے آٹھ سال پہلے تمہارا باپ مصر کی فرمانروائی کا حق مانگنے روم گیا تھا۔ وہاں اس نے ہر سینٹر کے دروازے پر دستک دی اور مصر کی حکمرانی کی بھیک مانگی مگر کوئی اس کی مدد نہ کر سکا۔ اس وقت صرف ہم تمہارے باپ کے کام آئے۔ ہم نے سینٹ میں ایک انتہائی پر اثر تقریر کی اور تمہارے باپ کو مصر کی حکمرانی کا پروانہ دلا دیا۔ اس طرح تمہارا باپ جو مایوس ہو چکا تھا ہماری کوشش سے مصر کا بادشاہ بن گیا۔

"تمہارے باپ کو ٹھوکریں کھانے کا کافی تجربہ حاصل ہوا تھا اس لیے اس نے اپنی اولاد کو خانہ جنگی سے محفوظ کرنے کے لیے ایک وصیت نامہ لکھ کے روم کے خزانہ میں جنرل پومپی کے ذریعہ داخل کیا تھا اور مرحوم جنرل سے درخواست کی تھی اس کے مرنے کے بعد وہ بذات خود اس وصیت نامہ پر عمل درآمد کرائے۔

سلطنت روما کے اقتدار اعلیٰ کی جماعت یعنی ارباب ثلاثہ کا میں بھی ایک ممبر تھا اور یہ وصیت نامہ میری نظر سے گزرا ہے۔ اس میں درج ہے کہ تمہارے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بڑی بیٹی یعنی تمہاری بہن قلوپطرہ اور بڑا بیٹا یعنی تم مشترکہ طور پر مصر کے تخت و تاج کے وارث بنو گے۔

"اب چونکہ سلطنت روما کا میں حکمران ہوں اور اس لئے اسکندریہ میں چند دن کے لیے ٹھہرا ہوں کہ تم دونوں کے جھگڑے کا فیصلہ کروں اس کے بعد روم چلا جاؤں"۔

جولیس سیزر کے آخری جملوں سے شاہ بطلیموس اور اس کے خواجہ سرا وزیراعظم پوتھی نوس کو کچھ اطمینان ہوا کیونکہ سیزر نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ وہ جھگڑا ختم کرانے کے بعد روم واپس چلا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو کنکھیوں سے دیکھا اور سر جھکا لیا۔

جولیس سیزر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد سوال کیا۔

"اب ہم اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے تم سے سوال کرتے ہیں کہ آخر تمہارے اور قلوپطرہ کے درمیان کونسے ایسے اختلافات ہیں کہ تم دونوں مشترکہ طور پر مصر کی حکومت کو نہیں سنبھال سکتے اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو؟"

شاہ بطلیموس کے بجائے اس کے وزیر نے جواب دیا۔

"اے سلطنت روما کے عظیم حکمراں۔ یوں تو ہمارے درمیان چھوٹے چھوٹے کئی اختلافات ہیں لیکن سب سے بڑا------"

جولیس سیزر نے اس کی بات کاٹ دی اور بطلیموس سے کہا۔

"ہمارے سوال کا جواب اگر تم دو تو زیادہ بہتر ہو گا؟"

شاہ بطلیموس نے کہا۔

"اے روما کے عظیم حکمراں۔ میرے وزیراعظم کی ہر بات اور ہر عمل میری ہی طرف سے ہوتا ہے اس لیے ان کے جواب کو میرا جواب سمجھا جائے"۔

جولیس سیزر نے گھور کے پوتھی نوس کو دیکھا اور اسے بولنے کا اشارہ کیا۔

وزیراعظم پوتھی نوس نے فوراً بولنا شروع کر دیا۔

"اے سلطنت روما کے عظیم حکمراں۔ چھوٹے اعتراضات سے قطع نظر ہمارا شہزادی سے سب سے بڑا اختلاف اس بات پر ہے کہ وہ اس وصیت نامہ کی پابندی کرنے سے انکاری ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے"۔

سیزر نے حیران نظروں سے وزیراعظم کو دیکھا۔

"تم کہنا چاہتے ہو کہ قلوپطرہ وصیت کے خلاف اپنے چھوٹے بھائی کو حکومت میں شامل کرنے سے انکار کرتی ہے؟"

"بالکل ایسا ہی ہے حضور والہ"۔ مکار وزیراعظم نے کہا---- "شاہ بطلیموس تیرہ نے قلوپطرہ اور بطلیموس کو مشترکہ حکومت کا پابند اس لیے کیا تھا کہ شہزادی قلوپطرہ اپنے بھائی بطلیموس سے شادی کر کے اسے حکومت میں شریک کرے-----"

"کیا کہہ رہے ہو تم----" سیزر نے پوتھی نوس کو ٹوکا۔ "قلوپطرہ اور بطلیموس کی شادی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیا وہ دونوں سگے بھائی بہن نہیں؟"

"عالی جاہ۔ قلوپطرہ اور شاہ بطلیموس دونوں سگے بھائی بہن ہیں" وزیراعظم نے

وضاحت کی لیکن مصر کے قانون اور رواج کے مطابق بہن بھائی کی شادی ہوتی ہے
سیزر نے اعتراض کیا۔

"اگر بطلیموس خاندان کا مصر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خاندان تو یونان سے
مصر میں آباد ہوا تھا۔ اس لیے اس خاندان پر مصری قوانین کی پابندی ضرو
نہیں"۔

پوتھی نوس نے فوراً" جواب دیا۔

"عالی جاہ۔ آپ درست فرماتے ہیں۔ مگر بطلیموس خاندان پچھلے تقریباً تین
سال سے مصر پر حکومت کر رہا ہے اور یہ مصریوں سے اس قدر گھل مل گیا ہے
تمام مصری قوانین کی خود بھی پابندی کرتا ہے"۔

"پھر قلوپطرہ شادی سے انکار کیوں کرتی ہے؟" سیزر نے دریافت کیا۔

پوتھی نوس نے گردن تان کے کہا۔

"عالی جاہ۔ مصری قانون کے مطابق حکومت اور سلطنت کی وارث مرنے وا
کی سب سے بڑی بیٹی ہوتی ہے مگر مرحوم شاہ بطلیموس یہ چاہتے تھے کہ قلوپطرہ
ساتھ ساتھ اس کا بیٹا بطلیموس چودہ بھی حکومت میں شامل ہو سکے اور اس کی صو
یہی تھی کہ شہزادی قلوپطرہ اپنے بھائی سے شادی کرتی اور اسے حکومت میں حصہ
بناتی مگر شہزادی نے ایسا نہیں کیا اس طرح وہ وصیت نامہ کی خلاف ورزی کر
ہے"۔

جولیس سیزر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات میں کچھ وزن معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا فیصلہ ہم قلوپطرہ کا
سننے کے بعد کریں گے۔ ہم نے اسے بھی بلوایا ہے۔ اس وقت تک تم دونوں
محل ہی میں رہو گے"۔ پھر سیزر نے قریب کھڑے ہوئے مسلح غلام کو حکم دیا۔

"ان دونوں کو لے جاؤ۔ خیال رہے یہ شاہی مہمان ہیں۔ انہیں شاہی
نہیں بلکہ شاہی قیدی کی طرح رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔

بطلیموس اور وزیراعظم پوتھی نوس غلام کے ساتھ جانے لگے تو سیزر نے
روک کے کہا۔

"شہزادے بطلیموس تم بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہے ہو۔ ہم تمہیں یقین
دلاتے ہیں کہ ہمارا مصر پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ ہم تم دونوں کا فیصلہ کرانے
کے بعد روم واپس چلے جائیں گی۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تم فوج کو حکم دو جو
قلوپطرہ سے جنگ کے لیے قلعہ پیلوشیم میں جمع ہے کہ وہ نہ تو قلوپطرہ سے جنگ کرنے
کی کوشش کرے اور نہ اسکندریہ واپس آنے کا خیال دل میں لائے؟"

شہزادے بطلیموس نے اثبات میں صرف سر ہلایا۔

سیزر نے ذرا سختی سے کہا۔

"سر ہلانے سے کام نہیں چلے گا شہزادے۔ اسی وقت اپنے سپہ سالار کے پاس
ایک قاصد روانہ کرو کہ وہ نہ تو قلوپطرہ سے جنگ کرے اور نہ اسکندریہ کا رخ
کرے۔ یہ ہمارا حکم ہے"۔

"فرمانروائے روم کے حکم کی تعمیل کی جائے گی"۔ آخر بطلیموس جو شاہ سے
اب شہزادہ بن گیا تھا' زبان سے بولا--- "شاہی محل میں جو مصری غلام اور کنیزیں
موجود ہیں انہیں میرے ماتحت کر دیا جائے تاکہ میں ان میں سے کسی با اعتماد غلام کو
قلعہ پیلوشیم بھیج سکوں؟"

جولیس سیزر نے اس کی یہ بات مان لی اور مصری عملے کو بطلیموس کا حکم ماننے
کے لیے کہہ دیا گیا۔ شاہی محل میں صرف پینتالیس سابق مصری ملازم موجود تھے باقی
ملازموں کو رومی جنرل جولیس سیزر کے محل پر قبضہ کے بعد رخصت کر دیا گیا تھا۔ انہی
موجود ملازموں میں سے کسی ایک کو قاصد بنا کر سپہ سالار کے پاس بھیجنا تھا۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ شاہ بطلیموس کے تینوں مشیر یعنی وزیراعظم پوتھی
نوس' سپہ سالار اکیلاس اور اتالیق تھیوڈائس بظاہر ایک گروپ کی شکل میں تھے مگر
اندرون خانہ وہ ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے اور ایک دوسرے کی کاٹ میں لگے
رہتے تھے۔ انہوں نے محل میں اپنے اپنے جاسوس چھوڑ رہے تھے یہ جاسوس عام طور
پر معمولی ملازموں میں شامل تھے اور روز شام کو اپنے اپنے مالکوں کو دن بھر کی خبریں
پہنچاتے رہتے تھے چنانچہ محلاتی سازشوں کا آغاز ایسے ہی ملازم جاسوسوں کی وجہ سے
ہوا کرتا تھا۔

شاہ بطلیموس نے ان ملازموں میں سے ایک کو اپنا قاصد بنا کر قلعہ پیلوشیم روانہ کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ سپہ سالار کو تاکید کرے کہ وہ دارالسلطنت اسکندریہ آنے کا خیال بھی اپنے دل میں نہ لائے کیونکہ شاہی محل پر قابض جولیس سیزر صرف کچھ دن مصر میں رہ کر روم واپس چلا جائے گا۔ اس لیے اسے بگاڑنے چھیڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ بطلیموس، جولیس سیزر کے ساتھ مخلص تھا اور اس نے ایک قاصد قلعہ پیلوشیم بھیج بھی دیا تھا مگر اس کا چالاک وزیراعظم پوتھی نوس خواجہ سرا ہونے کی علاوہ حد درجہ بزدل اور چال باز بھی تھا اس نے شاہ کی مرضی کے بالکل خلاف ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ وزیراعظم نے اپنے جاسوسوں سے جولیس سیزر کی فوجی طاقت کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر لی تھیں۔

چنانچہ پوتھی نوس نے اپنے دو آدمیوں کے سپرد یہ خدمت کی کہ جب شاہ بطلیموس کا قاصد قلعہ پیلوشیم کی طرف روانہ ہو تو اسے راستہ میں کسی جگہ قتل کر دیں اور سپہ سالار کو یہ پیغام پہنچائیں کہ فوراً" پورا لشکر یعنی بیس ہزار پیادے اور دو ہزار سوار لے کر اسکندریہ روانہ ہو جائے اور یہاں آ کر شاہی محل کا محاصرہ کر لے کیونکہ جولیس سیزر کے ساتھ اتنا لشکر نہیں ہے کہ وہ زیادہ دن تک مدافعت کر سکے۔

وزیراعظم پوتھی نوس کو پورا یقین تھا کہ جولیس سیزر اپنے چار ہزار لشکر کے ساتھ مصر کے عظیم لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے گا اور جولیس سیزر کا بھی وہی انجام ہو گا جو جنرل پومپی کا ہوا تھا۔ پس شاہ بطلیموس کے قاصد کو پوتھی نوس کے منصوبے کے مطابق راستے میں قتل کر دیا گیا اور ان قاتلوں نے پیلوشیم پہنچ کر مصری سپہ سالار کو پوتھی نوس کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر معہ تمام لشکر کے اسکندریہ روانہ ہو جائے۔

وزیراعظم پوتھی نوس کا منصوبہ یہاں تک کے کامیاب ہوا۔ سپہ سالار اپنی مصری لشکر کے ساتھ اسکندریہ پہنچ گیا اور اس نے شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔ جولیس سیزر کو فوراً اطلاع دی گئی کہ ایک زبردست مصری لشکر نے شاہی محل کو گھیرے میں لے لیا ہے اور اب وہ محاصرے کا گھیرا آہستہ آہستہ تنگ کر رہا ہے۔

جولیس سیزر کو اس اطلاع پر غصہ بھی آیا اور ہنسی بھی آئی۔ اس نے اسی وقت بطلیموس اور پوتھی نوس کو اپنے حضور طلب کر لیا۔

"بطلیموس"۔ جولیس سیزر نے تلخ لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم ابھی بچے ہو اور ایک فوجی جنرل کے مزاج اور حکمت عملی کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے تم نے یہ حماقت کی ہے"۔

بطلیموس کو علم ہی نہ تھا کہ کیا ہوا ہے۔ وہ جولیس سیزر کے تلخ لہجے سے گھبرا گیا۔ گھبراہٹ سے بولا۔

"اے عظیم روما کے حکمراں۔ آخر ہم سے کیا خطا ہوئی جو آپ اس قدر برہم نظر آ رہے ہیں؟"

"اچھا خوب"۔ جولیس سیزر نے زہر خند کیا۔ "ذرا کھڑکی سے جھانک کے دیکھو۔ یہ فوج جو محل کو گھیرے ہوئے ہے وہ تمہاری نہیں بلکہ آسمانی فرشتوں کی ہے؟

بطلیموس نے پریشان ہو کے کھڑکی سے باہر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ تاحد نظر مصری فوج ہی فوج نظر آ رہی تھی۔ اس نے غضبناک نظروں سے اپنے وزیراعظم پوتھی نوس کو دیکھا۔ پوتھی نوس نے فوراً" سر جھکا لیا۔

بطلیموس نے کہا۔

"میں دیوتاؤں کی قسم دلا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ میرا قاصد مصری سپہ سالار تک ضرور پہنچا ہو گا"۔

"اور اسی تعمیل کے تحت مصری لشکر اسکندریہ پہنچ گیا"۔ جولیس سیزر کا لہجہ اور تلخ ہو گیا۔ "یاد رکھو۔ اعتماد سے کام بنتے اور بد اعتمادی سے بگڑ جاتے ہیں۔ تم نے ہمارے اعتماد کو فوراً" ٹھیس پہنچائی ہے"۔

بطلیموس نے بے انتہا خوشامدانہ انداز اختیار کیا۔

"اے عظیم حکمراں۔ میں پھر قسم کھاتا ہوں کہ میں نے فوجوں کو طلب نہیں کیا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس بات کی تحقیقات کروں گا کہ ایسا کیوں ہوا اور اس کا ذمہ دار کون ہے"۔

"تم جا سکتے ہو"۔ اس کے ساتھ ہی جولیس سیزر نے ان کی طرف سے منہ پھیر

لیا۔

بطلیموس اور پوتھی نوس اپنے کمرے میں پہنچے تو بطلیموس اس پر برس پڑا۔

"میں نے تمہیں اپنا وزیراعظم اور مشیر اس لیے بنایا تھا کہ تم غلط کام کر کے مجھے مصیبت میں پھنسا دو۔ اب کیا ہو گا۔ سیزر ہم سے سخت ناراض ہو گیا ہے"۔

چالاک وزیراعظم صاف مکر گیا۔

"میں دیوتاؤں کی قسم کھا کے شاہ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے لشکر نہیں بلایا"

بطلیموس نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"تم نے نہیں بلایا تو پھر یہ کیسے ہوا۔ کیا سپہ سالار نے خود ہی یہاں آنے کی غلطی کی ہے؟" وزیراعظم بولا۔

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا شاہ معظم مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔ میرے آدمیوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جنرل کے ساتھ مشکل سے چار ہزار فوج ہے۔ اگر ہمارے لشکر نے قصر شاہی پر حملہ کیا تو سیزر دو دن سے زیادہ مقابلہ نہ کر سکے گا اور اسے یا تو ہتھیار ڈالنا پڑیں گے یا پھر وہ فرار ہو جائے گا"۔

"مجھے تمہاری عقل اور تمہارے اندازے پر رونا آرہا ہے۔" بطلیموس نے سنجیدگی سے کہا۔ "قصر شاہی سے تمام مصری ملازمین کو رخصت کر دیا گیا ہے سوائے ان چند ان پڑھ اور چھوٹے درجوں کے لوگوں کے۔ پھر تمہیں سیزر کے لشکر اور اس کی طاقت کی اطلاعات کس نے پہنچائیں؟"

وزیراعظم پوتھی نوس نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اے شاہ عالی مقام۔ آپ چاہے جو کچھ کہہ لیجئے مگر میں آپ کو مصر کا بادشاہ نہیں بلکہ شہنشاہ بنا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جہاں تک اس شیخی خورے جنرل سیزر کا سوال ہے تو یہ اب تک رومیوں اور ایشیائے کوچک کے بزدل لوگوں سے جنگ کرتا رہا ہے۔ مصر کے بہادروں سے اس کا اب سابقہ پڑے گا تو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا اور۔۔۔۔"

"بس چپ ہو جاؤ۔۔۔" بطلیموس نے اسے ڈانٹا۔ "مجھے تم صرف بتاؤ کہ

تمہیں یہ اطلاع کس نے دی ہے؟"

"ایک محب وطن مصری نے"۔ وزیراعظم نے جواب دیا۔

بطلیموس اور گرم ہو گیا۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ اگر مصری ایسے ہی محب وطن ہوتے تو سیزر صرف چار ہزار فوجیوں کے ساتھ شاہی محل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے زیادہ سپاہی تو ہمارے محل کے محافظ دستے میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی مقابلہ کی کوئی کوشش نہ کی۔ اگر عوام نے ان کا ساتھ دیا ہوتا تو سیزر شاہی محل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

وزیراعظم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ تو بس اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ایک دو روز میں مصری لشکر محل پر حملہ کر کے سیزر کو گرفتار کر لے گا یا پھر مار بھگائے گا۔ پس اس نے بطلیموس کو قائل کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔

جنرل جولیس سیزر جس قدر بہادر تھا اس سے زیادہ ذہین بھی تھا۔ وہ جنرل پومپی کا تعاقب کرتا ہوا مصر اس لیے پہنچا تھا کہ پومپی مصر سے فوجی مدد حاصل کر کے از سر نو اس کے مقابلہ پر نہ آ سکے۔ مگر جب وہ اسکندریہ پہنچا تو اس نے مصر دارالسلطنت اور عظیم بندرگاہ کو بحری اور بری فوج سے خالی پایا۔ بطلیموس اپنی بحری اور بری فوج کے ساتھ قلوپطرہ کو روکنے کے لیے پورٹ سعید کے قریب قلعہ پیلوشیم میں پہنچ چکا تھا۔

جنرل سیزر نے اسکندریہ کو فوجوں سے خالی پایا تو اپنے بحری بیڑے کے چار بڑے جہازوں کے ساتھ شاہی محل کی سیڑھیوں پر پہنچ گیا۔ اسکندریہ کے حفاظتی دستوں نے بحری جہازوں کو آتے دیکھا تو وہ سمجھے کہ یہ قلوپطرہ کا لشکر ہے جو ملک شام سے آنے والی تھی۔ اس لیے محافظ دستوں نے کوئی روک ٹوک نہ کی اور حالات کا جائزہ لیتے رہ گئے۔ پھر جب انہوں نے دھڑا دھڑ رومیوں کو بحری جہازوں سے اترتے دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ مقابلہ کرنے کے بجائے اپنی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر چھپ گئے۔

جولیس سیزر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کمسن بطلیموس اور اس کے وزیراعظم پر

اعتبار کرنا یا ان سے کسی فائدے کی توقع عبث ہے بلکہ نقصان ہی نقصان کا امکان ہے۔ اس نے اسی وقت بطلیموس اور وزیراعظم کے اس کمرے پر سخت پہرہ لگا دیا جس میں انہیں رکھا گیا تھا۔ محافظوں کو سختی سے تاکید کی گئی کہ کسی دیسی یا بدیسی کو ان دونوں سے کسی صورت میں بھی نہ ملنے دیا جائے۔

شاہی محل کے وہ مصری ملازم جنہیں چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے محل میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی ان کی یہ رعایت ختم کر دی گئی۔ سیزر کا ان پر سے اعتماد اٹھ گیا تھا ایسے مصری ملازمین کی تین چوتھائی اسی وقت محل سے رخصت کر دی گئی۔ باقی جو چند ملازم مجبوراً" روکے گئے تھے ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کا حکم ہوا اور ان پر واضح کر دیا گیا کہ اگر کسی پر ذرا بھی شبہ ہوا تو اسے فوراً" موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

اس طرح سیزر نے محل کی اندرونی سازش کا خاتمہ کر دیا۔ جہاں تک باہر سے مصری فوج کے حملہ کا تعلق تھا اس کے لیے سیزر نے بری اور بحری دستوں کو اہم مقامات پر تعینات کر دیا۔ اس کے لیے چار ہزار فوج کافی تھی۔ وہ تو اس سے بھی چھوٹی فوج سے بڑے بڑے مقابلے سر کر چکا تھا۔

جولیس سیزر دیکھ رہا تھا کہ مصری لشکر آہستہ آہستہ شاہی محل کی طرف بڑھ رہا ہے مگر وہ بالکل ہراساں نہ تھا۔ شاہی محل کی بلند و بالا دیواریں بیرونی حملوں کو بہت دنوں تک روک سکتی تھیں۔ پھر اس وقت سیزر کے پاس جو فوج تھی وہ زیادہ تر اس کے محافظ دستوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ اس نے اسکندریہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اپنا ایک پیامبر ایشیائے کوچک روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ وہاں سے فوراً" کمک اسکندریہ روانہ کرے جو وقت ضرورت اس کے کام آ سکے۔

جولیس سیزر کو جنرل پومپی کے مرنے کا افسوس ضرور ہوا تھا مگر یہ اطمینان بھی ہو گیا کہ سلطنت روم کے اقتدار اعلیٰ کی جنگ اب ختم ہو چکی ہے اور سیزر کے روم کے "مختار کل" ہونے میں اب کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا تھا۔ اس کا نائب انطونی وہاں موجود تھا جو اس کے واپس آنے کا انتظار کر رہا ہو گا۔

پس جولیس سیزر جنگ و جدل کے طویل ایام کے بعد اب کچھ دنوں مصر میں

آرام کرنے کا خواہش مند تھا۔ یہاں قیام کرنے کا اس کے ساتھ ایک بہانہ بھی آ گیا تھا وہ سلطنت روم کا "مختار کل" کی حیثیت سے مصر کا سرپرست بھی بن گیا تھا اور یہاں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اس کے فرائض میں داخل ہو گیا تھا۔ پھر بھلا وہ اس وقت تک مصر کیسے چھوڑ سکتا تھا جب تک بطلیموس اور قلوپطرہ کے جھگڑے کا کوئی فیصلہ نہ ہو جاتا۔

چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مصر سے اس وقت تک واپس نہیں جائے گا جب تک تخت و تاج مصر کا کسی ایک یا دونوں کے حق میں کوئی معقول فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اسے تھکن اتارنے اور آرام کی بھی بہت ضرورت تھی اور اس بہانے وہ یہ مقصد بھی حاصل کر سکتا تھا۔ مصری فوجوں سے وہ اس وجہ سے بھی خائف نہیں تھا کہ اگر بالفرض محال اسے اسکندریہ کا شاہی محل' مصریوں سے ایک طویل جنگ کے بعد (جس کے لیے وہ تیار تھا) چھوڑنا بھی پڑے تو شاہی محل کے مشرقی حصہ میں جو ساحل بحر سے متصل تھا اس کا بحری بیڑہ موجود تھا' کسی بھی خطرے کی صورت میں وہ اپنے بحری بیڑے پر بیٹھ کے اسکندریہ سے روانہ ہو سکتا تھا۔

سیزر مصری فوجوں کی طرف سے بے خوف ہونے کے باوجود تھوڑا سا فکر مند تھا۔ دراصل وہ بطلیموس' قلوپطرہ اور مصری عوام کو یہ جتلانا چاہتا تھا کہ جنرل پومپی کے مرنے کے بعد مصر کی سرپرستی اب اس کے مضبوط ہاتھوں میں آ گئی تھی مگر یہ ثبت کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ بطلیموس اور قلوپطرہ آمنے سامنے بیٹھیں اور وہ ثالث کی حیثیت سے ان کا فیصلہ کرے لیکن مشکل یہ تھی کہ قلوپطرہ پورٹ سعید کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔

سیزر یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اگر قلوپطرہ کو یہ معلوم بھی ہو گیا کہ سیزر مصر کے شاہی محل میں موجود ہے تو بھی وہ یہاں آنے کی غلطی نہیں کرے گی کیونکہ بطلیموس کی فوجوں نے محل کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور ان کی نظروں سے بچ کر شاہی محل میں داخل ہونا ناممکن تھا۔ سیزر کے لیے یہ بھی مشکل ہو گیا تھا کہ اب وہ کسی اپنے آدمی کو پورٹ سعید بھیج کر قلوپطرہ کو فیصلے کے لیے بلوائے۔

شام جھٹ پٹے کا وقت تھا۔ سیزر خیالات میں غلطاں و پیچاں عالم اضطراب میں

شاہی محل کے وسیع دیوان خانے کی راہداری میں ٹہل رہا تھا۔ سورج کی آخری کرنیں محل کے فرش کو چوم رہی تھیں کہ وہ ٹہلتے ٹہلتے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا اس نے دیکھا کہ مشرقی دروازے کی طرف سے ایک تندرست و توانا شخص سر پر ایک بوری رکھے آ رہا ہے۔ اسے تعجب اس بات کا تھا کہ اس کا رخ اسی کی طرف تھا۔

سیزر اور اس آنے والے کے درمیان جب تیس پینتیس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تو اس نے بوری کو ایک بستر کی طرح لڑھکا دیا اور اس بستر سے ایک کمبل کھلتا چلا گیا۔ پھر سیزر کی آنکھیں اس وقت پھیل کر رہ گئیں جب بستر کے آخری سرے سے ہیولا سا بلند ہوا اس نے ایک انسانی پیکر کی صورت اختیار کر لی وہ ایک دوشیزہ تھی۔ مصری السپرا یا کوئی آسمانی مخلوق۔

سیزر کو زیادہ حیرانی اس بات پر تھی کہ سخت پہرے کے باوجود ایک شخص ایک بھاری بوری سر پر رکھے یہاں تک کیسے پہنچا اور پھر اس نے انتہائی اطمینان سے بوری کھولی۔ اس میں سے ایک جیتی جاگتی لڑکی برآمد ہوئی اور وہ شخص جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو خاموشی سے واپس چلا گیا۔

سیزر نے اسے غور سے دیکھا۔

لڑکی بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

لڑکی مسکرائی اور مسکراتی چلی گئی۔

اس کے منہ سے جیسے پھول جھڑ رہے تھے۔

سیزر نے اس کی طرف ایک قدم بڑھایا۔

لڑکی بڑھ کے دو قدم آگے آ گئی۔

بے تکلف و بے حجاب۔

بے خوف و بے اضطراب۔

وہ لڑکی کیا تھی۔ دست قدرت کا بہترین شاہکار۔ غزالی آنکھیں۔ ستواں ناک۔ چھوٹا دہانہ۔ جاگتے ابرو اور لہراتی پلکیں۔ چھب ایسی کہ جیسے دنیا جہان کی رعنائیاں اس پیکر میں سمٹ آئی ہوں۔ اس پر آشوب دور میں ایک ماہ پارہ کا اس قدر بے باکانہ انداز [redacted] کے سامنے آنا سیزر کے لیے حیرت انگیز تو نہیں لیکن تعجب خیز ضرور تھا۔

لڑکی کی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس کی اچانک اور غیر متوقع آمد سے سیزر اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے رشوت کے طور پر اس کے پاس بھیجا گیا ہے۔ سیزر کی عمر اس وقت پچاس سے اوپر تھی۔ اس نے ایک زمانہ دیکھا تھا۔ بے شمار قوموں اور ذاتوں کی عورتوں سے اس کا واسطہ پڑ چکا تھا۔

عورتوں کے معاملے میں سیزر انتہائی بیباک' اور رنگیلا تھا۔ جولیس سیزر اپنی عمر کے تمام جنرلوں سے زیادہ خوبصورت تھا اس لیے ساتھی جنرلوں' پومپی' گیبی لس' اور کرسس کی بیویاں اس کی خوشہ چینیوں سے محفوظ نہ رہ سکی تھیں بلکہ ہمہ وقت نثار ہونے پر تیار رہتی تھیں۔ گزشتہ کئی ماہ سے سیزر میدان جنگ کی صعوبتوں اور مشکل ترین ریاضتوں سے دو چار تھا اور اب کامیابی کے بعد اپنے تھکن زدہ جسم کو سکون اور فرحت دینے کا خواہش مند تھا۔

چنانچہ اس خیال سے بے پروا ہو کر کہ یہ آنے والی پری چہرہ لڑکی رشوت ہے یا نہیں' سیزر نے اپنی عادت کے مطابق اپنی باہیں پھیلا دیں۔ لڑکی نے جواب اس کے قریب پہنچ چکی تھی' سیزر کو اور اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں کو ایک ایسے طلسماتی انداز میں دیکھا کہ اس کا مضبوط جنگی بدن ایڑی سے چوٹی تک لرز کر رہ گیا اور اس کے بازو جیسے کھلے تھے ویسے ہی کھلے رہ گئے۔ سیزر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس لڑکی میں وہ کونسی طلسماتی کشش ہے جو اس کے حواسوں پر سوار ہو گئی۔

وہ ماہ پارہ مسکراہٹیں بکھیرتی سیزر کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"تم کون ہو اور یہاں کیوں آئی ہو؟" سیزر نے کھلے بازو سمیٹتے ہوئے سوال کیا۔ سوال کرتے وقت وہ بری طرح احساس کمتری کا شکار ہو گیا تھا۔

سیزر کے سوال کے جواب میں لڑکی ایک بار پھر مسکرائی۔

آخر سیزر کی ہوا مردانگی جوش میں آئی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر لڑکی کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن لڑکی اک انداز دلربائی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟" لڑکی نے بڑی تمکنت سے الٹا اس سے سوال کیا۔ سیزر نے جیسے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا---" سیزر کے لہجے میں بڑا [redacted]ق

تھا۔ "میں جس عورت کو ایک بار دیکھ لیتا ہوں اسے کبھی نہیں بھولتا"۔

لڑکی نے کمال کج ادائی سے جواب دیا۔

"مگر میں عورت نہیں ہوں"۔

"عورت نہیں ہو تو پھر کون ہو؟" سیزر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں دیوتاؤں کی اوتار بلکہ مجسم دیوتا ہوں۔ مجھ میں کئی دیوتا حلول کئے ہوئے ہیں"۔ اس کا انداز بڑا پر غرور تھا۔

"ٹھیک ہے" سیزر مسکرا دیا۔۔۔ "تم دیوتاؤں کی اوتار ہو مگر خدا تو نہیں ہو؟"

"تم اب تک مجھے غلط سمجھ رہے ہو"۔ لڑکی نے جرح کی۔ "میں اس زمین پر خدا کی نائب ہوں"۔ سیزر ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ اس نے ایک زور دار قہقہہ بلند کیا۔

لڑکی کا چہرہ متغیر ہو گیا ایک غصہ کی ایک ہلکی سی لکیر اس کی جھیل جیسی آنکھوں میں چمکی۔

"تمہیں اپنے اس بے وقت قہقہہ پر افسوس ہو گا جب تمہیں میری حقیقت معلوم ہو گی۔ سیزر ذرا سنجیدہ ہوا۔ بولا۔

"تم اپنی اصلیت بتاتے ہوئے شاید گھبرا رہی ہو۔ بتاؤ تم کون ہو۔ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"کیا تم نے سکندر اعظم کا نام سنا ہے"۔ لڑکی نے اک دم سوال کیا۔

سیزر نے شاہانہ انداز اختیار کیا۔

"خیال رہے۔ تم مجھے کسی نام سے مرعوب نہیں کر سکتیں۔ شاید تمہارا اشارہ اس سکندر کی طرف ہے جس نے پوری دنیا فتح کرنے کا اعلان کیا تھا اور نصف دنیا پر بھی قبضہ نہیں کر سکا۔ پھر سکندر اعظم کیسے ہوا۔ وہ صرف سکندر تھا۔ ایک عام بادشاہ"۔

"وہ عام بادشاہ نہیں تھا۔۔۔" لڑکی نے جھنجھلا کے جواب دیا۔ "اسی سکندر نے یہ اسکندریہ آباد کیا تھا جہاں تم اس وقت پناہ لئے ہو۔ سکندر اعظم کے بعد اس کے جنرل بطلیموس بن لاغوص نے مصر فتح کیا اور اسکندریہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا وہی

بطلیموس خاندان مصر پر گزشتہ تین صدیوں سے حکمرانی کر رہا ہے اور میں اس خاندان کی ساتویں فرمانروا ہوں"۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔؟" سیزر نے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا۔

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں"۔ لڑکی نے زور دے کر کہا۔ "کیا میرا طوار اور میری گفتگو میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے تم پر یہ انکشاف ہوتا کہ میں واقعی مصر کی ملکہ اور فرمانروا ہوں"۔

"مگر۔۔۔۔" جولیس سیزر گھبرا گیا۔

یہ لڑکی جو واقعی مصر کی فرمانروا اور ملکہ تھی بڑی بے پروائی سے بولی۔

"میرا خیال ہے کہ میں غلط جگہ آ گئی ہوں۔ اگر تم سلطنت روما کے جنرل جولیس سزیر ہوتے تو تم نے مجھے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا ہوتا؟"

سیزر اب واقعی اس کی گفتگو سے متاثر ہو گیا تھا۔ اس نے معذرت کا انداز اختیار کیا۔

"اوہ قلوپطرہ۔ مجھے افسوس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا تمہارے اطوار اور تمہاری گفتگو بے شک بڑی پروقار طلسماتی اور شاہانہ ہے۔ تم نے مجھے پہچاننے میں قطعی غلطی نہیں کی مگر میں تمہارے آنے کے اس انداز سے ضرور دھوکہ کھا گیا"۔

"میری اس طرح سے آنے کے انداز کی نہیں بلکہ میری اس "جرات" کی داد دیجئے اے فرمانروائے سلطنت روما"۔ "قلوپطرہ نے تبسم کی بجلیاں بکھیرتے ہوئے کہا۔

سیزر اس کی ایک ناقابل یقین طلسماتی دباؤ میں آ گیا تھا۔ اس نے دوبارہ معذرت کی۔

"جولیس سیزر تمہیں پہلی نظر میں نہ پہچاننے پر دوبارہ معذرت خواہ ہے؟"

قلوپطرہ کے چہرے پر اب بھی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"اگر تم واقعی سلطنت روما کے مختار کل ہو تو میں تمہارے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے آئی ہوں۔ میری درخواست ہے کہ میرے باپ کی وصیت کے مطابق میرا حق مجھے دلاؤ۔

جولیس سیزر اب اپنے حواسوں پر قابو پا چکا تھا۔ وہ بھی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"ان باتوں پر ہم بیٹھ کے تفصیلی گفتگو کریں گے۔ چلو اندر چلتے ہیں؟"

سیزر نے اپنے قدم "بھڑائے۔ اسی وقت قلوپطرہ کی آواز ابھری۔

"اے فرماں روائے روم------"۔

اور سیزر کے قدم پھر اپنی جگہ واپس آ گئے۔ اس نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"کیا مصر کی ملکہ خوفزدہ ہے؟"

"ہرگز نہیں-----" قلوپطرہ نے فوراً" جواب دیا۔ "میں یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ مجھے کل کے آفتاب سے پہلے یہاں سے واپس جانا ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور مجھے روما کے مختار کل سے مصری معاملات اور سیاسی امور پر بہت سی باتیں طے کرنا ہیں اس لیے میں چاہتی ہوں کہ----"

سیزر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"صبر سے کام قلو قلوپطرہ" سیزر کے لہجے میں شاہانہ تمکنت یا ایک جنرل گرج موجود تھی---- "مصری حالات اور سیاسی امور ضرور سنے جائیں گے لیکن دوسرے فریق کی موجودگی میں"۔

سزیر نے اس کے ساتھ ہی قدم موڑ کے چلنا شروع کر دیا۔ قلوپطرہ بدحواس ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا قدم اٹھائے۔ اس کے مقدمہ کا جج اور حاکم اسے اپنے ساتھ آنے کی دعوت بھی دے گیا تھا۔ یہ تمام باتیں قلوپطرہ کے ذہن میں ایک ساتھ ابھریں مگر اس نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور سیزر کے پیچھے چلنے لگی۔

یہ محل قلوپطرہ کا تھا۔ وہ اس محل میں ملکہ مصر کی حیثیت سے بھی تقریباً سال تک رہی تھی کہ بدذات پوتھی نوس نے اپنے دو ساتھیوں یعنی اس کے بھائی بطلیموس کے اتالیق تھیوڈوٹس اور وزیراعظم ایکیلاس کی مدد سے ملکہ قلوپطرہ کو محل سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

سیزر ایک کمرے میں داخل ہو کر قلوپطرہ کو ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

قلوپطرہ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے مقدمہ کے سلسلہ میں گفتگو شروع کر دی۔

"اے روما کے مختار کل۔ اگر فریق مخالف دو دن تک آپ کے پاس نہیں آتا کیا آپ اس کا انتظار فرمائیں گے؟"

اب سیزر نے نظریں قلوپطرہ کے چہرے پر جما دیں۔

"ایسا نہیں ہو گا قلوپطرہ۔ وہ دو دن سے بہت پہلے تمہارے سامنے ہو گا"۔

قلوپطرہ مطمئن نہ ہو سکی۔ اس نے ہلکا سا طنز کیا۔

"سلطنت روما کے مختار کل کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے؟"

"قلوپطرہ نے ٹھیک کہا۔ لیکن بعض ناممکن باتیں ممکن بھی ہو جاتی ہیں؟"

"روما کے مختار کل نے درست فرمایا لیکن ناممکن باتیں صرف دیوتاؤں کے حکم ہی سے ممکن ہو سکتی ہیں"۔

سیزر نے دریافت کیا۔

"تمہارا بھائی بطلیموس۔ اس وقت کہاں ہے؟"

"پورٹ سعید کے قریب قلعہ پیلوشیم میں"۔

"اگر میں کہوں کہ بطلیموس اس محل میں موجود ہے تو؟"

"تو میں سمجھوں گی کہ روما کا مختار کل ایک مظلوم اور مجبور شاہی فرد سے مذاق کر رہا ہے"۔

"قلوپطرہ۔ تمہارے بھائی کا اس محل میں موجود ہونا اتنا ہی یقینی ہے جتنا یقینی ہم سب کی ایک دن موت کا آنا یقینی ہے"۔

"آپ کے کہنے پر یقین کئے لیتی ہوں اگرچہ یہ بالکل ناممکن ہے۔

سیزر مسکرایا اور بولا۔

"قلوپطرہ۔ میں ہر بات کا ثبوت پیش کروں گا۔ مگر تم پہلے میری ایک حیرانی اور تجسس کو دور کرو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ بطلیموس اور اس کا وزیراعظم میرے قبضہ اقتدار میں ہے کہ نہیں؟"

"آپ نے شاید بطلیموس کے وزیراعظم پوتھی نوس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس کا آپ کے ہاتھوں گرفتار ہونا نا ممکن ہے۔ اس فساد کی اصل جڑ وہی ہے۔ اس نے ہی بطلیموس کو میرے خلاف ورغلایا تھا۔"

سیزر نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔ جب تک تم میری حیرانی دور نہیں کرتیں اس وقت تک اس سلسلے میں میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دوں گا"۔

"مجھے افسوس ہے اے روما کے مختار کل۔ مگر آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کو کیا پریشانی ہے اور کس بات کی جستجو ہے؟"

"میں پریشان نہیں بلکہ اس بات پر حیران ہوں کہ مصری لشکر کے بیس ہزار سے بھی زیادہ فوجیوں کی آنکھوں میں تم دھول جھونک کر مجھ تک کیسے پہنچ گئیں یہ ہے میری حیرانی اور تجسس جسے صرف تم ہی دور کر سکتی ہو؟"

قلوپطرہ نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھکا لیا پھر چند لمحوں بعد گویا ہوئی۔

"اے فرمانروائے روما"۔ مجھے یقین تھا کہ مصر کے تخت و تاج پر میرا حق صرف اس صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جب میرے مقدمہ کا فیصلہ خود جولیس سیزر کرے جو آج کل اسکندریہ کے شاہی محل پر پہنچا ہوا ہے۔ اس کے لیے میرا خود بھی شاہی محل میں ہونا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں' میں بہت پریشان تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ مصری لشکر قلعہ پیلوشیم چھوڑ کر اسکندریہ چلا گیا ہے تو میری تشویش اور زیادہ بڑھ گئی کیونکہ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ میرے وزیراعظم پوتھی نوس نے جنرل پومپی کو فریب دے کر اسکندریہ کے قلعہ میں بلوایا اور اسے محل کی سیڑھیوں پر قتل کر دیا۔

"مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر ان مکار لوگوں نے تمہیں بھی دھوکہ دے کر قتل کر دیا تو مجھے عمر بھر مصر کا تخت و تاج حاصل نہ ہو سکے گا۔ ان باتوں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ مصر تو میرے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور اس کے بعد میرا قتل ہو جانا بھی یقینی ہے تو پھر کیوں نہ میں وہ آخری قدم اٹھاؤں جس میں کامیابی کی صرف ایک امید جو نظر آتی ہے۔ بس یہ ایک مختصر حال ہے میرے یہاں آنے کا"۔

جولیس سیزر' قلوپطرہ کی خوبصورتی کا تو پہلے ہی قائل تھا اب اس جرات اور حسن تدبر کا بھی قائل ہو گیا اس نے مسکراتے ہوئے ایک اور سوال کیا۔

"میں تمہارے منصوبے کی داد دیتا ہوں قلوپطرہ۔ اس سلسلہ میں ایک بات اور بتاؤ۔ پورٹ سعید سے اسکندریہ تک تمہیں راستے میں کسی نے نہیں پہچانا پھر محل کے سامنے بھی تمہیں کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کسی قسم کی روک ٹوک کی؟"

قلوپطرہ نے جواب میں کہا۔

"میرا خیال تھا کہ مصر کے عظیم لشکر نے اسکندریہ پہنچ کے یا تو قتل کر دیا ہو گا یا پھر تم اس کی حراست میں ہو گے اور میں شاہی گھاٹ کی سیڑھیوں پر پہنچتے ہی شہزادے بطلیموس کے ہاتھوں ماری جاؤں گی۔ اگر وہاں سے بچ کے آگے بڑھی تو کسی راہداری میں ضرور قتل کر دی جاؤں گی مگر میری رفتار کشتی جس میں میں اور میرا وفادار غلام اپالو ڈورس سوار تھے صحیح و سلامت شاہی محل کی دیوار کے نیچے' سمندر کی پر سکون سطح پر آکر رک گئی۔

"اس وقت تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر جب سورج مغرب کی طرف جھکا اور سائے لمبے ہونے لگے تو اس نے خود کو کمبل میں لپیٹا اور اپالو کو حکم دیا کہ وہ مجھے بوری کے اندر ڈال کے اوپر سے رسیاں کس دے اور اس بوری کو اپنے کاندے پر رکھ کر کسی دروازے سے بھی محل کے اندر داخل ہو جائے----"

سیزر اس کی اس بات پر قہقہ مار کر ہنس پڑا جس سے قلوپطرہ کی بات کٹ گئی۔ پر سکون ہونے کے بعد اس نے سوال کیا۔

"بڑی حیرت انگیز کہانی ہے تمہاری۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ محل کے کسی پہریدار نے بھی تمہیں نہیں ٹوکا؟"

قلوپطرہ بھی ہنس پڑی تھی۔ اس نے بتایا۔

"صرف ایک جگہ کسی نے اپالو ڈورس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس کا جواب اپالو نے یہ دیا تھا کہ وہ اپنے ایک رومی دوست کا بستر پہنچانے آیا ہوں میں نہیں جانتی کہ اتنا موزوں جواب فوری طور پر اپالو کے دماغ میں کیسے آیا۔ میں اس سے ضرور پوچھوں گی"۔

سیزر کے لیے یہ دوسری حیران کن بات تھی۔ وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ قلوپطرہ نے سوال کر دیا۔

"میں نے سلطنت روما کے اقتدار اعلیٰ اور مختار کل کا تجسس دور کر دیا۔ چونکہ وقت کم ہے اور میں اپنے حق" کا فیصلہ چاہتی ہوں۔ بہتر ہو گا کہ آپ-----"

اور پھر قلوپطرہ نے بات روک کر ایسی بھرپور نظروں سے دیکھا کہ جولیس سیزر جیسا تجربہ کار اور جہاندیدہ انسان بھی تڑپ کے رہ گیا۔ پچاس سال سے اوپر ہونے کے باوجود جولیس سیزر کے چہرے سے ایک شاہانہ جلال اور تمکنت ٹپکتی تھی اس لیے سیزر نے خود کو سنبھالا پھر قلوپطرہ کی بھرپور نظروں کا وار اپنی بھرپور نظروں پر روکا۔ دونوں نظریں الجھیں تو پھر الجھی ہی رہ گئیں۔ سوال و جواب اور نامہ و پیام ہونے لگے۔ اس میں کچھ دیر لگی۔ آخر سیزر نے سنبھل کے کہا۔

"قلوپطرہ۔ تمہارے بھائی کا لشکر محل کے گرد موجود ہے مگر تمہارا بھائی بطلیموس اور اس کا چالاک چوہا پوتھی نوس دونوں اسی محل میں قید ہیں۔ اطمینان رکھو۔ کل صبح تمہارا فیصلہ ہو جائے گا۔ میں نے تمہارے والد مرحوم کی وصیت کے بارے میں شہزادے بطلیموس سے کھل کر گفتگو کی تھی۔ تمہارے بھائی کے بجائے اس کے چالاک چوہے نے یہ جواب دیا تھا کہ وصیت نامہ کی خلاف ورزی شہزادے نے نہیں بلکہ تم نے کی ہے کیونکہ تم نے شادی سے انکار کیا ہے"۔

"یہ غلط ہے"۔ سراسر جھوٹ ہے"۔ قلوپطرہ چیخ پڑی----" میں نے شادی سے نہ اس وقت انکار کیا تھا اور نہ اب انکاری ہوں"۔

غصہ سے قلوپطرہ کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ قلوپطرہ کا پیکر دست قدرت نے ایسا خوبصورت تراشا تھا کہ دیکھنے والے کی اس پر نظر نہ ٹھہرتی تھی مگر اس وقت غصہ میں وہ کچھ زیادہ ہی طرحدار اور حسین ہو گئی تھی۔

سیزر نے اسے ہلکے سے چھیڑا۔

"قلوپطرہ۔ تم غصہ میں زیادہ خوبصورت لگتی ہو"۔

کہاں تو قلوپطرہ کا چہرہ سرخ اور ہونٹ تھرا رہے تھے مگر جب سیزر نے اسے اس انداز سے چھیڑا تو وہ اک دم چھوئی موئی کی طرح سمٹ گئی۔ شرما گئی اور اس کی نظریں نیچی ہو گئیں۔

"آپ---- آپ----- نے میری بات کاٹ دی۔ میں بہت ضروری بات بتا

رہی تھی آپ کو"۔

"تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے"۔ سیزر نے اک عالم بیخودی میں جواب دیا۔

"جب تک میں پورا حال بیان نہیں کروں گی آپ فیصلہ کر سکیں گے؟" قلوپطرہ اصل حالات بیان کر کے سیزر کو متاثر کرنے کے علاوہ اپنے دل کا بوجھ بھی ہلکا کرنا چاہتی تھی۔

"ضرورت تو نہیں ہے"۔ سیزر نے کہا---- "اگر تم کہنا ہی چاہتی ہو تو ضرور کہو مگر تمہارے چہرے کا وہی رنگ رہنا چاہیے جو چند لمحے طاری تھا۔

قلوپطرہ نے گلا صاف کیا اور بولی----

"میں کہہ رہی تھی کہ میں نے شادی سے کسی وقت بھی انکار نہیں کیا۔ میرے والد کو انتقال کئے تین سال ہوئے ہیں۔ ان کے بعد مجھے باقاعدہ مصر کا بادشاہ بنایا گیا اور میں نے دو سال تک بڑے سکون سے حکمرانی کی۔ شادی کے معاملہ میں کوئی جھگڑا نہ تھا۔ میں نے شادی کی اجازت دیدی تھی اور شادی کی ایک دو رسمیں بھی ہوئی تھیں لیکن پھر اس ذلیل پوتھی نوس اور بطلیموس کے استاد نے ایسا چکر چلایا کہ میرا ناک میں دم ہو گیا پھر ان دونوں نے مصری فوج کے سپہ سالار ایکیلاس کو بھی اپنے سازش میں شریک کر لیا اور پھر-----"

"بس بھی کرو قلوپطرہ----" جولیس سیزر نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم جان بچا کے شام کی طرف چلی گئی تھیں وہاں سے فوج لے کے آئی ہو اور اب ہر طرح شہزادہ بطلیموس سے مصر کا تخت و تاج حاصل کرنا چاہتی"۔

"چاہتی تو یہی ہوں----" قلوپطرہ نے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا---- "مگر مصر کا تخت و تاج بغیر آپ کے فیصلے کے مجھے نہیں مل سکتا"۔

پھر قلوپطرہ نے ایسی التجا بھری نظر سے جولیس سیزر کو دیکھا کہ وہ اپنے حواس میں نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

"قلوپطرہ مصر کا تخت تمہارا تھا اور تمہیں ضرور ملے گا"۔

جولیس سیزر کے اس اعلان پر قلوپطرہ کی آنکھیں التجا کی دھند سے صاف ہو

گئیں ان میں خوشی کے آنسو لہرانے لگے۔

قلوپطرہ کو تقریباً" یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک بار پھر مصر کی ملکہ بن جائے گی اور اگر اس کے اس یقین میں کوئی کمی باقی رہ گئی تھی تو وہ باقی وقت میں پوری ہو گی جو اس نے جولیس سیزر کے ساتھ تنہا گزارے تھے۔

○

جولیس سیزر کو اسکندریہ پہنچنے کے فوراً" بعد بطلیموس کے اطالیق تھیوڈوئس نے اس کے سب سے بڑے دشمن جنرل پومپی تحفتاً" پیش کیا تھا۔ یہ اگرچہ سیزر کے لیے نہایت دل خوش کن اور اطمینان بخش تحفہ تھا لیکن وہ پہلی نظر میں اس تحفہ کو قبول نہ کر سکا اور اس نے سر پیش کرنے والے کو انعام کے بجائے' دھتکار دیا تھا۔ وہ غریب نہ معلوم کن کن امیدوں کو لے کر سیزر کے پاس گیا تھا مگر سیزر کے اس تحقیر آمیز اور نفرت انگیز رویہ سے اس قدر دل برداشتہ ہوا کہ اس نے دنیا ہی چھوڑ دی اور معلوم نہیں کہ کس گوشہ میں جا کے چھپ گیا۔

ظاہر ہے سیزر کا اسکندریہ آنے کا مقصد اپنے دشمن پومپی کا خاتمہ کرنا یا کم از کم "اسے اس قدر بدحال کر دینا وہ پھر فوجیں اکٹھا کر کے اس کے مقابلہ پر نہ آ سکے۔ اس بہت بڑے مقصد کا مکمل حل سیزر کو اسکندریہ پہنچتے ہی طشتری میں رکھ کے پیش کر دیا گیا۔ چنانچہ اب اسے مصر سے کوئی خاص دلچسپی نہ رہ گئی تھی سوائے اسکندریہ جیسے عظیم شہر پر اپنے شاہی جاہ و جلال کا عصا لہرائے اور کچھ دن بحر روم کے گلابی جاڑوں کے لطف سے مسلسل لڑائیوں سے چور چور جسم کو کچھ دن آرام دے۔ اسے امید تھی کہ اتنے دنوں میں روم سے یہ خبر آ جائے گی کہ اس کے جگری دوست انطونی (اینٹونم نے وہاں کے حالات پر پوری طرح قابو پا لیا ہے اور اب وہ (سیزر) اپنے پورے کروفر کے ساتھ روم میں داخل ہو سکتا ہے۔

مگر جب قلوپطرہ انتہائی ڈرامائی انداز سے شاہی محل میں داخل ہوئی' اس نے سیزر سے نصف شب سے زیادہ دیر تک گفتگو میں گزاری اور باقی وقت دل نوازیوں اور اٹکھیلیوں میں گزرا سیزر کے تمام منصوبے اور ارادے دھرے کے دھرے رہ گئے قلوپطرہ کے تدبر' ذہانت' معاملہ فہمی اور دل ستانیوں میں حسن کی حرارت بھی شامل ہو

گئی جس نے سیزر کو ایک نیا راستہ دکھایا اور سیزر نے محسوس کیا کہ قلوپطرہ ایک ایسی ہستی ہے جس کے جمال و جلال اور بھی بہت کچھ حاصل کیا جاتا ہے۔

مصر' بحر روم کا زرخیز ترین ملک تھا اور اسکندریہ' روم کے بعد سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی اس کے ساتھ ہی یہ شہر اور بندرگاہ مشرق کے ناقابل تسخیر ممالک کا صدر دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ ان سب چیزوں کی کنجی قلوپطرہ کے پاس تھی۔ ان حالات میں سیزر کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ بطلیموس کو تخت سے محروم کر کے قلوپطرہ کو ملکہ مصر بنا دے اب یہی اسکا سب سے بڑا مفاد تھا۔

صبح ہوتے ہی روم کے مختار مطلق جولیس سیزر نے شہزادے بطلیموس کو بلوا بھیجا۔ بطلیموس پریشان پریشان سا کمرے میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی نظر قلوپطرہ پر پڑی جو سامنے کے کوچ پر ایک انداز دلربائی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ بطلیموس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ابھی وہ کسی نشست کے قریب بھی نہ پہنچ پایا تھا کہ جولیس سیزر کی گرجدار آواز نے اسے اور دہلا دیا۔

"بطلیموس۔ تمہارا وزیراعظم کہتا ہے معاہدے کی خلاف ورزی قلوپطرہ نے کی تھی لیکن یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اصل خلاف ورزی تو تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔ تمہارے باپ نے قلوپطرہ کے ساتھ تمہیں بھی حکومت کرنے کی سفارش کی تھی حالانکہ مصری قانون کے مطابق تخت و تاج کی وارث صرف بڑی لڑکی ہوتی ہے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنی بہن سے فوراً" صلح کر لو۔

شہزادے بطلیموس کے پیر کانپنے لگے اور وہ بچوں کی طرح چیختا' چلاتا کمرے سے نکل کر راہداری میں آ گیا۔

"دیکھو دیکھو۔ مجھے فریب دیا گیا۔ مجھے تباہ کر دیا۔۔۔۔۔"

اور اسکے ساتھ ہی شہزادے نے جو تاج شاہی پہنے ہوا تھا' سر سے اتار کر زمین پر پٹخ دیا اور محل کے ملازمین کے سامنے دہائیاں دینے لگا۔ اس نے ایسا شور و غوغا کیا کہ پورا محل اس کے گرد اکٹھا ہو گیا محل کے صدر دروازے کے باہر بھی لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ کسی نے مصری فوج کے سپہ سالار ایکیلاس کو یہ خبر پہنچائی کہ شاہ بطلیموس کو رومی جنرل جولیس سیزر نے مارا پیٹا ہے اور وہ محل کی

راہداریوں میں روتا پھر رہا ہے۔

مصری فوج نے شاہی محل کو دور سے گھیر رکھا تھا مگر ایکیلاس محل پر قبضہ کرتے گھبرا رہا تھا۔ چالاک وزیراعظم نے ایکیلاس کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ محل میں رومی فوج چار ہزار سے زیادہ نہیں اس لیے وہ محل پر حملہ کر کے قابض ہو جائے لیکن ایکیلاس کو وزیراعظم پوتھی نوس کی بات کا کوئی اعتبار نہ تھا۔

اس وقت ایکیلاس نے اس ہنگامہ سے فائدہ اٹھایا اور بڑی تیزی سے فوجیں آگے بڑھا کے شاہی محل کے بالکل سامنے آگیا۔ خشکی کے علاوہ اس نے مصر کے بحری بیڑے کو بھی محل کے قریب پہنچنے کا حکم دیا۔

جولیس سیزر کی زندگی میں اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آ چکے تھے اس لیے وہ بالکل ہراساں نہ ہوا اور ایک شان بے نیازی سے اٹھ کے کھڑا ہوا پھر ٹہلتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں سے مصر کے بادشاہ اپنی رعیت کو مخاطب کرتے انہیں اپنا دیدار کراتے تھے۔ اسکندریہ پوری آبادی سمٹ کر محل کی دیواروں تک آ گئی تھی اور وہ امید و بیم کے عالم میں رومی جرنل کو دیکھ رہے تھے۔

جولیس سیزر نے عوام کو خاموش رہنے کا ہاتھ سے اشارہ کیا۔ مجمع فوراً پر سکون ہو گیا۔ جولیس سیزر نے پورے شاہانہ وقار کے ساتھ انہیں مخاطب کیا۔

"اے مصر کے غیور باشندو۔ ہمیں آپ کے جذبات کا علم ہے۔ ہم مصر کے معاملات میں قطعی دخل دینا نہیں چاہتے اور کوئی قدم ایسا نہیں اٹھایا جائے جو آپ کے مفاد کے خلاف ہو یا جس سے آپ کی دل آزاری ہو۔ ہمارا آپ کے ملک میں چند روزہ قیام ہے وہ بھی محض مسلسل جنگوں کی تھکن اور کسل مندی دور کرنے کے لیے۔ قابل احترام فرعونوں کی اس سرزمیں سے ہمیں دلچسپی ضرور ہے مگر صرف اس حد تک کہ ملک ہمیشہ پھولتا پھلتا اور ترقی کرتا رہے۔ آپ بالکل اطمینان رکھئے جو کچھ بھی ہو گا آپ ہی کے مفاد کے لیے ہو گا"۔

جولیس سیزر نے اپنے مصلحت آمیز جملوں سے عوام میں ابھرتے ہوئے باغیانہ جذبات کو ٹھنڈا کر دیا اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ شاہ بطلیموس نے ضرور کوئی ایسی غلطی کی ہو گی جس کی بنا پر روما کے جنرل نے ڈانٹا ٹھپکارا ہو گا۔ پس مجمع پھٹ گیا اور

لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

دوسرا قدم جولیس سیزر نے یہ اٹھایا کہ اس نے شہزادہ بطلیموس اور ملکہ قلوپطرہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے مشیروں اور ہمدردوں کو طلب کریں تاکہ اس مشترکہ اجلاس میں مصر کی وراثت اور بادشاہت کا مسئلہ حل کیا جائے۔ عوام تک یہ بات پہنچی تو وہ جولیس سیزر کی طرف سے اور زیادہ مطمئن ہو گئے۔

دوسرے دن شاہی محل میں جولیس سیزر کی صدارت میں مجلس مشورت منعقد ہوئی۔ شہزادے نے شہر کے آٹھ آدمیوں کی فہرست دی تھی اور ملکہ قلوپطرہ نے اپنی مدد کے لیے صرف دو آدمی بلوائے تھے۔ مصر کے شاہی خزانے سے بطلیموس کے والد کی وصیت کی نقل بھی منگوا لی گئی تھی۔ جولیس سیزر نے حاضرین کے سامنے وصیت نامہ پڑھا جس میں واضح الفاظ میں درج تھا کہ دونوں بہن بھائی مل کر مصر پر حکومت کریں گے۔

وصیت نامہ پڑھنے کے بعد جولیس سیزر نے بڑے رعب سے کہا۔

"آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے صدیوں پرانے معاہدے کے مطابق سلطنت جمہوریہ روما کو سلطنت مصر کا سرپرست تسلیم کیا گیا ہے اور مصر کے تمام جھگڑوں کو طے کرنے کی ذمہ داری سلطنت جمہوریہ روما کو سونپی گئی ہے۔ اس وقت میں بھی جنرل جولیس سیزر سلطنت جمہوریہ روما کا مختار مطلق اور صحیح حکمراں آپ لوگوں کے سامنے موجود ہوں اور میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اس اہم معاملہ کا فیصلہ کروں۔ میں اپنا یہ حق بغیر آپ لوگوں کی گفتگو سنے استعمال کر سکتا ہوں اور دو میں سے کسی ایک کو مصر کے جائز حکمراں ہونے کا حکم دے سکتا ہوں لیکن----"

جولیس سیزر نے رک کے سانس لیا پھر کہنا شروع کیا۔

"لیکن میں نے مجلس مشورت طلب کی تاکہ میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ میں نے ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ اب میں بحیثیت مختار کل اور سلطنت جمہوریہ روما کے مطلق حکمراں کی حیثیت سے شہزادے بطلیموس اور ملکہ قلوپطرہ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ فوراً صلح کر کے ملک کو جنگ کے عذاب سے بچائیں ورنہ پھر میں خود کوئی فیصلہ کروں گا اور اس کی پابندی دونوں پر لازمی ہو گی"۔

شنزادہ بطلیموس اگرچہ کمسن تھا مگر اس قدر نادان بھی نہ تھا کہ جولیس سیزر کی گفتگو کے تیور اور ملکہ قلوپطرہ کی خود اعتمادی اور انداز بے نیازی یہ اندازہ نہ لگا سکتا کہ اس کی خوبصورت بہن قلوپطرہ نے سلطنت جمہوریہ روما کے اس جنرل کو اپنے سحر میں اسیر کر لیا ہے جس کے حکم پر بڑی بڑی حکومتوں کے تختے الٹ سکتے ہیں۔

شنزادہ تو خاموش رہا مگر ملکہ قلوپطرہ چہک کے بولی۔

"میں خود بھی مصر میں خانہ جنگی کی خواہش مند نہیں۔ جہاں تک چھوٹے بھائی کو سلطنت کے کاروبار میں شریک کرنے کا سوال ہے تو اس کے لیے میں بڑی فراخدلی سے شنزادے کو یہ پیش کش کرتی ہوں کہ سلطنت مصر کے بڑے عہدہ دار مثلاً وزیراعظم اور دوسرے وزیر و مشیر میں مقرر کروں گی باقی تمام اختیارات شنزادے کو حاصل ہوں گے"۔

شنزادے بطلیموس نے اس پیش کش پر شدید احتجاج کیا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا۔

"یہ تو میرے خلاف کوئی بڑی گہری سازش معلوم ہوتی ہے۔ جب تمام وزراء اور مشیر ملکہ قلوپطرہ کے ہوں گے تو میں حکم کس پر چلاؤں گا۔ میری بات کون مانے گا"۔

قلوپطرہ نے پر وقار انداز میں کہا۔

"شنزادے بطلیموس۔ حکم مانا نہیں جاتا بلکہ منوایا جاتا ہے۔ اپنے اندر اتنی اہلیت پیدا کرو کہ تمہارے حکم کی تعمیل میں کسی کو عذر اور تکلف نہ ہو؟"

شنزادے بطلیموس نے بہت چیخ پکار کی مگر اس کی ایک نہ چلی خود شنزادے کے ایک مشیر نے شنزادے کو سمجھایا۔

"شنزادے بہادر۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ حکومت کا حق صرف بڑی بہن کو ہوتا ہے اب اگر وصیت کی رو سے آپ کو بھی شرکت کا موقع دیا گیا ہے تو آپ اصل وارث کے برابر حق نہیں مانگ سکتے۔ جو مل رہا ہے اسے غنیمت جانئے اور جنرل بہادر کے سامنے اپنی رضا مندی ظاہر کر کے اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیجئے۔

شنزادے کو یہ شرط مجبوراً" ماننا پڑی اس طرح وہ بڑی بہن کا ہمیشہ کے لیے دست نگر ہو گیا وہ کھلی آنکھوں سے قلوپطرہ کو جولیس سیزر کے پہلو میں براجمان دیکھتا اور ایک آہ بھر کر کلیجہ پکڑ لیتا۔ ادھر قلوپطرہ اور جولیس سیزر کے تعلقات میں پختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان محبت کا آغاز مفاد اور سیاست کی بنا پر ہوا۔ جولیس سیزر اس ماہرو کی طرف اس کی جوانی کی خوشہ چینی اور اپنے شکست و ریخت سے دو چار ذہن کو وقتی سکون دینے کے لیے بڑھا تھا تو دوسری جانب قلوپطرہ کو اپنا مستقبل سیزر کی آغوش کے سایہ میں نظر آیا اور وہ اس ٹھنڈی چھاؤں کی طرف آ گئی۔

لیکن مفاد پرستی اور سیاست کے یہ تمام جذبات اور خیالات آہستہ آہستہ ان کی محبت کے سیلاب میں بہتے چلے گئے۔ قلوپطرہ گلاب کی وہ ناشگفتہ کلی تھی جسے دست صبا نے اب تک ہاتھ نہ لگایا تھا۔ پس جب سیزر نے اپنی ڈھلتی جوانی کو آواز دے کر قلوپطرہ کی طرف قدم بڑھائے تو اس نے کھلے دل سے سیزر کی پذیرائی کی اور ان کی محبت جلد ہی عشق میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔

وقت کے دھارے جیسے رک کے رہ گئے تھے۔ سیزر گزشتہ چار ماہ سے اسکندریہ کے شاہی محل میں داد عیش اس انداز سے دے رہا تھا کہ اسے صبح و شام کا کوئی ہوش نہ تھا۔ شنزادہ بطلیموس نے ہمیشہ کے لیے ہتھیار ڈال دیئے تھے مصر کے حالات بالکل پر سکون تھے روم میں جولیس سیزر کا نائب انطونی نے حالات پر قابو پا لیا تھا اور وہ سیزر کو روم بلانے کے لیے کئی پیغامات بھیج چکا تھا۔

مصر بظاہر پر سکون تھا۔ سیزر کے پنجے مصر پر جمتے چلے جا رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ملکہ قلوپطرہ کی مصر پر بادشاہت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی لیکن مصر کا یہ سکون سمندر میں طوفان آنے سے پہلے والا سکون تھا۔ کئی قباحتیں اور زلزلے زیر زمیں کروٹیں بدل رہے تھے۔ مصر کے سپہ سالار ایکیلاس نے اگرچہ ملکہ قلوپطرہ کو مصر کا تاجدار تسلیم کر لیا تھا لیکن وہ بدستور اپنے عہدے پر قائم تھا اس لیے کہ فوج اس کے قابو میں تھی اور وہ کوئی ایسا حکم ماننے پر آمادہ نہ تھا جس سے بطلیموس کے مفاد کو کھلا ہوا نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔

جولیس سیزر اپنے عشق و محبت کے کھیل کے ساتھ ساتھ مصر کی مخالف

جماعتوں کے ساتھ بھی چوہے بلی والا کھیل' کھیل رہا تھا۔ خطرناک قسم کے کھیل کھیلنا دراصل سیزر کی فطرت میں داخل تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ بطلیموس کا وزیراعظم پوتھی نوس نے جسے سیزر نے شاہی محل میں زیر حراست رکھا تھا مصر کے سپہ سالار سے از سر نو خط و کتابت شروع کر دی ہے اور وہ دونوں اس کے خلاف کوئی خوفناک سازش تیار کرنے میں مصروف ہیں تو سیزر ایک لمحے کے لیے کچھ چونکا مگر اس وقت کسی طرف سے قلوپطرہ مسکراتی ہوئی آ گئی اور سیزر کے تمام خطرات اور خدشات قلوپطرہ کی مسکراہٹ میں دب کے رہ گئے۔

قلوپطرہ اور جولیس سیزر کا جوڑا کچھ ایسا برا بھی نہ تھا۔ قلوپطرہ کے حسن و جمال اور حسن جلال کا کوئی ثانی ہی نہ تھا۔ جوانی دراصل خود بھی ایک حسن ہی ہوتا ہے اس پر کسی حسین صورت کی جوانی' وہ تو سونے پر سہاگہ بن جاتی ہے۔ سیزر کی عمر اگرچہ پچاس سے تجاوز کر چکی تھی لیکن سپاہیانہ جفاکشی نے اسے اب بھی مضبوط اور توانا بنا رکھا تھا اور جب وہ مسکرا کر قلوپطرہ کو دیکھتا تو بیس سال کی الڑ ملکہ کے سینے میں گدگدیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔

اس دوران جمہوریہ سلطنت روما سے جولیس سیزر کو نوید بھیجی گئی کہ سیزر کو آئندہ سال کے لیے روم کا "آمر مطلق" بنا دیا گیا ہے۔ اس خبر پر پورے مصر میں خوشیاں منائی گئیں اور جگہ جگہ چراغاں ہوا بلکہ جشن کی صورت پیدا ہو گئی۔ قلوپطرہ کا دل دھڑکا کہ شاید اب سیزر روم واپس چلا جائے گا مگر سیزر تو اس کی زلفوں کا ایسا اسیر ہوا تھا کہ اس سے نکلنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ سیزر نے طے کر لیا تھا کہ وہ جب تک مصر پر پوری طرح اپنا قبضہ جما کے قلوپطرہ کو اس قدر طاقتور نہیں کر دیتا کہ اس کے تخت و تاج کو کسی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے' اس وقت وہ روم کا رخ نہ کرے گا۔

یوں تو مصر کے حالات پوری طرح سیزر کے ہاتھوں میں تھے مگر زیر حراست وزیراعظم پوتھی نوس آئے دن ایک نہ ایک ایسی حرکت کر گزرتا جس کی وجہ سے سیزر کا سکون برباد ہو جاتا وہ پوتھی نوس کو قتل کرا سکتا تھا مگر اس سلسلے میں وہ مصلحتاً" تاخیر سے کام لے رہا تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ پوتھی نوس اور مصری سپہ سالار اکیلاس میں خط و کتابت ہے۔ ان کے کئی خطوط پکڑے گئے تھے مگر سیزر' پوتھی نوس کو اس

لئے قتل نہیں کرا رہا تھا کہ اس کے ذریعہ سیزر کو مصری سپہ سالار کی سازشوں کا علم ہو جاتا تھا۔

سیزر نے وزیراعظم پوتھی نوس پر سخت پہرہ لگا رکھا تھا اس کے جاسوس پوتھی نوس کے اس بڑے ہال سے جس میں وہ قید تھا۔ مصری لشکر تک پھیلے ہوئے تھے۔ مصری لشکر جو قدم اٹھانا چاہتا اس کی اطلاع وہ خط کے ذریعہ وزیراعظم پوتھی نوس کو بھجوایا کرتا راستے میں سیزر کے جاسوس نہ صرف وہ خط پڑھ لیتے بلکہ اس کی نقل سیزر کو پہنچا دیتے تھے جو فوری طور پر دشمن کی سازش کو ناکام بنا دیتا تھا۔

لطف کی بات یہ تھی کہ اس قسم کی سازشوں سے سیزر' اپنی محبوبہ قلوپطرہ کو بے خبر رکھتا تھا پھر جب وہ سازش کو ناکام بنا دیتا تو ہنس ہنس کے قلوپطرہ کو بتاتا کہ اس کے وزیراعظم اور سپہ سالار نے یہ چال چلی تھی جس کا اس نے اس طرح توڑ کیا۔ قلوپطرہ اس سازشی ماحول سے سخت ناراض تھی اور سیزر پر زور دیتی تھی کہ وہ ان دونوں نامراد افسروں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دے مگر سیزر اس سے کہتا۔

"ٹھنڈا کر کے کھاؤ ورنہ منہ جل جائے گا"۔

یا پھر اسے یہ سبق دیتا۔

"قلوپطرہ۔ دشمن کو اس وقت تک برداشت کرو جب تک تم میں قوت برداشت ہے"۔

لیکن اس دن خود جولیس سیزر کی قوت برداشت جواب دے گئی جب اسے اپنے محکمہ سراغرسانی کے اعلیٰ افسر نے ایک قدرے وحشت ناک خبر بھجوائی یہ "ہفتہ جشن" کا آخری دن تھا۔ جولیس سیزر کو اپنے آمر مطلق ہونے کی جب خبر ملی تھی تو اس نے جشن خوشی و مسرت منانے کا اعلان کر دیا تھا اور یہ جشن ایک ہفتہ تک جاری رہا۔

آخری دن سیزر کے افسر سراغرسانی نے عین اس وقت جب رقص و سرود کی محفل شباب پر تھی اور دور شراب چل رہا تھا اسے الگ لے جا کر مطلع کیا۔

"عالی مقام فرمانروائے روم۔ آج خاندان بطلیموس کی چھوٹی شہزادی آرمینو فرار ہو گئی ہے"۔

سیزر چونک پڑا۔

"کیسے فرار ہو گئی۔ وہ تو اس محل میں ہماری قید میں تھی؟"
افسر نے اسے بتایا۔
"وہ ہماری حراست میں تھی مگر اس کے کہیں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی چنانچہ وہ اپنے اتالیق گینی میڈ کے ساتھ محل سے نکل کے مصری فوج میں پہنچ گئی ہے"۔
سیزر نے کچھ سوچتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا۔
"قلوپطرہ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ آرمینو کی آنکھوں سے بغاوت ٹپکتی ہے وہ ایک دن ضرور بادشاہت کا دعویٰ کرے گی"۔
سیزر کی خود کلامی کی یہ آواز افسر کے کانوں تک پہنچی تو اس نے کہا۔
"ملکہ قلوپطرہ کا اندازہ صحیح ہے عالی جاہ۔ شہزادی آرمینو کا کچھ ایسا ہی ارادہ ہے"۔
سیزر کا دماغ چند لمحوں کے لیے الجھا رہا پھر اس نے کہا۔
"میرا خیال ہے کہ یہ سازش اس خواجہ سرا وزیراعظم پوتھی نوس کی تیار کی ہوئی ہو گی۔ ایسی باتوں میں اس کا دماغ خوب چلتا ہے؟"
"نہیں عالی جاہ-----" افسر نے تردید کرتے ہوئے کہا۔ "وزیراعظم پوتھی نوس پر ہم نے سخت پہرہ مقرر کیا ہے۔ اگر اس نے یہ سازش کی ہوتی تو ہمیں فوراً علم ہو جاتا۔ دراصل اس سازش کا سرغنہ شہزادی آرمینو کا اتالیق "گینی میڈ" ہے یہ سب کیا دھرا اسی کا ہے"۔
"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔" سیزر نے تائید کی---- "بطلیموس خاندان پر اتالیقوں کا بہت اثر معلوم ہوتا ہے۔ شہزادہ بطلیموس کے اتالیق تھوڈوئس نے ہی جنرل پومپی کو قتل کیا تھا پھر جب اس نے اس کا سر میرے سامنے پیش کیا تو مجھے اس پر غصہ آگیا اور میں نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا"۔
افسر نے گھبرا کے پوچھا۔
"عالی جاہ۔ کیا آپ نے اس اتالیق کو قتل کرا دیا تھا؟"
"نہیں۔ میں نے اسے صرف اپنی محفل سے اٹھوا دیا تھا"۔

"عالی جاہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اتالیق ابھی زندہ ہو اور اس وقت مصری فوج میں موجود ہو؟
"ایسی معمولی باتوں میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا"۔
یہ کہتے ہوئے سیزر نے اپنے افسر کی طرف سے منہ گھما لیا۔ یہ ایک شاہانہ اشارہ تھا کہ سیزر اس سلسلہ میں مزید کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ افسر خاموش رہا اور جولیس سیزر شراب و کباب کا لطف اٹھانے پر محفل میں واپس پہنچ گیا۔
لیکن اس واقعہ کے دوسرے ہی دن جولیس سیزر کے مصری حجام نے جو دراصل سیزر کا جاسوس تھا اپنے آقا کے سامنے ایک ایسا خط پیش کیا جسے پڑھ کر سیزر آپے سے باہر ہو گیا۔ حجام کا پیش کیا ہوا یہ خط دراصل اس خط کی نقل تھا جو بطلیموس کے زیر حراست وزیراعظم پوتھی نوس نے مصری سپہ سالار اکیلاس کو لکھا تھا۔
جولیس سیزر کا یہ مصری حجام' پوتھی نوس کی حجامت بنانے کے فرائض ادا کرتا تھا اور اس کے پاس اس کا آنا جانا تھا۔ پوتھی نوس نے اس حجام کو اپنا راز دار بنایا اور یہ خط لکھ کر اسے دیا کہ وہ کسی طرح اسے مصری سپہ سالار تک پہنچا دے جاسوس حجام نے فوراً اس خط کی ایک نقل نکلوائی پھر دوسرے دن اصل خط پوتھی نوس کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جولیس سیزر نے اس کے محل سے باہر جانے پر پابندی لگا دی ہے اس لیے وہ خط پہنچانے سے معذور ہے۔
جولیس سیزر کو خط کی نقل مل گئی لیکن چالاک وزیراعظم نے حجام سے خط واپس لے کر کسی اور کے ذریعہ اسے سپہ سالار تک پہنچوا دیا اور حجام کو یہ خوشخبری سنائی کہ خط مصری سپہ سالار تک پہنچ گیا ہے اور اب اس پر عمل شروع ہونے والا ہے اس کی اطلاع جولیس سیزر کو بھی ہو گئی تھی اس نے قلوپطرہ کو بلوایا قلوپطرہ آئی مگر اس طرح جیسے قیامت آتی ہے۔ اسے بناؤ سنگار اور آرائش جمال کا پہلے بھی خاص خیال رہتا تھا مگر اب سیزر کی ہم نشینی نے اس کا احساس اور زیادہ شدت سے پیدا کر دیا تھا۔ گلاب کی کلی اب ایک بھرپور گلاب کا روپ دھار چکی تھی۔ قلوپطرہ اگر پہلے ماہتاب تھی تو اب آفتاب کی طرح تاباں اور درخشاں پہلے وہ دریا کی سبک خرام لہر تھی اور اب سیلاب کا طوفانی تموج بن گئی تھی۔

"بے وقت کیوں یاد کیا گیا ہے مجھے؟" قلوپطرہ نے تبسم بکھیرا۔

"ایک بہت اہم خبر ہے قلوپطرہ۔" جولیس سیزر سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

قلوپطرہ نے اس کی سنجیدگی کی پروا نہ کی اور شوخی سے بولی۔

"خبروں کو آپ اپنے تک محدود رکھا کیجئے۔ جب آپ میری رائے کی پروا نہیں کرتے تو میں خبریں سن کے کیا کروں؟"

قلوپطرہ کی شوخی میں ترشی بھی تھی۔ سیزر اس انداز پر تڑپ اٹھا۔

"آج جو رائے دو گی اس پر عمل کیا جائے گا۔ اب تمہاری رائے' رائے نہیں بلکہ حکم ہو گا اور اس کی فوری تعمیل ہو گی مگر ایک شرط پر۔"

"کیا شرط ہے؟" قلوپطرہ نے گھبرا کے سیزر کو دیکھا۔

سیزر مسکرا دیا۔

"شرط یہ ہے کہ اب تم مجھے لفظ "آپ" سے مخاطب نہیں کرو گی۔ اس لفظ سے غیریت ٹپکتی ہے اور اب ہم ایک دوسرے کے لیے غیر نہیں ہیں"۔

"مگر فرمانروائے جمہوریہ روم کا احترام بھی تو لازم ہے۔" قلوپطرہ نے بھی تبسم کیا۔ "اس کا اظہار کس لفظ سے کیا جائے؟"

جولیس سیزر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہا۔

"مجھے احترام نہیں تمہاری محبت چاہیے۔ قلوپطرہ۔ میں تمہارے لئے صرف "سیزر" ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں"۔

قلوپطرہ نے موضوع بدلا۔

"وہ خبر کیا ہے جسے سنانے کے لیے مجھے بے وقت طلب کیا گیا ہے؟"

"بطلیموس کے خواجہ سرا وزیراعظم نے پھر ایک حرکت کی ہے"۔ سیزر نے ہنس کے کہا۔

قلوپطرہ کے مسکراتے چہرے پر غصہ کی لکیریں ابھر آئیں۔

"وہ منحوس جب تک زندہ ہے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا"۔

"پھر کیا حکم ہے اس کے لیے؟"

"کیا حرکت کی ہے اس نے؟"

"پوتھی نوس نے مصری سپہ سالار کو شاہی محل کے تمام حفاظتی انتظامات کی تفصیل لکھ بھیجی ہے اور اس سے درخواست کی ہے کہ وہ ایک فوجی دستہ' کو شاہی محل میں بھیجنے کے لیے فلاں فلاں دروازے پر پہنچانے کا انتظام کرے جو تاریخ مقرر کی جائے اس تاریخ کو وہ دروازہ نصف شب کے بعد کھول دیا جائے گا۔ فوجی دستہ شاہی محل میں داخل ہو کر سزیر کے کمرے پر حملہ کر کے اسے قتل کر دے۔ قلوپطرہ سے بعد میں نپٹ لیا جائے گا"۔

"غدار---- کمینہ----" قلوپطرہ چیخ پڑی۔ "اسے اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ یہ میرا حکم ہے"۔

جولیس سیزر کو قلوپطرہ کے غصہ پر ہنسی آ گئی۔ اس نے کہا۔

"ملکہ قلوپطرہ کے حکم کی تعمیل ہو گی"۔

"کب تعمیل ہو گی؟" قلوپطرہ بپھر گئی۔

"آج ہی تعمیل ہو گی"۔

"آج نہیں۔ ابھی تعمیل ہو"۔

جولیس سیزر نے بھی سوچا کہ اب مزید تاخیر خطرناک ہو سکتی ہے۔ پھر اب ملکہ قلوپطرہ بھی ضد پکڑ گئی تھی۔ سیزر کو اس کی بات تو رکھنا ہی تھی۔ اس نے حکم دیا۔

"آج شام تمام بڑے بڑے سردار ہماری دعوت میں مدعو کئے جائیں"۔

ملکہ نے فوراً" اعتراض کیا۔

"میں پوتھی نوس کے قتل کا منظر دیکھنا چاہتی ہوں اور تم دعوت کا اعلان کر رہے ہو سیزر"۔

مطمئن رہو قلوپطرہ۔" اس نے تسلی دی۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیے ہی یہ دعوت دی جا رہی ہے۔ اس میں شہزادہ بطلیموس اور خواجہ سرا پوتھی نوس بھی شرکت کریں گے"۔

رات کی دعوت بڑی شاندار تھی بطلیموس اور پوتھی نوس کا استقبال خود جولیس سیزر اور ملکہ قلوپطرہ نے کیا۔ شہزادہ بطلیموس کو ملکہ قلوپطرہ کے سامنے اور پوتھی نوس کو جولیس سیزر کے سامنے نشست دی گئی۔ اس شاندار دعوت کے بعد دور جام چلا پھر

سیزر کے اشارہ پر ایک رومی غلام نے خواجہ سرا پوتھی نوس کو اس کی نشست سے کھینچا پھر تمام حاضرین کے سامنے خنجر مار مار کے قتل کر دیا۔ یہ قتل بالکل اس انداز سے کیا گیا جیسے جنرل پومپی کو ساحل سمندر پر اترتے ہوئے قتل کیا گیا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس وقت قاتل تین تھے۔

۱۔ سپلیس۔

۲۔ سیلوکس۔

۳۔ ایکیلاس۔

اور اس وقت یہ کام صرف ایک رومی غلام نے انجام دیا۔

شہزادی آمینوں اور وزیراعظم پوتھی نوس اگرچہ شاہی محل میں قید تھے لیکن سیزر نے انہیں محل کے اندر گھومنے پھرنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چالاک گینی میڈ نے شاہی محل کے ایک پرانے پہریدار کو بھاری رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک شب شہزادی آرمینو اور اس کا اتالیق گینی میڈ' اس پہریدار کی مدد سے غلاموں کے لباس پہن کے قلعہ سے نکل گئے۔ شہزادہ بطلیموس اور وزیراعظم پوتھی نوس بھی ان بھاگنے والوں کے ساتھ ہی نظربند تھے پس اس فرار سے "دونوں بہت گھبرائے۔ ان کا خیال تھا کہ اس فرار کے سلسلہ میں ان سے ضرور پوچھ گچھ ہو گی مگر شاہی محل میں اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی گئی یا پھر جولیس سیزر نے کسی مصلحت کے تحت ان دونوں سے باز پرس نہ کی۔

شہزادی اور گینی میڈ کا فرار چھپا نہ رہ سکا اور جولیس سیزر نے شہزادی کے حکم کے مطابق وزیراعظم پوتھی نوس کو آج دعوت میں بلا کر قتل کرا دیا۔ وزیراعظم کے قتل کے بعد قلوپطرہ اور جولی سیزر کے مخالفوں پر اوس پڑ گئی اور شاہی محل میں سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بڑی حد تک ختم ہو گیا۔

مصری فوج کا سپہ سالار ایکیلاس تھا۔ شہزادی آرمینو اور گینی میڈ مصری فوج میں پہنچے تو ایکیلاس نے ان کی آمد پر کسی جوش و خروش کا اظہار نہیں کیا۔ ایکیلاس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ بطلیموس کے لئے تھیں اور وہ شہزادہ کی آزادی کا خواہاں تھا چونکہ شہزادی کے ساتھ شہزادہ نہیں تھا اس لیے سپہ سالار نے ان کا نیم دلی سے

استقبال کیا۔ اس کے خیال میں شہزادی آرمینو کی حیثیت ایک شہزادی سے زیادہ اور کچھ نہ تھی جبکہ شہزادی آرمینو کا اتالیق گینی میڈ' شہزادی آرمینو کو مصر کے تخت و تاج کا مالک بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

اس سلسلہ میں گینی میڈ نے وہاں پہنچنے کے دوسرے ہی دن ایکیلاس سے تنہائی میں ملاقات کی درخواست کی۔ ایکیلاس کی نظر میں گینی میڈ کی حیثیت ایک شاہی اتالیق کی تھی اس لیے اس نے تنہائی میں ملاقات سے انکار کر دیا مگر شہزادی آرمینو نے ایکیلاس پر زور دیا کہ وہ گینی میڈ کو ملاقات کا موقعہ دے۔

"معزز سپہ سالار ایکیلاس۔ آپ میرے استاد سے ملاقات کر کے تو دیکھئے ممکن ہے کہ ان کی گفتگو سے ہماری اور سب لوگوں کی مشکلات میں آسانی پیدا ہو سکے"۔ شہزادی آرمینو نے ایکیلاس کو گینی میڈ سے ملاقات پر آمادہ کرنے کی آخری کوشش کی۔

ایکیلاس ذرا ناراضگی سے بولا۔

"شہزادی عالیہ۔ آخر گینی میڈ کی حیثیت کیا ہے۔ میں اس کی اس لیے عزت کرتا ہوں کہ وہ آپ کا اتالیق ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اور کوئی اہلیت نہیں"۔

"میں آپ کی بات رد نہیں کرتی"۔ شہزادی نے پھر زور دیا۔ "مگر جنگ تو شطرنج کے کھیل کے مانند ہوتی ہے اور شطرنج میں ایک معمولی پیادہ ایسی اہمیت حاصل کر جاتا ہے جو وزیر کو بھی حاصل نہیں ہوتی"۔

ایکیلاس چڑ گیا اس نے حقارت سے کہا۔

"وہ جو کہنا چاہتا ہے میں جانتا ہوں"۔

شہزادی آرمینو چونک پڑی۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں گینی میڈ جو کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ میں سب جانتا ہوں"۔ سپہ سالار جھلا اٹھا۔

شہزادی پہلے سے زیادہ حیران اور مضمحل ہو گئی۔ بات یہ تھی گینی میڈ نے شہزادی آرمینو کو بطلیموس کے بجائے مصر کا شہنشاہ بنانے کی بات صرف شہزادی آرمینو سے کی تھی۔ شہزادی اس خیال سے جس قدر خوش ہوئی ہو گی اس کا اندازہ کرنا

مشکل تھا اسے بڑی مشکل سے یقین آیا تھا کہ گینی میڈ اسے شہنشاہ مصر بنانے
خواہش مند ہے۔ اس سلسلہ میں شہزادی اور اس کے اتالیق میں بڑی تفصیلی گفت
ہوئی تھی اور اتالیق نے اس کے دماغ میں یہ بات ڈال دی تھی کہ مصر کی شہنشاہی
لیے سب سے زیادہ اہل امیدوار صرف شہزادی آرمینو ہی ہے مگر یہ گفتگو ابھی
انہی دونوں تک محدود تھی۔

شہزادی آرمینو اور گینی میڈ کا شاہی محل سے فرار اسی سلسلہ کی یہ کڑی
گینی میڈ نے اپنے خفیہ ذرائع سے ایکیلاس کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ بہت جلد مصر
اصل تاجدار کو لے کر اس کے پاس پہنچنے والا ہے۔ ایکیلاس نے اس اطلاع سے
نتیجہ نکالا تھا کہ گینی میڈ، شہزادہ بطلیموس کو سیزر کی قید سے رہا کرا کر اس کے پاس
رہا ہے۔ لیکن جب وہ شہزادہ بطلیموس کے بجائے شہزادی آرمینو کے ساتھ شاہی
سے آیا تو اسے مایوسی ہوئی اور غصہ بھی آیا اس نے نہ صرف گینی میڈ کو کوئی اہمیت
دی بلکہ شہزادی کے ساتھ بھی اس کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہ تھا۔

پھر جب ایکیلاس نے شہزادی کو بتایا کہ وہ جانتا ہے کہ گینی میڈ اس سے کیا
چاہتا ہے تو شہزادی یہ سن کر دیر تک حیران اور پریشان رہی تھی۔ گینی میڈ نے خود
شہزادی کو منع کیا تھا کہ وہ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرے پھر ایکیلاس کو کیا
معلوم ہو گیا کہ گینی میڈ اس سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

آخر شہزادی سے نہ رہا گیا اور اس نے اپنے اطمینان کے لیے ایکیلاس
پوچھ ہی لیا۔

"سپہ سالار۔ آپ کو کس نے بتایا اور کیا بتایا کہ گینی میڈ آپ سے کیا
چاہتے ہیں"۔

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں اور مجھے بھی پریشان کر رہی ہیں"
ایکیلاس نے ناگواری سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ گینی میڈ مجھ سے صرف
معذرت کرنا چاہتا ہے"۔

"کیسا عذر کس بات کی معذرت؟"

"معذرت اس بات کی کہ وہ شہزادہ بطلیموس کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لا

اس کے لیے وہ ہزار بہانے تراشے گا"۔

شہزادی نے دوسرے انداز میں سوال کیا۔

"سپہ سالار کیا آپ کو یقین ہے کہ گینی میڈ نے شہزادہ کو رہا کرانے کی کوشش
نہیں کی تھی؟"

"شہزادی آرمینو"۔ سپہ سالار کا لہجہ کھردرا ہو گیا۔ "کوشش محض ایک بہانہ
ہوا کرتا ہے اگر گینی میڈ دل سے کوشش کرتا تو وہ آپ کے ساتھ شہزادے کو بھی محل
سے نکال کے لا سکتا تھا"۔

"بہادر سپہ سالار"۔ شہزادی آرمینو نے اپنے اتالیق کے مشورہ کے تحت ایک
پتہ پھینکا۔ "شہزادہ بطلیموس کے مزاج کو آپ کی بہ نسبت میں اور میرے اتالیق بہتر
طور پر جانتے ہیں۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ شہزادے نے قلوپطرہ اور جولیس
سیزر سے صلح کر لی ہے اور وہ اپنی قسمت پر قادر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ میں اپنے اتالیق
کی آپ سے ملاقات اس لیے ضروری سمجھتی ہوں کہ شاید اس ملاقات میں میرے
اتالیق آپ کے سامنے کوئی ایسا منصوبہ پیش کریں جو ہم سب کے لیے مفید اور وقت
کے مطابق ہو"۔

"ٹھیک ہے"۔ ایکیلاس نے شہزادی کا دل رکھنے کے لیے کہا۔ "اگر شہزادی کی
یہی خواہش ہے تو میں گینی میڈ سے ملاقات کروں گا مگر ایک ہفتہ کے بعد۔ اس وقت
میں فوج کی تنظیم نو میں بہت مصروف ہوں"۔

شہزادی نے اسی کو غنیمت جانا اور خاموش رہی مگر جب شہزادی نے یہ بات گینی
میڈ کو بتائی تو وہ بے انتہا خوش ہوا۔

شہزادی کو گینی میڈ کی یہ خوشی ناگوار گزری ہو۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"محترم گینی میڈ۔ آپ کس بات پر خوش ہو رہے ہیں۔ ایکیلاس نے میرا حکم
نہ مان کے میری توہین کی ہے۔ آخر وہ ہمارا ملازم ہی تو ہے؟"۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں شہزادی"۔ گینی میڈ نے اسے سمجھایا۔
"یاد رکھئے کہ ایکیلاس اس وقت آپ کا ملازم نہیں بلکہ آپ کا محسن ہے۔
اگر وہ ہمیں قبول نہ کرتا تو ہم کدھر جاتے۔ ہمیں اپنے محسن کی تلخ اور ترش باتیں سن

کر بھی خاموش رہنا ہو گا اس وقت تک جب تک ہمارے ہاتھ میں اقتدار نہیں آتا"۔

"مگر اس کمبخت نے تو ملاقات کو ایک ہفتہ کے لیے ٹال دیا ہے"۔ شہزادی غصہ سوار تھا اور وہ کسی طرح کم نہ ہو رہا تھا۔ "اب ایک ہفتہ تک ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے"۔

شہزادی کو جس قدر غصہ تھا گینی میڈ اتنا ہی خوش تھا۔ آخر اس نے اپنی خوشی اظہار کر ہی دیا۔

"شہزادی عالیہ۔ فوری ملاقات کے مل جانے میں ہمارا فائدہ ہے۔ آپ پوچھیں گی کس طرح۔ تو میں بتاتا ہوں۔ دیکھئے فوج آپ کا نام ضرور جانتی ہے مگر اسے جتنی ہمدردی شہزادے بطلیموس سے ہے اتنی آپ سے نہیں۔ پھر آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ جو جواہرات ہم قلعہ سے اپنے ساتھ لائے تھے وہ اسی طرح رکھے ہیں۔ اس ایک ہفتہ کے دوران میں بعض سرداروں کو رشوت دے کر آپ کے حق میں کر لوں گا۔ آپ ابھی نہیں جانتیں کہ دولت میں کس قدر طاقت ہوتی ہے یہ دولت ہی ہے جو باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کے خلاف کر دیتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنی کوشش میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا"۔

"آسمانی دیوتا تمہارا ساتھ دیں"۔ شہزادی آرمینو نے دعا کی۔ "لیکن محترم استاد۔ اگر ایکیلاس کو خبر ہو گئی کہ ہم فوج کے سرداروں کو اس کے خلاف بھڑکا رہے ہیں تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

گینی میڈ بڑے بھونڈے انداز میں ہنسا۔

"شہزادی عالیہ۔ ہمارے پاس ایسے ایسے نایاب ہیرے اور جواہرات ہیں کہ ان سے سلطنتیں خریدی جا سکتی ہیں آپ بس چپ چپ دیکھتی رہیے۔ آسمانی دیوتاؤں نے جب ہمیں روم کے مرد آئن جولیس سیزر کی قید سے نکال کر یہاں پہنچایا ہے تو وہ ہماری مدد آگے بھی کریں گے"۔

شہزادی آرمینو کو اپنے استاد گینی میڈ کی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہ تھا مگر شاہی محل سے ان دونوں کا بچ کر نکل آنا اس کے استاد کا ایک ایسا کارنامہ تھا جس سے شہزادی کو گینی میڈ کی اعلیٰ دماغی کا کچھ کچھ اندازہ ضرور ہو گیا تھا۔ اس کے اطمینان

دلانے سے شہزادی مطمئن ہو گئی اور خیالوں کی دنیا میں جھولا جھولنے لگی۔

شہزادی آرمینو کا اگرچہ مصر کے تخت و تاج سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کی بہن قلوپطرہ اور بھائی بطلیموس قلعہ نما شاہی محل میں جولیس سیزر کی قید میں تھے اور وہی دونوں مصر کے مشترکہ طور پر تخت و تاج کے وارث تھے مگر وہ دور بادشاہت اور شہنشاہیت کا تھا۔ عوام بادشاہ اور شہنشاہ پرست ہوتے تھے ان کے دماغوں میں یہ بات ڈال دی گئی تھی ملک کا بادشاہ دراصل آسمانی دیوتاؤں کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ بادشاہ کو دیوتا سمجھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے۔ عوام کے دماغ میں یہ بات بھی بٹھا دی گئی تھی کہ ملک کا بادشاہ صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جو شاہی خاندان سے ہو اور اس کی رگوں میں کسی بادشاہ کا خون دوڑ رہا ہو۔

جب مصری لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ قلوپطرہ کی بہن شہزادی آرمینو شاہی محل سے فرار ہو کر شاہی لشکر میں پہنچ چکی ہے تو انہیں فطری طور پر شہزادی کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ایک سردار نے سپہ سالار ایکیلاس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا مگر ایکیلاس نے یہ کہہ کر اسے ٹال دیا کہ شاہی لشکر شہزادہ بطلیموس کا وفادار ہے اور انہی سے محبت کرتا ہے کسی اور شہزادی یا شہزادے کا ہمیں دل میں بھی خیال لانا چاہیے۔

مصری فوجی سردار نے سپہ سالار ایکیلاس سے جس وقت یہ بات کہی تھی اس وقت سپہ سالار کے پاس دو تین اور سردار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کچھ زیادہ شاہ پرست تھے۔ انہیں ایکیلاس کا جواب پسند نہ آیا۔ ان کے خیال میں شہزادی آرمینو بہرصورت بادشاہ زادی تھی اور اس کی خدمت اور احترام سب کا فرض تھا چنانچہ ان میں شہزادی آرمینو کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور شہزادی کو دیکھنے کی ایک زبردست خواہش بھی پیدا ہوئی۔

مصری شاہی لشکر میں ایک بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ کچھ سردار، شہزادی آرمینو سے ملنا چاہتے تھے مگر ایکیلاس ان کے راستے میں حائل تھا۔ اس نے محض احتیاط کے طور پر اپنے سرداروں پر پابندی لگا دی کہ وہ شہزادی سے ملنے کی کوشش نہ کریں۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے جس بات سے روکا جاتا ہے وہ کام کرنے

کے لیے وہ بے چین رہتا ہے اور پھر اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے وہ غلط قدم بھی اٹھا لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مصری فوج کو شہزادی آرمینو سے کچھ زیادہ دلچسپی اور محبت نہ تھی مگر جب سپہ سالار ایکیلاس نے فوجیوں کو شہزادی سے ملنے سے سختی سے منع کیا تو ان میں باغیانہ جذبات پیدا ہو گئے۔

ایک منہ پھٹ فوجی نے بڑے اکھڑپن سے کہا۔

"سپہ سالار۔ کیا شہزادی آرمینو ہماری شہزادی نہیں اور اگر آپ انہیں شہزادی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہمیں ان کی زیارت سے کیوں روکتے ہیں؟"

سپہ سالار ایکیلاس نے سختی سے جواب دیا۔

"لیکن ہم تو شہزادے بطلیموس کے وفادار ہیں۔ ہماری تمام محبتیں اور ہمدردیاں ان کے لیے ہونا چاہیں۔ ہمیں شہزادی کے حضور عقیدت کے پھول پیش کرنے سے کیا فائدہ؟"

"نہیں سپہ سالار۔ آپ ہمیں غلط سمجھ رہے ہیں"۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔ وفادار تو ہم شہزادے ہی کے ہیں اور رہیں گے مگر شہزادی سے عقیدت رکھنا بھی تو ہم مصریوں کا فرض ہے۔ آخر وہ ہمارے شہنشاہ بطلیموس مرحوم کی بیٹی ہیں"۔

"بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ سپہ سالار نے انہیں ڈانٹ دیا۔ "میں شہزادی آرمینو اور اس کے اتالیق کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اب تک ان کی مدد اس لیے کر رہا تھا کہ وہ شہزادے بطلیموس کو آزاد کرا کے ہمارے پاس بھیج دیں گے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ شہزادے کے بجائے خود محل سے بھاگ نکلے۔ کیا ایسی صورت میں وہ اتالیق اعتبار کے قابل ہو سکتا ہے؟"

جاہل سپاہیوں کی سمجھ میں یہ چالیں اور حکمت عملیاں کیا آئیں۔ انہیں تو بس ایک نظر اپنی شہزادی آرمینو کو دیکھنا تھا۔ ایکیلاس کی بات کا انہوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا اور ان میں سے ایک نے بگڑ کر کہا۔

"سپہ سالار۔ آپ شہزادی کو دکھاتے کیوں نہیں۔ ہمیں آپ نے اسے قتل تو نہیں کر دیا؟"

"قتل---- شہزادی کا قتل"۔ یہ بات ایسی اڑی کہ پورے مصری لشکر میں پھیل گئی۔ سپہ سالار ایکیلاس نے بہت سمجھایا سر مارا کہ شہزادی کو کسی نے قتل نہیں کیا وہ زندہ و سلامت ہے مگر سپاہی کب ماننے والے تھے۔ سپہ سالار کے گرد سپاہیوں کا مجمع بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر وہ گھبرا گیا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی شہزادی کو تمہارے سامنے پیش کیے دیتا ہوں اسے دیکھ کے تم تسلی کر لینا کہ وہ واقعی زندہ ہیں"۔

ایکیلاس واپس گیا اور چند لمحوں بعد شہزادی آرمینو کو لے کر واپس آیا۔ شہزادی آرمینو کے ساتھ اس کا اتالیق گینی میڈ بھی آیا۔

ایکیلاس نے سپاہیوں کو مخاطب کیا۔

"تم لوگ دیکھ سکتے ہو کہ شہزادی آرمینو تمہارے سامنے زندہ و سلامت موجود ہے۔ بعض نادانوں نے یہ افواہ اڑا کر مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی ہے کہ شہزادی کو قتل کر دیا گیا ہے"۔

مصری فوجی شہزادی آرمینو کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شہزادی کے حق میں نعرے بلند کیے۔ اس موقعہ سے شہزادی کے چالاک اتالیق گینی میڈ نے فوراً فائدہ اٹھایا وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور چیخ کے بولا۔

"اے مصر کے بہادر سپاہیو۔ تم نے اپنی آنکھوں سے یہ تو دیکھ لیا کہ شہزادی آرمینو زندہ ہے مگر تمہیں یہ نہیں معلوم کہ قصر شاہی میں شہزادی آرمینو کی بہن قلوپطرہ اور بھائی شہزادہ بطلیموس کیا گل کھلا رہے ہیں۔ وہ-----"

ایکیلاس نے فوراً اس کی بات کاٹی۔

"قلوپطرہ اور بطلیموس کو بدیسی حکمراں جولیس سیزر نے محل میں قید کر رکھا ہے اور اسے آزاد کرانے کی ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں"۔

"یہ بالکل غلط ہے"۔ گینی میڈ نے ایکیلاس کی بات کی تردید کی۔ "قلوپطرہ اور بطلیموس نے ملک اور قوم سے غداری کی ہے اور انہوں نے روم کے حکمراں جولیس سیزر سے اپنی جانیں بچانے کی خاطر صلح کر لی ہے اور سلطنت مصر کا آدھا علاقہ اسے دینے کا وعدہ کیا ہے"۔

"یہ بالکل جھوٹ ہے"۔ سپہ سالار ایکیلاس چیخ پڑا۔ "شہزادہ بطلیموس مو
وفادار ہے اور ہم شہزادے بطلیموس کے وفادار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ شہز
آرمینو اپنے بھائی شہزادے بطلیموس کے بجائے مصر کے تخت و تاج کی خواہشمند ہے

"ہاں ہاں شہزادی آرمینو مصر کے تخت کی خواہش مند ہے اس لیے کہ وہ م
کے تخت و تاج کی مالک ہے۔ قلوپطرہ اور بطلیموس نے ملک سے غداری کرکے
جرنیل جولیس سیزر کا دامن تھام لیا۔ ہمیں ان کے قبضے سے مصر کو نکالنا ہے اور
اسی صورت میں ممکن ہے کہ شہزادی آرمینو کو "تاج مصر" کا حقدار تسلیم کریں
ان کی ماتحتی مصری فوجیں جولیس سیزر سے جنگ کرکے قصر شاہی سے اسے نکال با
کریں"۔ گینی میڈ نے کچھ ایسے جوش و خروش سے تقریر کی تھی کہ مصری فوج
اس کا بہت اثر قبول کیا۔

ابھی ہر طرف خاموشی طاری تھی کہ گینی میڈ نے ایک اور چال چلی۔ اس
کہا۔

"میں شہزادی آرمینو کا اتالیق ہوں اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کے شہزا
کو رومی جنرل کی قید سے چھڑا لایا ہوں۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ میں تنہا شہز
آرمینو کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں آپ کی شہزادی کو آپ کی حفاظت
دیتا ہوں۔ اس وقت سے آپ شہزادی کی زندگی کے ذمہ دار ہیں"۔

اتنا کہہ کر گینی میڈ نے شہزادی کو اشارہ کیا اور شہزادی' ایکیلاس کے پاس
ہٹ کر آہستہ آہستہ سپاہیوں کے مجمع کی طرف چلنے لگی۔ گینی میڈ بھی اس کے م
ہو لیا۔

ایکیلاس نے یہ رنگ دیکھا تو وہاں سے چلے جانے میں ہی اپنی خیریت جانی
اپنے نائب سرداروں کے ساتھ منہ گھما کر دوسری طرف چلا گیا۔

سپاہیوں نے میدان خالی پایا تو اور زیادہ زور زور سے شہزادی آرمینو کے
میں نعرے بازی شروع کر دی ان نعروں میں کچھ اور باتیں بھی شامل ہو گئیں
ایک نعرہ یہ بھی لگایا گیا۔

"ہم شہزادی آرمینو کی جان و دل سے حفاظت کریں گے"۔

"ہم شہزادی کو مصر کا شہنشاہ بنائیں گے"۔

"ہم رومی جرنل کو مار بھگائیں گے"۔

"ہم غدار قلوپطرہ اور بطلیموس کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیں گے"۔ وغیرہ۔

ان نعروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصری فوج اپنے سپہ سالار کے خلاف ہو گئی اسی
رات سپاہیوں نے ایکیلاس پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیا۔ صبح کو جب اس کی لاش
میدان میں رکھی گئی تو سپاہیوں نے سپہ سالار کے مارے جانے پر خوشی کا اظہار کیا اور
وہ لاش کے گرد گروہ در گروہ کئی گھنٹے تک رقص کرتے رہے۔

شام تک شہزادی آمینو جو کل تک سپہ سالار ایکیلاس کے رحم و کرم پر تھی
اسے مصری لشکر نے اپنا شہنشاہ یعنی مصر کا بادشاہ چن لیا اور اس سے شہنشاہ یا بادشاہ
نے فوراً" اپنے اتالیق گینی میڈ کو مصری فوج کا سپہ سالار نامزد کر دیا۔ یہ سب کچھ اتنی
جلدی اور اچانک ہوا کہ کسی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

گینی میڈ جیسے اتالیق سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ مصری فوج کی سپہ
سالاری کے فرائض بخوشی انجام دے سکے گا جبکہ اس کے مقابلہ میں جولیس سیزر جیسا
گھاگ اور تجربہ کار رومی جنرل تھا مگر گینی میڈ نے کمال کر دیا۔ اس نے مصری فوجوں
کو اپنی سمجھ کے مطابق ترتیب دیا اور بڑی جھیل کے اس حصہ پر قبضہ کر لیا جس سے
شاہی محل کو پینے کا پانی جایا کرتا تھا۔ اس جھیل سے دوز میں دوز نہریں نکالی گئی تھیں
جن کے ذریعہ شاہی محل اور اس کے گرد کی آبادیوں کو پانی پہنچایا جاتا تھا۔

گینی میڈ نے جھیل کے اس حصہ پر قبضہ کرکے دونوں نہروں کو بند کر دیا جس
سے شاہی محل اور گرد کے علاقوں میں کہرام مچ گیا۔ جولیس سیزر بڑا عالی دماغ جنرل تھا
مگر اس کا دماغ اس طرف گیا ہی نہ تھا پانی کا تو اس نے کسی طرح مسئلہ حل کر لیا مگر
اب اسے گینی میڈ کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا۔

اب سیزر کو شمال کی طرف حملہ کا خطرہ تھا۔ اس نے فوراً" شمالی ہند کی طرف
فوجیں روانہ کر دیں اور سمندر میں جہازوں کی گشت کا انتظام کیا۔ سیزر نے خود بھی
جہاز پر سوار ہو کے جزیروں کے چکر لگانے شروع کر دیئے۔ سیزر کے زیر تسلط مصری
علاقے ابھی پانی کی پریشانی سے پوری طرح نجات حاصل نہ کر پائے تھے کہ گینی میڈنے

سیزر کے اندازے کے مطابق واقعی شمال کی طرف سے ایک زبردست حملہ کر دیا۔

گینی میڈ کا یہ حملہ اس قدر زور دار تھا کہ سیزر کی فوجوں کو نہ صرف پسپا پڑا بلکہ گینی میڈ نے اس کی فوجوں کو اپنے گھیرے میں لے کر قتل عام شروع کر دیا سیزر کی فوجیں گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو وہ گینی میڈ کے سپاہیوں کے ہاتھوں ماری جائیں یا پھر جان بچانے کے لیے سمندر میں کود جائیں۔ میں کودنے والے عام طور پر ڈوب کے مر گئے اور بہت کم جہازوں تک پہنچ سکے۔

یہ بڑا قیامت خیز منظر تھا۔ سیزر کے سپاہی دھڑا دھڑ پانی میں کود رہے تھے گینی میڈ کے آدمی انہیں رگید رگید کے مار رہے تھے۔ سمندر میں اگرچہ سیزر کے چھوٹے بڑے جہاز موجود تھے مگر وہ ڈوبنے والوں کو خود بچانے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ صرف انہیں سوار کر لیتے تھے جو تیر کر جہاز تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کی التفاتی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے جہاز پر دس بیس آدمی سوار ہو جاتے تو وہ جہاز کوچ کا حکم دیدیتے اور گہرے سمندر کی طرف روانہ ہو جاتے۔

جولیس سیزر پر ایک کے بعد دوسری مصیبت نازل ہو رہی تھی۔ ابھی تک ساحل پر جنگ ہو رہی تھی اور اس کے سپاہی لڑتے بھڑتے ساحل تک پہنچتے اور فوراً پانی میں چھلانگ لگا دیتے تھے مگر اب گینی میڈ نے اپنے بحری دستوں کو بھی پانی میں اتار دیا۔ یہ بحری سپاہی چھوٹی چھوٹی نہایت تیز رفتار کشتیوں پر سوار تھے۔ یہ کشتیاں غوطے کھانے والوں کا شکار کر رہی تھیں انہیں ڈبونے کے لیے یہ تیروں کے بجائے بڑے بڑے پتھر استعمال کرتی تھیں۔ کشتیوں کے تیر انداز صرف اس وقت تیر چلاتے جب سیزر کے جہاز پر انہیں لوگ کھڑے دکھائی دیتے ان کی تیر اندازی بھی اس قدر تیز اور ہولناک تھی کہ جہاز ان کی طرف بڑھنے کے بجائے دور گہرے سمندر میں بھاگ جاتے تھے۔

جولیس سیزر بھی ایک ایسے ہی حادثہ سے دو چار ہو گیا۔ وہ معمول کے مطابق ایک چھوٹے جہاز پر سوار جزیروں کا معائنہ کر رہا تھا یا جائزہ لے رہا تھا کہ اس کی فوج ساحل سے پانی میں کودنے والوں پر پڑی۔ چونکہ یہ اس کا علاقہ تھا اس لیے وہ ڈوبنے والوں کو بچانے کے لیے ساحل کی طرف بڑھا۔ اس وقت گینی میڈ کی کئی تیز رفتار

کشتیوں نے اس پر تیروں اور پتھروں سے حملہ کر دیا۔ اب ایک طرف تو سیزر کے جہاز پر تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی اور دوسری طرف ڈوبنے والے دھڑا دھڑ اس کے جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔

سیزر اپنے آدمیوں کی مدد کو آیا تھا مگر خود مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ ڈوبنے والوں کو بے سہارا چھوڑ کر وہ واپس بھی نہ جا سکتا تھا اور اگر ٹھہرتا ہے تو اس کا جہاز بھی خطرے میں پڑ سکتا تھا وہ عجیب تذبذب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیزر کو محسوس ہوا کہ اس کا جہاز ڈوبنے لگا ہے بات یہ ہوئی کہ اس چھوٹے سے جہاز پر ڈوبنے والوں کی اتنی تعداد سوار ہو گئی جس کا وزن جہاز سنبھال نہیں سکتا تھا چنانچہ جہاز نے ڈوبنا شروع کر دیا۔

سیزر نے جہاز کو گینی میڈ کی کشتیوں سے تو کسی حد تک بچا لیا تھا مگر اب جہاز ڈوبنے لگا تھا اور اسے جہاز فوراً" چھوڑ دینا تھا۔ اس نے یہ فیصلہ دل میں کیا اور فوراً" اس کیبن کی طرف بھاگا جس میں سلطنت روما کے کاغذات کے ساتھ ساتھ سلطنت مصر کے کچھ ضروری کاغذات رکھے تھے۔ اس نے جلدی جلدی کاغذ چھانٹے اور ان کا ایک پلندہ سا بنا لیا۔ پھر اس نے اپنے جسم سے وہ بھاری سرخ لبادہ اتارا جو اس کے فوجی منصب کا نشان تھا اگر لبادہ غرق ہو جاتا تو ایک طرف اسے بچ جانے کے باوجود اپنی شناخت کرانے میں سینکڑوں دقتیں پیش آتیں اس کے ساتھ ہی قلوپطرہ کی یہ امید بھی سیزر میں غرق ہو جاتی کہ وہ سلطنت روما اور سلطنت مصر کی ملکہ بنے گی۔

آخر جولیس سیزر کو جان بچانے کے لیے ڈوبتے جہاز سے سمندر کی موجوں میں چھلانگ لگانا پڑا۔ یہ منظر بھی بڑا ہیجان خیز اور عبرت انگیز تھا۔ جولیس سیزر جو نصف دنیا کا مالک تھا اس کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے ایک ہاتھ میں کاغذات کا پلندہ بلند کئے ہوئے تھا اور سرخ فوجی لبادہ اس کے دانتوں میں دبا تھا۔ اس کا دوسرا ہاتھ خالی تھا جس سے وہ تیرنے اور جان بچانے کی کوشش میں غوطے لگا رہا تھا۔ اس کوشش میں اس کا نیم گنجہ سر کئی بار پانی کے اندر گیا مگر اس نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔

ابھی سیزر کی زندگی باقی تھی اور قدرت کو اسے زندہ رکھنا منظور تھا کہ دور سے

اس کے ایک جہاز نے اسے موجوں میں غوطے کھاتے دیکھا وہ جہاز بڑی تیزی سے سیزر کے دانتوں میں دبے ہوئے سرخ لبادے کو دیکھ کر اس کے پاس پہنچا اور ہاتھ کا سہارا دے کر اسے جہاز پر سوار کرا لیا ورنہ اس کے ڈوب جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ اس غوطے کھانے کے دوران اس کی آدھی کھلی چاند پر کئی پتھر پڑ چکے تھے اور جگہ جگہ زخم پیدا ہو گئے تھے۔

جولیس سیزر ایک فوجی جنرل تھا اور جنرل تو جنگ کے دوران ہر وقت موت کے منہ میں رہتا ہے مگر سیزر کو اس طرح کے کسی حادثہ کا کوئی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اسے یہ سوچ کر ہی افسوس ہو رہا تھا کہ اگر وہ اس حادثہ میں مارا جاتا مصر اور روم والے اسے کس قدر ذلیل الفاظ سے یاد کرتے۔ وہ یہی کہتے کہ ایک مدرس نے سیزر کو شکست دے کر اسکندریہ کے ساحل پر غرق کر دیا۔ قلوپطرہ نے اس حادثہ میں اس کی جان بچ جانے کے سلسلہ میں ایک جشن منعقد کرنا چاہا مگر سیزر نے اسے روک دیا۔

"کس بات کا جشن کرنا چاہتی ہو قلوپطرہ۔ سیزر نے بڑے دکھ سے کہا۔ "کیا تم مصریوں کو یہ بتانا چاہتی ہو کہ رومی جنرل جس نے جنگ میں کسی سے شکست نہیں کھائی وہ ایک اتالیق سپہ سالار کے بحری دستوں کے ہاتھوں مارے جانے سے اتفاقیہ طور پر بچ گیا۔ میں اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا"۔

قلوپطرہ نے اس کے زخمی دل پر مرہم رکھا۔

"نہیں جنرل۔ میں یہ کیوں کہوں گی میں تو مصریوں کو یہ بتاؤں گی کہ روم کا عظیم جنرل اپنے ڈوبتے ہوئے سپاہیوں کو بچانے کے لیے خود سمندر میں کود پڑا اور بے شمار لوگوں کو جان پر کھیل کر بحر روم کی موجوں سے نکال لایا"۔

"قلوپطرہ" سزیر نے زور دے کر کہا۔ "مصریوں کی نظروں میں رومی جنرل جولیس سیزر غاصب اور قلوپطرہ اپنی قوم کی غدار ہے وہ ہمارے بارے میں کوئی اچھی بات سوچ ہی نہیں سکتے"۔

اس طرح سیزر نے جشن کا پروگرام سختی سے منسوخ کر دیا۔

ایک واقعہ کے دوسرے ہی ہفتہ سیزر کو ایک بہت بڑی خوشخبری موصول ہوئی شمال سے آنے والی ایک تیز رفتار کشتی شاہی محل کے ساحل سے آ لگی۔ اس میں سے

ایک بحری سپاہی خشکی پر اترا۔ رومی کشتی اور لباس دیکھ کر ساحل کے پہریداروں نے اسے عزت سے اپنے ساتھ لیا اور شاہی محل میں جولیس سیزر کے سامنے پیش کیا۔ آنے والے نے جنرل سیزر کو فوجی سلوٹ کیا اور رومی زبان میں گویا ہوا۔

"محترم جنرل سینتسویں پلٹن کا بحری بیڑہ ساحل سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ٹھہرا ہوا آپ کے حکم کا منتظر ہے؟"

سیزر کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔ قلوپطرہ اس کے ساتھ تھی اس نے قلوپطرہ کو مخاطب کیا۔

"دیکھا تم نے۔ روم کے بہادر سپاہی اپنے جنرل کو کسی وقت نہیں بھولتے"۔

پھر اس نے آنے والے سے بحری بیڑے کی تفصیلات دریافت کیں۔

آنے والے بحری سپاہی نے جولیس سیزر کو ۳۷ ویں پلٹن کے بحری بیڑے کی جو تفصیل بیان کی اسے سن کر سیزر کو جو خوشی ہوئی وہ تو ایک طرف رہی قلوپطرہ کی حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

اس نے بتایا۔

"سلطنت روما کا ۳۷واں بحری بیڑا سب سے طاقتور بیڑا ہے۔ بیڑے کے جہازوں پر برسوں کے لیے سامان رسد بار کیا ہوا ہے۔ اسلحے کے انبار لگے ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ بیڑا قلعہ شکن آلات سے لیس ہے اور بڑے سے بڑے قلعہ کو ایک ہفتہ کے اندر زمین کے برابر کرنے کی طاقت رکھتا ہے"۔

جولیس سیزر۔ یہ تفصیلات سن رہا تھا اور اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ گزشتہ ہفتہ گینی میڈ کی بحری کشتیوں نے اس کی جو درگت بنائی تھی' اس کا زخم نہ صرف تازہ تھا بلکہ سیزر جوش انتقام سے پھنکا جا رہا تھا۔

جولیس سیزر نے پورے وقار سے حکم دیا۔

"بیڑے کے کپتان کو حکم دیا جائے کہ وہ بیڑے کو شاہی محل کے ساحل پر لائے اور اگر کسی طرف سے مزاحمت ہو تو اسے سختی سے ختم کر دیا جائے؟

آنے والے نے ادب سے عرض کیا۔

"جنرل بہادر۔ ہوا مخالف ہے اس لیے بحری بیڑہ شاہی محل کے ساحل پر نہیں

لگ سکتا۔ اسے کھلے سمندر میں لنگر انداز ہونا پڑے گا"۔

"ٹھیک ہے"۔ جولیس سیزر نے کہا۔ "بیڑا جہاں تک آ سکتا ہے لایا جائے"۔ اطلاع لانے والا سلام کر کے الٹے پیروں واپس ہو گیا۔

سیزر بڑا نڈر جنرل تھا۔ یہ اس کا حوصلہ تھا کہ صرف چند سو فوجیوں کے ساتھ قلعہ نما محل پر قابض تھا اس کے ساتھ صرف ایک چھوٹا سا بحری بیڑہ تھا اور اسی کے زور پر وہ سمندر میں دندناتا پھرتا اور شاہی قلعہ پر راج کر رہا تھا ورنہ پورا مصر اس کا مخالف تھا۔ سیزر کی حکومت اور عملداری صرف شاہی محل کے دروازوں تک تھی۔ ان دروازوں سے دو سو گز کے فاصلہ پر مصریوں کی آبادی شروع ہو جاتی تھی اور شاہی محل کا کوئی شخص اس آبادی میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

۳۷ویں پلٹن کے بڑے بحری بیڑے کے آ جانے سے سیزر کے حوصلوں میں اور زیادہ پختگی اور استقامت پیدا ہو گئی۔ اس نئی کمک سے اس کی فوجوں کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی سیزر نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس قلعہ نما محل پر اگرچہ اس نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو وہ اس قصر میں خود قید ہو کے رہ گیا تھا مگر اب وہ قید میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ آخر سیزر نے فیصلہ کیا کہ خوف و ہراس کی حالت میں شاہی محل پر قابض رہنے کے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ میدان میں نکل کے مصر کے باغی لشکر سے دو دو ہاتھ کئے جائیں۔

اس فیصلہ کے بعد ہی ایک دن سیزر نے جبکہ وہ اور قلوپطرہ بڑے خوشگوار موڈ میں پھل کھا رہے تھے ایک غلام بھیج کے شہزادے بطلیموس کو بلوایا۔ شہزادہ کے لئے سیزر نے اگرچہ تمام طرح کی آسائشوں اور ضروریات زندگی کی ہر قسم کی چیزوں کا محل میں انبار لگوا دیا تھا مگر شہزادے کی طرف سے اس کا دل صاف نہ تھا اس لیے کہ شہزادہ مصر کے شاہی خاندان کا ایک رکن تھا۔

یہ ٹھیک تھا کہ شہزادہ کی بہن قلوپطرہ اس کے دل کی ملکہ بنی ہوئی تھی مگر شہزادہ کی دوسری بہن شہزادی آرمینو اپنے اتالیق کے بہکاوے پر اس کے ساتھ برسرپیکار تھی اور اس نے پچھلے ہفتہ شمال سے ایسا سخت حملہ کیا تھا کہ سیزر کو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ شہزادی آرمینو کا خیال آتے ہی جیسے اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا کسیلا ہو گیا

اور اس نے اس کڑواہٹ کو اگالدان میں تھوک دیا۔

اس وقت شہزادہ داخل ہوا اور سیزر کے منہ کا ذائقہ ایک بار پھر کڑوا ہو گیا۔ شہزادہ بطلیموس پہلے ہی سہما سہما اور ڈرا ڈرا تھا۔ سیزر نے اسے اس انداز سے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ اس کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم کو آزاد کر دیا جائے"۔ سیزر نے بڑی بے تکلفی سے اپنے دل کی بات شہزادے کے سامنے اگل دی۔

وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"رومی جنرل میں قید کب تھا جو آپ مجھے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ قلوپطرہ سے میری صلح ہو چکی ہے۔ میرے اوپر کہیں آنے جانے یا کسی سے گفتگو کرنے کی کوئی پابندی نہیں۔ کیا صلح کے بعد بھی آپ مجھے اپنا قیدی سمجھتے ہیں؟"

"شہزادے کان کھول کے سنو"۔ سیزر نے تلخی سے کہا۔ "تم اس وقت تک ہماری حراست میں ہو جب تک تمہاری مصری فوج ہمارے خلاف جنگ کرتی رہے گی۔ اس کے باوجود ہم نے آج تمہیں تمام مصلحتوں کے خلاف آزاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے"۔

شہزادہ بھی شائد حالات سے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے بھی تلخی کا جواب تلخی سے دیا۔

"رومی جنرل۔ آپ کی گفتگو اور رویہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ کبھی آپ میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں اور کبھی الفاظ کے طنز بھرے تیر چلاتے ہیں۔ شائد آپ نے یہ انداز گفتگو قلوپطرہ سے سیکھ لیا ہے"۔

"بکواس بند کرو شہزادے"۔ جولیس سیزر گرم ہو گیا۔ "میرا نام جولیس سیزر ہے اور جولیس سیزر چوہے بلی کے کھیل کو قطعی پسند نہیں کرتا۔ میں تمہیں صاف الفاظ میں بتا رہا ہوں کہ میں تمہارے پاگل عوام اور گنوار اور اجڈ فوجیوں سے جنگ نہیں چاہتا بلکہ میری توہین ہے۔ اگر جنگ ہی کرنا ہے اور اب جنگ ہونا بھی چاہیے تو ہم مصریوں سے کھلے میدان جنگ کریں گے۔ تاکہ مجھے اور میری فوج کو یہ طمانیت تو رہے کہ اس کے مقابلہ پر مصر کا شہزادہ ہے"۔

شہزادے نے جواب کے لیے منہ کھولا تھا کہ سیزر نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔ شہزادہ بطلیموس چند لمحے خاموش بیٹھا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

سیزر شہزادے کو شاہی محل سے نکال کر مصری فوجوں میں اس لیے بھیجنا چاہتا تھا کہ اس کے خلاف صرف ایک محاذ رہے۔ اسے مصریوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کے مصر کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا تھا۔ شہزادے بطلیموس کے محل میں قیام کے سبب اس کے مقابل دو محاذ تھے۔ ایک تو شہزادے کا خطرہ کہ ہمیں وہ شاہی محل کے دروازے کھلوا کے مصری فوج کو اندر نہ بلا دے۔ دوسری طرف اسے شہزادی آرمینو کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس کی طاقت کا فوری طور پر خاتمہ نہ کیا گیا تو وہ سیزر کے راستہ کا روڑہ بن سکتی تھی۔ شہزادہ بطلیموس کو مصری فوج میں بھیجنے کی یہ بھی مصلحت تھی کہ شہزادہ بطلیموس کی طرح شہزادی آرمینو بھی مصر کے تخت و تاج کی خواہش مند تھی۔ پس جب شہزادہ بطلیموس' مصری فوجوں میں پہنچے گا تو مصری فوج دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

اگر مصری فوج دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے تو سیزر کو ان پر قابو پانے میں زیادہ خون ریزی نہ کرنا پڑے گی۔ پھر یہ بھی امکان تھا کہ بطلیموس کے مصری فوجوں میں پہنچنے پر مصری فوج کے دونوں دھڑے آپس میں ٹکرا بھی سکتے تھے۔ اس صورت میں سیزر کو بغیر خونریزی کے وہ کچھ حاصل ہو جائے گا جس کا وہ خواہش مند ہے۔

شہزادے بطلیموس کو آزاد کر کے مصری فوج میں بھیجنے کی حکمت عملی کسی حد تک قلوپطرہ کی سمجھ میں آ گئی تھی پھر بھی اس نے تصدیق کے لیے سیزر سے دریافت کیا۔

"شہزادے بطلیموس کا مصری لشکر میں جانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے؟"

قلوپطرہ نے سوال کیا تھا مگر سیزر نے سوال پر سوال کر دیا۔

"تمہارے شبہ کی بنیاد کیا ہے؟"

قلوپطرہ نے صاف اور واضح الفاظ میں جواب دیا۔

"شہزادی آرمینو کی لشکر میں زیادہ پوچھ گچھ نہیں۔ ایسی صورت میں شہزادہ

بطلیموس وہاں پہنچتے ہی مصری لشکر کی مکمل کمان سنبھال لے گا اور مصری لشکر بطلیموس کے لیے جان توڑ کے لڑے لگا"۔

"یہ بات میری نظر سے پوشیدہ نہ تھی"۔ سیزر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مگر بطلیموس کے وہاں جانے کا ایک مفید پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہزادی آرمینو کے زیر کمان مصری فوج عین ممکن ہے کہ بطلیموس کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مصریوں میں خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تب بھی یہ فائدہ تو ضرور ہو گا کہ ہمیں مصری لشکر سے صرف ایک اور آخری جنگ کرنا پڑے گی"۔

قلوپطرہ نیم دلی سے بولی۔

"سیزر کو مجھ پر جنگی مہارت کی فوقیت حاصل ہے۔ اس لیے میں مخالفت نہیں کروں گی لیکن یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ جنگ کا کچھ بھی نتیجہ ہو سکتا ہے"۔

سیزر کا آج بار بار ہنسنے کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ پھر مسکرایا اور کہا۔

"چلو کچھ بھی نتیجہ ہو لیکن میرے ذہن سے یہ دھڑکا تو نکل جائے گا کہ ہماری تنہائیوں میں مخل ہونے والا شہزادہ بطلیموس اب قلعہ میں موجود نہیں"۔

قلوہ پطرہ نہ جانے کیوں شرما گئی اور اس نے نظریں نیچی کر لیں۔

○

شہزادے بطلیموس کا مصری لشکر میں عظیم الشان استقبال ہوا۔ اس کا استقبال اس وقت شروع ہو گیا تھا جب اسے قلعہ کا دروازہ کھول کے مصری آبادی میں جانے کا حکم دیا گیا۔ شہزادہ اس وقت بہت خوش تھا۔ اسے سیزر کے مضبوط پنجوں سے ہمیشہ کے لئے رہائی مل گئی تھی مگر اس کے دل کے کسی کونے میں یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ سیزر کا اسے اس سے آزاد کرنا مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا مگر اس نے سر جھٹک کر اس خیال کو کچھ دیر کے لیے جھٹک دیا۔

قلعہ کے صدر دروازے اور مصری آبادی کے درمیان مشکل سے دو سو گز کا فاصلہ تھا۔ آبادی والوں نے جب شہزادے کو قلعہ کے باہر اکیلے کھڑا دیکھا تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ شہزادی آرمینو تو ہزار دقتوں کے بعد آزاد ہوئی تھی مگر شہزادہ

بطلیموس دن کے اجالے میں قلعہ کے دروازے کے باہر کھڑا تھا۔ لوگوں نے آنکھیں مل مل کے دیکھا جب انہیں پورے طرح یقین ہو گیا ان کی کھلی آنکھوں کے سامنے ان کا محبوب شہزادہ اپنے شاہی لباس میں ملبوس تنہا کھڑا آبادی کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ تو ان کے حوصلے بڑھے اور اپنے شہزادے کو خوش آمدید کہنے کا جذبہ سمندر کی موجوں کی طرح ابل پڑا۔

آبادی والے ایک ایک دو دو وائیں بائیں اور آگے پیچھے احتیاط سے دیکھتے ہوئے شہزادے کی طرف بڑھتے گئے اور کچھ لوگ محتاط قدم اٹھاتے شہزادے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر تو یہ ہوا کہ مصر کے تمام محلوں کی آبادی جیسے ابل پڑی۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے اور فضائیں نعروں سے گونج اٹھیں۔

شہنشاہ مصر---------- بطلیموس

بطلیموس---------- زندہ باد

ہمارا بادشاہ---------- بطلیموس

قلوپطرہ---------- غدار ہے

آرمینوس---------- غدار ہے

گنی میڈ---------- غدار ہے

بھیڑ چال شاید اسی کو کہا جاتا ہے۔ قلوپطرہ کے لیے غداری کا نعرہ درست تھا مگر شہزادی آرمینو اور اس کے اتالیق گینی میڈ کے لیے غداری کا نعرہ کیوں لگا۔ اس پر اعتراض کون کرتا۔ اتنی فرصت کسے تھی شاید شہزادہ بطلیموس کے سامنے آنے کے بعد باقی سب ان کی نظروں میں غدار ہو گئے تھے۔

شہزادہ بطلیموس کا جلوس آبادی میں پہنچا تو جیسے ان کی عید ہو گئی۔ ایک آبادی کیا تمام آبادیوں میں میلہ جیسا سماں پیدا ہو گیا۔ مصریوں نے شہزادے کیا پایا گویا انہیں مصر کا تاجدار مل گیا۔ ہر طرف شہزادے کی آمد کا شور تھا۔ مصری لشکر میں اطلاع ہوئی کہ شہزادہ قلعہ کی قید سے آزاد ہو کر آبادی میں آگیا ہے تو شہزادے سے ہمدردی رکھنے والے یا اس کے وفادار دستے اس کے استقبال کے لیے قلعہ پیلوشیم سے چل پڑے۔

یہ وہی قلعہ پیلوشیم جہاں پہلے قلوپطرہ ٹھہری تھی۔ اب وہاں مصری فوجوں کی چھاؤنی تھی۔ شہزادی آرمینو اور گینی میڈ کا قبضہ تھا اور ان کے نام کا طوطی بولتا تھا مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ شہزادہ بطلیموس بھی فرار ہو کر مصریوں کے پاس پہنچ گیا ہے تو شہزادی آرمینوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور گینی میڈ کو اپنی موت نظر آنے لگی۔ انہوں نے تو یہ افواہ پھیلائی تھی کہ قلوپطرہ اور بطلیموس نے رومی جرنیل جولیس سیزر سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر ان سے اس سلسلے میں باز پرس کی گئی تو وہ کیا جواب دیں گے۔

شہزادہ بطلیموس مصریوں کے کاندھوں پر سوار۔ زندہ باد کے نعرے سنتا قلعہ پیلوشیم پہنچ گیا۔ نہ شہزادی آرمینو سے پوچھ گچھ ہوئی اور نہ گینی میڈ سے سوال جواب کئے گئے۔ گینی میڈ نے بطلیموس کے آنے کی خبر سنتے ہی اپنے جسم سے فوجی جرنیل کا لباس (یونیفارم) اتار دیا۔ مصر کے پہلے جنرل ایکیلاس کو مارنے کے بعد گینی میڈ نے یہ لباس پہن کے اپنے جرنیل ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

شہزادی آرمینو کو شہزادے بطلیموس کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شہزادے کے قلعہ میں پہنچنے کے بعد بھی وہ اسے مبارک باد دینے نہ آ سکی۔ آخر شہزادے بطلیموس نے اپنے اختلافات بالائے طاق رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری پیاری بہن شہزادی آرمینو کہاں ہے؟"

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اے شہنشاہ مصر"۔

یہ جواب گینی میڈ یعنی شہزادی آرمینو کے اتالیق کا تھا جو ڈرتے ڈرتے شہزادے کو مبارک باد دینے حاضر ہوا تھا اور اس وقت سر جھکائے بطلیموس کے سامنے کھڑا تھا۔ گینی میڈ کے گلشن میں آئی ہوئی چند روزہ بہار اب خزاں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کا سب سے زیادہ وفادار فوجی دستہ جو اس کا محافظ دستہ کہلاتا تھا وہ بھی اس سے منہ موڑ کے بطلیموس کے جلوس میں شامل ہو گیا تھا۔

"شہزادی کو اطلاع دی جائے کہ ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں"۔ شہزادہ بطلیموس نے پروقار لہجے میں کہا۔ "طبیعت سنبھلتے ہی وہ ہمارے پاس آئے"۔

وقت بڑی تیزی سے گزر رہا تھا۔ شہزادے بطلیموس کو شہزادی کی معذرت قبول

کرنے یا شہزادی آرمینو کو معذرت پیش کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس لیے مصری لشکر نے اس دن شہزادے بطلیموس کے سر پر تاج رکھ کر اسے فوج کا سپریم کمانڈر اور مصری شہنشاہ بنا دیا۔ پھر دوسرے دن کمانڈروں کے مشورے کی بنا پر بطلیموس اپنا پورا لشکر لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

شہزادہ بطلیموس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ رومی جرنیل جولیس سیزر سے ایک فیصلہ کن جنگ کرے جس میں اگر وہ کامیاب ہو تو قلعہ پر قبضہ کے بعد سیزر اور قلوپطرہ کے سر قلم کروائے یا پھر میدان جنگ میں بہادری سے لڑتا ہوا موت کو گلے لگائے۔ چنانچہ بطلیموس پیلوشیم سے مصر کا لشکر لے کر دریائے نیل کے دہانے کی طرف چلا۔

دوسری طرف جولیس سیزر نے جو بطلیموس کی پیش قدمی پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا' قلعہ پیلوشیم کے خالی ہوتے ہی اس پر قبضہ کر لیا پھر ساحل کے ساتھ ساتھ دریائے نیل کے دہانے کی طرف بڑھ کر جہاں بطلیموس اپنے پورے لشکر کے ساتھ مزاحمت کے لیے پہنچا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کے سیزر نے ایک ایسی جنگی چال چلی جس نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

سیزر کو ۳۷ویں پلٹن کے زبردست بحری بیڑے کی کمک حاصل ہو چکی تھی۔ دریائے نیل کے دھانے پر بطلیموس کا بحری بیڑہ جنگ کے لیے تیار کھڑا تھا اور بطلیموس خود ایک جہاز پر موجود اس بیڑے کی کمان کر رہا تھا۔ سیزر کی ان تمام باتوں پر نظر تھی۔ چنانچہ اس نے خشکی پر بطلیموس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے زبردست بحری بیڑے سے مصری بحری بیڑے پر حملہ کر دیا۔ اب بجائے بری جنگ کے بحری جنگ شروع ہو گئی اور دونوں طرف کی بری فوجیں ساحل سمندر پر کھڑی یہ بحری جنگ دیکھنے میں لگ گئیں۔ بڑی خوفناک بحری جنگ تھی۔ جولیس سیزر کا بحری بیڑہ بڑا تجربہ کار تھا اس نے اپنے تابڑ توڑ حملوں سے مصری بیڑے کو بوکھلا دیا۔ دونوں بیڑوں کا انداز جارحانہ تھا اور جنگ میں ہر گھنٹے شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ جنگ صبح شروع ہوئی تھی مگر شام تک اس کا فیصلہ نہ ہو سکا اور دونوں بیڑوں کو الگ الگ رہ کر رات گزارنا پڑی۔

پھر صبح ہوتے جنگ شروع ہو گئی یہ کل سے زیادہ صبح سے دوپہر پھر سورج مغرب کی طرف جھک گیا مگر جنگ کا فیصلہ ہوتا نہ دکھائی دیتا تھا۔ اس وقت ایسا ہوا کہ سیزر کے بحری بیڑے نے شمال کی جانب سے ایسا زبردست حملہ کیا کہ بطلیموس کو یوں محسوس ہوا جیسے سیزر نے اپنے تمام جہاز شمال میں بھیج کر یہ فیصلہ کن حملہ کیا ہے۔ اس نے فوراً" دائیں بائیں کے چند جہازوں کو بھی شمال کے حملے کا زور توڑنے میں لگا دیا۔

اس طرح شمال کا حملہ روکنے میں بطلیموس کامیاب ہوگیا مگر فوراً" ہی اس نے دیکھا کہ دائیں جانب سے بھی بہت سے جہاز اس کے بیڑے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس مصیبت کو ٹالنے کے لیے بطلیموس نے بائیں جانب کے چند جہاز دائیں جانب کے حملے کو روکنے کے لیے بھیج دیئے ادھر جہازوں کی پہلے ہی کمی تھی۔ اب وہاں اور کمی ہو گئی اس پر طرہ یہ ہوا کہ سیزر کے بحری بیڑے نے بطلیموس کے دائیں جانب بھی اس شدت سے حملہ کر دیا۔

اس سہ طرفی حملوں سے بطلیموس اور اس کے بیڑے والے ایسے گھبرائے کہ انہوں نے اپنے جہازوں کو بچانے کے لیے ادھر ادھر بھگانا شروع کر دیا مگر سیزر کا بیڑہ تھا کہ اس حملے میں ہر لحظہ شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ یہ بطلیموس کے بحری بیڑے کی شکست اور تباہی تھی۔ اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر کرنے لگا اس نے ایسے ہی برے وقت کے لئے ایک کشتی دریائے نیل کے دہانے پر ڈال رکھی تھی۔

آخر بطلیموس اس کشتی تک ایک جہاز کے ذریعہ پہنچ گیا اور جہاز سے چھلانگ لگا کر کشتی میں اتر گیا۔ وہ بظاہر محفوظ ہو گیا تھا کیونکہ اس کشتی کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا تھا مگر بطلیموس کی بدبختی کہ جس جہاز سے وہ کشتی تک پہنچا تھا اس کے شکست خوردہ بھگوڑوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے اس کشتی میں کودنا شروع کر دیا بطلیموس نے انہیں خبردار کیا کہ کشتی زیادہ وزن نہیں سنبھال سکتی مگر کون سنتا ہے سب کو اپنی جان کی فکر تھی۔

اس دھا چوکڑی کا یہ نتیجہ نکلا کہ کشتی زیادہ بوجھ کی وجہ سے الٹ گئی اور سب نے ڈبکیاں کھانا شروع کر دیں کئی خوش قسمت جان بچا کے کنارے پہنچے مگر زیادہ لوگ

ڈوب گئے۔ ان ڈوبنے والوں میں سلطنت مصر کا شہزادہ بطلیموس بھی تھا جو فرمانروائی کی آرزو دل میں لئے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ اس کی لاش کو اس کے سنہری شاہی زرہ بکتر سے پہچانا گیا اس بھاری زرہ بکتر نے اسے تیرنے کا موقعہ نہ دیا۔

مصری بحری بیڑے کی شکست اور تباہی کا ایسا خوف پھیلا کہ بری فوج نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔ شہریوں نے سیاہ رنگ کا ماتمی لباس پہن لیا۔ شہر کے بزرگ لوگوں کا ایک وفد فاتح رومی جنرل جولیس سیزر جو اب شہنشاہ مصر بھی تھا اس کے حضور اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے بھیجا گیا یہ وفد اپنے ساتھ اپنے چند بڑے بڑے دیوتاؤں کے بت بھی لے گیا تھا جو اس بات کی نشانی تھی کہ اہل مصر نے صدق دل سے سیزر کی اطاعت قبول کر لی ہے شہزادہ بطلیموس ڈوب کے مر گیا تھا۔ شہزادی آرمینو اور اس کے اتالیق گینی میڈ کو گرفتار کر لیا گیا۔

غرض یہ کہ رومی جرنیل بڑی شان و دبدبہ کے ساتھ شاہی محل کی طرف چلا۔ اس کے عظیم الشان جلوس کے آگے آگے مصری فوج کے تمام سردار پا پیادہ چل رہے تھے۔ مصری خواتین فاتح جرنیل پر پھولوں کی بارش کر رہی تھیں۔ ڈھول اور تاشوں کا اس قدر شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مصری عوام کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ بطلیموس خاندان کی شہنشاہیت کا آفتاب غروب ہو چکا۔ وہ قلوپطرہ سے امیدیں وابستہ کر سکتے تھے جو اس وقت فاتح جرنیل کے رحم و کرم پر تھی۔

اسی شان و شوکت سے جولیس سیزر کا جلوس شاہی محل پر پہنچا آگے آگے چلنے والے سردار شاہی محل کے دروازے پر رک گئے انہوں نے سیزر کی سواری کو راستہ دیدیا۔ شاہی سواری صدر دروازے میں داخل ہو گئی۔ سامنے محل کی سیڑھیوں میں مصری ساحرہ قلوپطرہ اپنے حسن کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اپنے محبوب کے لیے آغوش شوق وا کئے کھڑی تھی۔

فاتح جولیس سیزر شاہی سواری سے اترا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قلوپطرہ نے اپنے سیمیں بازوؤں کا سہارا دے کر سیزر کو شاہی گاڑی سے اتارا۔ گاڑی سے اتر کر سیزر نے کمال بے تکلفی سے قلوپطرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دونوں ہنستے مسکراتے محل کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔

○

آج سے پہلے جولیس سیزر کی مصر میں یہ پوزیشن نہ تھی۔ اس نے سرزمین مصر پر بزور شمشیر قدم رکھا تھا اور قلعہ پر بھی قابض ہو گیا تھا مگر اس کا یہ قبضہ مستقل نہیں کہا جا سکتا تھا۔ قلوپطرہ نے اگرچہ اسے ایک طاقتور حلیف کی حیثیت سے اپنا دوست سمجھ لیا تھا لیکن اس کا فتح یاب ہو کر محل آنا قلوپطرہ کے لیے اس لیے باعث مسرت اور رحمت تھا کہ اس کا دوست کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ رومتہ الکبری (روم) اور مصر کا سب سے عظیم فاتح ہے۔

قلوپطرہ کئی سال پہلے جوان ہو چکی تھی۔ جوانی یونہی کیا خوبصورت ہوتی ہے مگر یہ جب کسی خوبصورت دوشیزہ پر آتی تو حسن میں جار چاند لگا دیتی ہے۔ قلوپطرہ جب چندا چکور یا جنگل کے مور کے مانند' سر بلند کئے اور اٹھلاتی سیزر کی طرف بڑھتی تو اس ادھیڑ عمر فاتح کا دل جوانوں سے زیادہ جوان ہو جاتا تھا۔ سیزر کو قلوپطرہ نے اپنے حسن و جوانی اور نازو ادا سے روز اول ہی اپنے دام میں پھانس لیا تھا اور اب تو سیزر کو اس کے ساتھ مستانے دن اور شبنمی راتیں گزارتے کئی ماہ گزر چکے تھے۔ شاید اسی لیے جولیس سیزر آٹھ ماہ گزر جانے کے باوجود روم واپس جانے کا نام نہ لے رہا تھا۔

سیزر کے اس طویل قیام کی ذمہ داری جتنی خود اس پر تھی اتنی ہی ذمہ دار قلوپطرہ بھی تھی قلوپطرہ کی جوانی سے بھرپور مست باہیں کسی مضبوط گردن کے گرد حائل ہونے کے لیے بیتاب رہی تھی اور سیزر نے اس کی اس بیتابی کو سہارا دیا تھا۔ قلوپطرہ کو اپنے ملکی قانون کے تحت اپنے چھوٹے بھائی بطلیموس سے شادی کر کے اسے مصر کی حکومت میں حصہ دار بنانا تھا مگر وہ اس خیال ہی سے نفرت کرتی تھی اس کی طبیعت میں حد درجہ کی خودسری اور مطلق العنانی تھی پھر بھلا وہ بطلیموس جیسے عام آدمی سے شادی کر کے اسے حکومت میں شریک کرنے کا کیوں تصور کرتی۔ اسے تو کسی ایسے شہزادے کی تلاش تھی جو اس کا حکم ماننے کے بجائے خود قلوپطرہ کو حکم دے اور قلوپطرہ خوشی خوشی اس کا حکم بجا لائے۔

آخر قلوپطرہ کی یہ آرزو جولیس سیزر کو دیکھ کے پوری ہوئی۔ سیزر وہ طاقتور ہاتھ تھا جو قلوپطرہ کو زمانہ کے گرم و سرد سے محفوظ رکھنے کے علاوہ اس کے لیے قابل فخر

بھی ہو سکتا تھا ظاہر ہے کہ قلوپطرہ کی رگوں میں شاہی خون گردش کر رہا تھا اور وہ اس خون میں کسی ایسے خون کی آمیزش نہیں کرنا چاہتی تھی جو اس کے شاہی خون کی سرخی اور گرمی کو کم کر دے۔ سیزر اگرچہ کسی شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا مگر قلوپطرہ کی دور رس نظروں نے دیکھ لیا تھا کہ سلطنت رومتہ الکبری کا تخت و تاج پر اگر کوئی قبضہ کر سکتا ہے تو وہ سیزر اور صرف جولیس سیزر ہے۔

چنانچہ قلوپطرہ نے سیزر کو عوام سے بلند اور مافوق الفطرت ہستی ثابت کرنے کے لیے یہ مشہور کر دیا تھا کہ جولیس سیزر دراصل آسمان کے مشتری دیوتا کا اوتار ہے یعنی مشتری دیوتا نے سیزر کی شکل میں اس دنیا میں جنم لیا ہے اس کے ساتھ قلوپطرہ نے یہ بھی مشہور کر دیا تھا کہ اس نے مشتری دیوتا کے اوتار یعنی جولیس سیزر سے شادی کر لی ہے اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد قلوپطرہ اور مشترکہ دیوتا کے سنجوگ (ملاپ) کا نتیجہ ہو گا۔ واضح رہے کہ بن بیاہی قلوپطرہ کے بطن میں اس وقت سیزر کا آٹھ ماہ کا بچہ ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

قلوپطرہ بڑی چالاکی سے ایک طرف تو مصری عوام کو یقین دلایا تھا کہ اس کا شوہر فوق الفطرت یعنی مشتری دیوتا ہے اس لیے وہ دنیا کے تمام انسانوں سے بلند ہے۔ دوسری طرف اس نے سیزر کے دماغ میں بھی یہ چیز پوری طرح جاگزیں کرا دی تھی وہ واقعی مافوق الفطرت اور ایک دیوتا ہے اور عوام اس کی پرستش اسی انداز سے کرنی چاہیے جس طرح وہ دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ سیزر نے بھی خود کو عوام سے بلند تصور کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس خیال کے ساتھ ہی سیزر کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اسے سلطنت روما کی جمہوری سلطنت کے بجائے وہاں کے مطلق العنان شہنشاہ ہونا چاہیے اور یہی وہ خیال تھا کہ قلوپطرہ اس کے دماغ میں ڈالنا چاہتی تھی۔ قلوپطرہ کے ذہن میں یہ خیال پرورش پا رہا تھا کہ اگر ایک ماہ بعد اس کے بطن سے لڑکی کی بجائے لڑکا ہوا تو مصر اور روم دونوں سلطنتوں کی ملکہ وہ یعنی قلوپطرہ ہو گی اور اس کی اولاد روم و مصر کی مشترکہ سلطنت کی وارث ہو گی اور یہ سلطنت حقیقت میں دنیا کی سب سے مضبوط اور بڑی سلطنت ہو گی۔

اندازے کے مطابق قلوپطرہ کے بچہ پیدا ہونے میں صرف ہفتہ عشرہ باقی تھا کہ سیزر نے بڑے خوشگوار انداز میں قلوپطرہ سے کہا۔

"قلوپطرہ" میرا خیال ہے کہ تم آئندہ ہفتے دنیا کی عظیم ترین ہستی بن جاؤ گی"۔

"وہ کیسے؟" قلوپطرہ نے تکیہ سے سر اٹھاتے ہوئے کہا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ سیزر کے کہنے کا کیا مطلب ہے مگر وہ انجان بن گئی۔

"وہ کیا بتاؤں تمہیں"۔ سیزر نے شوخی سے کہا۔ "ملکہ مصر و روم کو خود یہ بات معلوم ہونا چاہیے۔

سیزر نے قلوپطرہ کو ملکہ مصر کے ساتھ ساتھ ملکہ روم بھی کہا تھا۔ یہ قلوپطرہ کے دل کی آواز تھی۔ وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ پھر بولی۔

"کاش ایسا ممکن ہو۔ میری پہلی اور آخری آرزو یہی ہے"۔

سیزر نے اسے اور زیادہ چھیڑا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا اس سے پہلے تمہاری کوئی آرزو نہیں تھی۔ تم نے کوئی آروز ہی نہیں کی؟"

قلوپطرہ نے تکیوں کے سہارے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ میں نے ایک آرزو اور کی تھی لیکن اس آرزو کا میں نے کسی سے اظہار نہیں کیا"۔

"مگر قلوپطرہ" سیزر نے وضاحت چاہی۔ "آرزو تو بیان کرنے ہی پر معلوم ہو سکتی ہے۔ کیا تمہیں زندگی بھر کوئی ایسا ساتھی' ایسی سہیلی یا دوست نہیں مل سکا جس کے سامنے تم اپنی آرزو بیان کر سکتیں؟"

"یہ بات بھی نہیں ہے سیزر"۔ قلوپطرہ نے بڑے پیار سے کہا۔ "تم نے یہ ٹھیک کہا کہ آرزو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اس کام کے لیے کسی ساتھی' سہیلی یا دوست کی بھی ضرورت پڑتی ہے مگر میری آرزو کا نتیجہ کچھ اور ہی ہوا اور اس کے بیان کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا"۔

سیزر نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"یہ تو تم عجیب سی بات کہہ رہی ہو۔ تمہاری ایک آرزو تھی اس کا نتیجہ بھی

نکلا مگر تمہیں اس کے بیان کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ یہ سب باتیں آپس میں گڈ مڈ نہیں شاید تم مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی ہو؟"

"مجھ پر دیوتاؤں کی مار پڑے اگر میں تم سے کچھ چھپاؤں"۔ قلوپطرہ نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔ "سیزر۔ میں تم سے خود اپنے آپ کو نہ چھپا سکی تو پھر اپنی آرزو کیسے چھپاتی؟"

سیزر نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پر آہستہ سے ہاتھ رکھا۔

"پھر بتاؤ نا۔ تمہاری وہ کونسی آرزو تھی جسے تم بیان نہیں کر سکیں؟"

"کیا یہ تمہارا حکم ہے؟" قلوپطرہ نے بھی اسے چھیڑا۔

"توبہ توبہ۔ میں انسان اور تم ایک مقدس دیوی۔ میں تمہیں حکم کیسے دے سکتا ہوں۔ صرف درخواست کر سکتا ہوں"۔ سیزر نے شانے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہ کہو سیزر۔" قلوپطرہ سنجیدہ ہو گئی۔ "تم بے شک انسان ہو۔ میں بھی انسان ہوں لیکن میں نے اپنے گرد مقدس دیوی کا ہالہ لپیٹا ہوا ہے۔ تم بھی انسان ہوتے ہوئے مافوق الفطرت انسان ہو۔ میں نے تمہیں مصریوں کی نظر میں مشتری دیوتا کا اوتار بنا دیا ہے۔ حقیقت بھی تمہاری ایسی ہی ہے کہ تمہیں انسان کے بجائے دیوتا سمجھا جائے"۔

"اچھا قلوپطرہ۔ چھوڑو اس خشک موضوع کو"۔ سیزر نے بات بدلی۔ "اب وہ آرزو بتاؤ جسے تم بیان نہیں کر سکیں؟"

"سیزر" قلوپطرہ نے آسمان پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔ "جب میں نے ہوش سنبھالا اور دنیا کو سمجھنے کا موقعہ ملا تو مجھے بتایا گیا کہ مجھے اپنے چھوٹے بھائی سے شادی کر کے اسے اپنی سلطنت میں حصہ دار بنانا ہے تو میرا دل مرجھا گیا۔ میرے خاندان کا بھی عجیب دستور ہے۔ بادشاہ کی بڑی اولاد بعید ہوتی ہے اور سلطنت اس کو ملتی ہے تو پھر مصر کی حکومت و سلطنت مجھے ملنا چاہیے۔ میں حکومت میں کسی دوسرے کو حصہ کیوں دوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں بطلیموس کو اپنی حکومت میں شریک نہیں کروں گی۔ فیصلہ تو میں نے کر لیا مگر اس فیصلہ پر میں عمل کیسے کراتی۔ ملکی قانون نے میرے ہاتھ پیر باندھ دئے تھے۔۔۔۔"

سیزر نے الجھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہاری پہلی آرزو پوچھی اور تم اپنی زندگی کی داستان بیان کرنے لگیں۔ مجھے۔۔۔۔"

"اچھا تو میری آرزو سنو"۔ قلوپطرہ نے بھی اس کی بات کاٹی"۔ میری سب سے پہلی یہ آرزو تھی مجھے ایک ایسا مضبوط ساتھی ملے جو مصر کے قانون کو توڑ کے مجھے تنہا سلطنت مصر کی وارث اور مالک بنا دے۔ میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں مگر کوئی طاقتور انسان نظر نہ آیا۔ پھر جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تو میرے دل نے فوراً کہا کہ حکم ہی میری آرزو ہو تم ہی وہ واحد ہستی ہو جو مجھے میری مراد کو پہنچا سکتا ہے۔"

اور سیزر نے جھک کے ملکہ قلوپطرہ کا ماتھا چوم لیا۔

"قلوپطرہ تم واقعی عظیم ہو۔ میری متعدد بیویاں ہیں میں ان سے محبت بھی کی ہے اپنی آخری بیوی پلورنیا سے جو اس وقت روم میں موجود ہے' بے حد محبت کرتی ہے۔ مگر میری کوئی بیوی مجھے وارث نہ دے سکی۔ مجھے اپنے وارث کی جس شدت سے آرزو اور ضرورت ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اب مجھے امید ہے کہ تم مجھے میرا وارث دو گی اور ضرور دو گی"۔

قلوپطرہ نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"اگر دیوتاؤں نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا"۔

"میں کسی دیوتا میں یقین نہیں رکھتا قلوپطرہ"۔ سیزر نے سختی سے اس کی بات کاٹی۔

قلوپطرہ خوش ہو کے بولی۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ کسی دیوتا میں یقین نہ رکھو۔ اس لیے کہ تم خود دیوتا ہو۔ تم مشتری کے اوتار ہو۔ تم جو چاہتے ہو وہی ہو گا"۔

اور پھر ٹھیک دس دن بعد وہی ہوا جو جولیس سیزر کی تمنا اور قلوپطرہ کی پہلی اور آخری آرزو تھی۔ قلوپطرہ نے جولیس سیزر کے وارث کو جنم دیا۔ اس کی شکل و صورت ہو بہو سیزر جیسی تھی چنانچہ اس کا نام بھی سیزرین یعنی چھوٹا سیزر رکھا گیا

سیزرین کی پیدائش پر مصر میں کتنا بڑا جشن منایا گیا اس کے بیان کے لیے کئی صفحات درکار ہوں گے صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ پوری سلطنت مصر میں ایک ماہ تک کسی گھر میں چولہا نہیں جلنے دیا گیا۔ ہر طرف اعلان کیا گیا کہ سلطنت مصر کے ولی عہد کی پیدائش کی خوشی میں ہر قسم کی تقریبات کے علاوہ پورے ملک کی آبادی کو ایک ماہ تک مصری حکومت کی طرف سے تیار شدہ کھانا مہیا کیا جائے گا۔

جولیس سیزر دیکھتے دیکھتے مصر پر چھا گیا۔

وہ اپنے فوجی دستوں کے ساتھ اسکندریہ میں داخل ہوا۔ شہریوں نے نہ صرف شہر کے دروازے کھول دیئے بلکہ اپنے دلوں کے دروازے بھی اس کے لیے وا کر دیئے۔ شہر کے چند بزرگ وفد کی صورت میں سیزر کے حضور پیش ہوئے یہ وفد اظہار اطاعت کے لیے گیا تھا اور اپنے ساتھ کچھ دیوتاؤں کے بت بھی لے گیا تھا جو مصریوں کی اطاعت کے شاہد ہو گئے تھے۔

"اے مصر کے شہنشاہ اور اے رومتہ الکبریٰ کے مطلق العنان فرمانروا" قلوپطرہ نے اسے ان القابات سے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

سیزر نے اسے قدرے حیران نظروں سے دیکھا پھر دبے الفاظ میں بولا۔

"اے جان سیزر۔ اگر تمہاری محبت اور تعاون ساتھ نہ ہوتا تو میں مصر فتح تو کر لیتا مگر مصری عوام مجھے اتنے پیار سے اپنے دلوں میں نہ بٹھاتے۔ یہ سب کچھ تمہارا ہی کرم ہے قلوپطرہ ورنہ سیزر تو ایک جنرل تھا اور وہ ایک جنرل ہی کی طرح اسکندریہ میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا"۔

"اے مصر کے تاج اور قلوپطرہ کے سرتاج۔ اپنے ذہن کے دریچوں سے اس خیال کو کھرچ ڈالو کہ تم جنرل تھے یا جنرل ہو۔ مصر میں آنے اور میرے خوابوں پر چھانے کے بعد تمہارا انسانی پیکر آسمانی دیوتا مشتری کے قالب میں ڈھل گیا تھا۔ اب تم دنیا کے تمام انسانوں سے بلند ہو اور جس طرح مصر مجھے آسمانی دیوی سمجھتا ہے اسی طرح تم بھی مافوق الفطرت اور پرستش کئے جانے کے لائق ہو گئے ہو"۔

قلوپطرہ نے بار بار کہہ کہہ کے جولیس سیزر کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ انسانوں سے بلند اور اب مشتری کا اوتار ہو کر اس دنیا پر یا کم از کم سلطنت روما

اور مصری شہنشائیت کی متحدہ عظیم ترین سلطنت کا مالک بن چکا ہے۔ مگر پھر بھی کسی کسی وقت سیزر اس گہرے خیال سے چونک کے ماضی کی طرف دیکھتا تو اسے سلطنت روم میں اپنی حیثیت کا ادراک ہونے لگتا اور اسے اپنی پوری زندگی یاد آ جاتی۔

اس نے خیالوں سے چونکتے ہوئے کہا۔

"قلوپطرہ۔ تم نے اور حالات نے مجھے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے مگر میں یہ کیسے بھولوں کہ روم میں اپنی آخری بیوی کلپورنیا ابھی زندہ ہے اور میں ابھی تک سلطنت روما کا محض ایک جنرل ہوں؟"

"پیارے سیزر----" قلوپطرہ اپنے کوچ سے اٹھی اور سیزر کی طرف بڑھی جو سامنے دوسرے کوچ پر بیٹھا تھا مگر وہ فوراً رک گئی اور اپنی جگہ واپس ہوتے ہوئے بولی۔

"بھول جاؤ روم کی دنیا کو اور کلپورنیا کو--- جب تک تم ان باتوں کو نہیں بھولتے اس وقت تک تم انسان کی پست سطح سے بلند ہو کر مشتری دیوتا نہیں بن سکتے۔ کلپورنیا نے تمہیں کیا دیا۔ تم اتنی بہت سی شادیاں کر چکے ہو ان میں سے کسی نے بھی تمہیں وارث نہیں دیا۔ اور میں اور صرف میں یعنی قلوپطرہ ہوں جو تمہیں اگلے ماہ مصر کی شہنشائیت اور روم کی قیصریت کا وارث دوں گی"۔

وارث کے نام پر سیزر کی باچھیں کھل گئیں اور چہرے پر بہار کی تازگی دوڑ گئی۔ اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"جان سیزر۔ ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔ تمہارا یوں دور دور رہنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تمہارے رویے سے اجنبیت جھلکنے لگتی ہے"۔

قلوپطرہ نے پہلے سیزر پر ایک غلط انداز نظر ڈالی پھر پتہ نہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا کہا کہ سیزر نے نہایت نرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے قلوپطرہ۔ سیزر میں اگر اضطراب ہے تو اس میں تحمل بھی موجود ہے اور پھر یہ تو ہم دونوں کا مشترکہ مسئلہ ہے"۔

چند لمحے دونوں خاموش رہے پھر سیزر نے خاموشی توڑی۔

"قلوپطرہ۔ کیا میں امید رکھوں کہ مجھے تم سے اپنا وارث ہی ملے گا؟"

قلوپطرہ نے برق پاش نظروں سے سیزر کو دیکھا اور پر یقین لہجے میں بولی۔

"امید نہیں بلکہ یقین رکھو سیزر۔ آخر میں بھی دیوی ہوں۔ آسمانی قوتیں مجھ سے باتیں کرتی ہیں۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ قلوپطرہ کو وہ شہزادہ دیا جائے گا جو ایک طرف تو سلطنت روما کا قیصر اور تاجدار بنے گا دوسری طرف اس کے تاج میں مصری شہنشاہیت کا موتی بھی جڑا جائے گا"۔

اے کاش تمہاری زبان مبارک ہو"۔ اور پھر سیزر نہ جانے کن خیالوں میں کھو گیا۔

مصر پر تقریباً" پانچ ہزار سال تک فرعونوں نے حکومت کی مگر مقدونیہ کے فرمانروا سکندراعظم نے تمام مشرقی دنیا کو فتح کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ایک لشکر جرار کے ساتھ مشرق کا رخ کیا اس نے اپنے سامنے آنے والے ہر لشکر کو تباہ اور بکھاہوں کے سر اپنے سامنے جھکا دیئے۔ سکندر نے ایران جیسی شہنشاہیت کا تختہ الٹ دیا اس کے قدم برصغیر میں بھی آئے مگر یہاں تک پہنچتے پہنچتے اس کی فوج اس قدر تھک چکی تھی کہ اس نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور سکندر کو دریا کے ذریعہ واپس جانا پڑا۔ اس دریائی سفر کے دوران ہی وہ بیمار پڑا اور اسے زندہ واپس جانا نصیب نہ ہوا۔

سکندر کے بعد جب اس کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے ہوئے تو اس کے ایک سردار بطلیموس کے حصہ میں مصر کا علاقہ آیا جو خود اس نے ہی فتح کیا تھا۔ مصر کے اس نئے حکمراں کا نام بطلیموس یا ٹالمی تھا۔ اس بطلیموس (ٹالمی) نے فراعنہ مصر کے پانچ ہزار سال دور حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اب بطلیموس کا خاندان کے ہاتھ میں مصر کی باگ ڈور تھی۔ حسینہ عالم اور مصر کی ساحرہ ملکہ قلوپطرہ اسی خاندان کی آخری حکمراں تھی۔

سیزر کو مصر میں رہتے ہوئے آٹھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور اسے ابھی مزید ایک ماہ اور وہاں ٹھہرنا تھا کئی شادیوں کے باوجود اسے کوئی بیوی وارث نہ دے سکی تھی اور اسے اپنی بن بیاہی بیوی کے یہ کہنے پر کہ وہ اسے روم اور مصر کے ہونے والے تاجدار کی خواہش ضرور پوری کرے گی' پورا پورا یقین تھا۔ روم سے اس کی جلد واپسی کے برابر پیغامات موصول ہو رہے تھے مگر سیزر اپنے وارث کے خیالوں

میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ وہ روم سے آنے والے کسی پیغام پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس اہم موقعہ پر وہ اپنی ملکہ کے قریب رہے۔

ملکہ قلوپطرہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے سیزر کو چھیڑا۔

"سیزر تم کون ہو؟"

سیزر نے چونک کے قلوپطرہ کو دیکھا پھر اس کے آگے بڑھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

"جان سیزر۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ کیا میں تمہارا سیزر نہیں ہوں یا پھر مجھ میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے؟"

"کمی نہیں پیارے سیزر۔ تم میں تو اضافہ ہوا ہے"۔ قلوپطرہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ چہرہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں یہ کسی دنیا کے انسان کا نہیں ہو سکتا اس میں آسمانی دیوتاؤں کی آب و تاب اور چمک دمک ہے بے شک تم مشتری کے اوتار ہو"۔

یہ کہتے ہوئے قلوپطرہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خود کلامی کے انداز میں بولنا شروع کر دیا۔

"میں اپنی بند آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں کہ رومتہ الکبریٰ کے زرنگار تخت شاہی پر سیزر بڑی شان سے ایک مطلق العنان شہنشاہ اور قیصر روم کی حیثیت سے براجمان ہے اور اس کے پہلو میں ملکہ مصر قلوپطرہ بیٹھی ہے اور میں یہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ تخت شاہی کے دائیں اور بائیں سے دو چاند طلوع ہو کر بلند ہونے لگتے ہیں پھر وہ قیصر روم اور ملکہ روم کے سروں پر آکر ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتے ہیں پھر ان کے درمیان سے ایک ننھا چاند بلند ہو رہا ہے اور یہی وہ چاند ہے جس کی تمنا قیصر روم اور ملکہ مصر نے کی تھی"۔

قلوپطرہ آنکھیں کھول رہی ہے اور مخمور آنکھوں سے سیزر کو دیکھتی ہے سیزر کچھ ایسا بے خود ہوتا ہے کہ وہ قلوپطرہ کا ہاتھ کھینچ کر اپنی آغوش میں لینا چاہتا ہے۔ اسی وقت قلوپطرہ سے خبردار کرتی ہے۔

"خبردار۔ ہوشیار سیزر"۔ ننھا چاند طلوع ہونے والا ہے۔ اس کے طلوع ہونے

کا انتظار کرو"۔

سیزر کو جیسے ہوش آ جاتا ہے۔ وہ سر کو جھٹکتا ہے اور قلوپطرہ کو کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے۔

سیزر کو یہ احساس تھا کہ وہ ایک عظیم فاتح ہے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس میں یہ بھی طاقت ہے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے تمام علاقوں اور حکومتوں پر قبضہ کر سکتا ہے لیکن ان تمام فتوحات اور طاقت حاصل کرنے کے باوجود وہ روم کے تخت و تاج کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق کوئی بڑے سے بڑا جنرل اور فاتح ایک شہزادے کے مقابلہ میں ہیچ تھا کیونکہ تخت شاہی پر شہزادہ تو جلوس کر سکتا مگر وہ جنرل جس کی رگوں میں شاہی خون نہیں یا وہ کسی شاہی خانوادے سے وابستہ نہیں تو وہ تخت پر بیٹھنے اور عوام پر حکومت کرنے کا اہل نہیں۔

قلوپطرہ نے سیزر کی اسی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی اور اس کے دل و دماغ میں یہ بات جاگزیں کر دی تھی کہ وہ فوق البشر اور مشتری دیوتا کا اوتار ہے دوسرے یہ کہ اس کے ملکہ مصر قلوپطرہ سے اپنا رشتہ جوڑ کر شہزادوں جیسے حقوق حاصل کر لئے ہیں اور اب وہ بلا خوف و خطر سلطنت روما کا تاجدار یعنی قیصر روم ہو سکتا ہے اور اس کی بن بیاہی بیوی قلوپطرہ کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ روم اور مصر دونوں شاہی تختوں اور اختیارات کا مالک بن سکتا ہے۔

آخر وہ وقت آ گیا جب جولیس سیزر کی امیدیں اور قلوپطرہ کی پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئی جولائی ۴۷ قبل مسیح (ق م) کے پہلے ہفتہ میں ملکہ مصر قلوپطرہ نے ایک خوبصورت بچہ کو جنم دیا۔ چونکہ یہ بچہ ملکہ مصر قلوپطرہ اور مشتری دیوتا کے اوتار جولیس سیزر کے سنجوگ (ملاپ) سے پیدا ہوا تھا اس لیے مصری عوام نے پیدا ہونے والے بچے کو بالکل جائز بلکہ نجیب الطرفین تسلیم کیا۔ رومتہ الکبری اور سلطنت مصر کے اس وارث تخت و تاج کی پیدائش پر تمام مصر میں جو خوشیاں منائی گئیں ان کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے بیان کے لیے کئی درجن صفحات کی ضرورت پڑے گی۔ ہر شہر، ہر دیہات کے کیا بازار اور کیا گلیاں ہر جگہ میلے لگے ہوئے

تھے۔ مصریوں کو ایک طرف تو جنگ و جدل سے چھٹکارا حاصل ہوا تھا دوسری طرف انہیں ایک نجیب الطرفین وارث سلطنت مصر مل گیا تھا۔ قلوپطرہ نے بچے کا نام سیزارین رکھا تھا۔

سیزر کو مصر میں اب مزید قیام کی ضرورت نہ تھی چنانچہ وارث مصر و روما کی چھٹی کے فوراً بعد اس نے اپنی واپسی کا اعلان کیا۔

"قلوپطرہ"۔ سیزر نے محبت سے پر لہجے میں کہا۔۔۔۔ مجھے یقین ہو گیا کہ تم آسمانی دیوتاؤں کی طلسمی طاقت سے مصری عوام پر حکومت کرتی ہو اسی لئے تمہاری پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔ اب تم مجھے روم جانے کی اجازت دو تاکہ میں وہاں پہنچ کے وہ منصب حاصل کر سکوں جس کا میں اہل ہوں؟"

"بے شک تم سلطنت روما کے مطلق العنان شہنشاہ ہونے کے اہل ہو۔ تم جاؤ روم کی قیصریت تمہارے قدم چومے گی کیونکہ تم تمام رومیوں سے افضل ہو۔ تم اس دنیا کے انسان نہیں بلکہ مشتری دیوتا کے اوتار ہو۔۔۔۔"

قلوپطرہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ سیزر نے اسے روک دیا۔

"بس بس قلوپطرہ۔ میں تمہاری عقل و دانش کا پہلے ہی قائل ہو چکا ہوں۔ تمہاری محبت میرے رگ و پے میں اس طرح سما گئی ہے کہ میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتا مگر۔

"مگر۔۔۔۔" قلوپطرہ نے یہ لفظ دہرایا اور مسکرائی۔ "مگر تمہیں روم جانا ہی پڑے گا۔ تمہارے روم جانے ہی سے قلوپطرہ اور ننھے سیزارین کی قسمتیں وابستہ ہیں"۔

سیزر نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"ہاں قلوپطرہ۔ اب مجھے تمہاری جدائی کا زہر پینا ہی پڑے گا۔ ننھا سیزارین بھی مجھے بہت یاد آئے گا مگر اس ہی کے مستقبل کے لیے تو روم جا رہا ہوں۔ پیاری قلوپطرہ میرے سیزارین کا اچھی طرح خیال رکھنا اور اسے اپنی آنکھوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہ ہونے دینا"۔

قلوپطرہ نے مسکرا کے جواب دیا۔

”سیزر۔ میں تمہارے بچہ کی محافظ ہی نہیں بلکہ اس کی ماں بھی ں۔ سیزر ہم دونوں کے خون کا ایک مہکتا گلدستہ ہے۔ میں اس کی طرف اٹھنے والے ہاتھوں کٹوا دوں گی اور اسے نظربد سے دیکھنے والے کی آنکھیں نکلوا لوں گی۔ تم اطمینا سے جاؤ۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ میں تمہیں تمام عمر اپنے سے الگ نہ ہونے دو گی مگر اب تمہیں ایک مرحلہ درپیش ہے اس لیے میں تمہاری فرقت کے دنوں کو ہنس بول کے کاٹوں گی اور آسمانی دیوتاؤں کی منت سماجت کروں گی کہ وہ تمہیں اپنے ا میرے مقصد میں کامیاب کریں“۔

سیزر نے محبت بھری نظروں سے ننھے سیزارین کو دیکھا جو قلوپطرہ کے سینے چمٹا ا تھا پھر بھرائی آواز میں کہا۔

”جان سیزر۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے بغیر روم میں خوش رہوں گا نہیں قلوپطرہ ہرگز نہیں۔ میں تمہاری تصویر کو اپنی نظروں سے کسی وقت بھی نہ سکوں گا اور پھر تمہارے سینے کی نرم گرم سانسوں میں ہمکنے والا یہ چاند جیسا سیزار مجھ سے کب بھلایا جا سکے گا۔ یہ تو بزم کے قہقہوں اور ازم میں دوڑتے ہو گھوڑوں اور سنسانی تلواروں میں بھی مجھے اپنا چہرہ دکھاتا رہے گا“۔

شدت جذبات سے سیزر کی آواز اس قدر تھرا گئی کہ اسے بولنا مشکل ہو گ قلوپطرہ کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی وہ بڑے مضبوط دل کی عورت تھی مگر سیزر کی حالت دیکھ کر وہ کانپ اٹھی تھی لیکن اپنے چہرے مہرے سے اپنے دلی جذبات کا اظ نہ ہونے دیتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے ذرا سی بھی کمزوری دکھائی تو سیزر سفر ملتوی کر دے گا اور اس کا اور اس کے بچہ کا مستقبل تاریک کر رہ جائے گا۔

جولیس سیزر کے روم جانے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ سیزر اب غیر ملکی فاتح بلکہ مصریوں نے اسے بطلیموس خاندان کی ملکہ قلوپطرہ کا جائز شوہر، مشتری دیوتا کا اور سلطنت مصر کے ولی عہد شہزادہ سیزارین کا باپ تسلیم کر لیا تھا۔ انہیں سیزر اسی طرح کی محبت ہو گئی تھی جیسی محبت وہ سیزارین اور قلوپطرہ سے کرتے تھے۔ چنانچہ مصریوں نے سیزر کے ساتھ اپنی محبت کا اس طرح اظہار کیا کہ وہ روانگی سے دو دن پہلے ہی ساحل پر معہ بال بچوں کے پہنچ گئے اور ساحل پر دو د

تک اس قدر مجمع ہو گیا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پورا مصر وہاں امڈ آیا ہے قلوپطرہ نے بھی سیزر سے محبت کرنے والوں کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اس نے اعلان کرا دیا کہ سیزر کو رخصت کرنے اور الوداع کے لیے آنے والوں کو حکومت کی طرف سے دونوں وقت کھانا دیا جائے گا اور انہیں ان کی گھروں تک واپس جانے کا انتظام بھی حکومت مصر کرے گی۔

سیزر کی اسکندریہ سے رخصتی کا منظر بڑا رقت آمیز تھا اس کا رومی بیڑا دور تک بحرروم میں پھیلا ہوا تھا قلوپطرہ نے مصر کے دو جنگی جہاز بھی سیزر کے بیڑے میں شامل کر دیئے تھے۔ ان جہازوں پر مصری جھنڈے کے ساتھ ساتھ رومی جھنڈا بھی لہرایا گیا تھا۔ ساحل پر حد نظر تک مصری عوام اپنی دیوی ملکہ قلوپطرہ کے شوہر جولیس سیزر جوان کے خیال میں دیوتا مشتری کا اوتار تھا مصر میں تقریباً“ ایک سال قیام کے بعد اور مصریوں کو ان کا وارث تخت و تاج دے کے اپنے ملک روم واپس جا رہا تھا۔ مصری اسے رو رو کے رخصت کر رہے تھے مگر یہ دعائیں بھی مانگتے جا رہے تھے کہ روم کا مرد آہن جلد واپس آئے اور مصر کو پر سکون اور خوشحال بنائے۔

سیزر نے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے ایک ماہ کے ننھے سیزران جو گوشت کی ایک پوٹلی یا میدے کے نرم تکیہ کے مانند آنکھیں بند کئے قلوپطرہ کے سینے سے لگا ہوا تھا‘ بوسہ لینے کی کوشش کی مگر سیزران کو نہ جانے اس وقت کیسے چھینک آ گئی اور اس نے رونے جیسے منہ بنا لیا۔

قلوپطرہ نے ہنس کے کہا۔

”سیزران تمہارے جانے پر ناراض ہو گیا ہے“۔

سیزر نے ایک لمبی سانس لی اور بولا۔

”کاش میں سیزران اور تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا“۔

قلوپطرہ نے اسے فوراً“ تسلی دی۔

”سیزر۔ ہوش میں آنا۔ تم مرد ہو کے دل چھوڑ رہے ہو۔ میری طرف دیکھو میں کس قدر پر سکون ہوں۔ تم دیوتاؤں کے حکم سے روم جا رہے ہو۔ وہاں کے حالات درست ہوتے ہی مجھے اطلاع دینا میں سیزران کو ساتھ لے کے فوراً“ تمہارے پاس پہنچ

جاؤں گی"۔

"اچھا قلوپطرہ"۔

یہ کہہ کر سیزر نے قلوپطرہ کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر کنیزوں، غلاموں اور معز عمائدین سلطنت کی طرف ہاتھ ہلاتا ہوا جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ قلوپطرہ بڑے مضبوط دل کی مالک تھی مگر نہ جانے کس جذبہ نے اسے پگھلا دیا اور دو موٹے مو موتیوں جیسے آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک پڑے اور اس نے جلدی سے نظریں نی کر لیں۔

دخانی جہاز نے ایک بھیانک سی سیٹی بجائی اس کے ساتھ ہی سیزر کا بحری بیڑا پا کا سینہ چیر کے آگے بڑھنے لگا۔ سیزر عرشہ پر کھڑا تھا۔ اس کا منہ قلوپطرہ کی طرف تھا وہ ہوا میں ہاتھ ہلا کر مصری حکومت کے عمال اور دور دور تک ساحل پر کھڑے معز عوام کے ہلتے ہاتھوں کا جواب دے رہا تھا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک اس کے جہاز کی چوٹی سمندر کے تموج میں ڈوب نہ گئی۔

وقت رخصت اگرچہ قلوپطرہ کے دل میں بھی سوئیاں سی چبھ رہی تھیں لیک خود کو سنبھالے کھڑی رہی۔ سیزر کے روم جاتے ہی اس کی مستقبل کی امیدیں پوری ہ سکتی تھیں۔ اس کا نوزائیدہ بیٹا روم اور مصر کا مشترکہ قیصر بن سکتا تھا اور وہ خود قیص روم کے پہلو میں بیٹھ کے ملکہ روم و مصر پکاری جا سکتی تھی۔

سیزر رخصت ہو گیا۔ اسے الوداع کہنے کے لیے آنے والے بھی اپنے اپ گھروں کو واپس ہو گئے مگر قلوپطرہ کے قدموں کو جیسے زمین نے پکڑ لیا تھا۔ کئی گھ گزر جانے کے بعد اس کی نظریں دور سمندر میں جانے والے جہازوں کے سیاہ دھو کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ محل کی تمام کنیزیں اور غلام بھی بت ب کھڑے تھے۔ کسی میں حرکت کرنے کی ہمت نہ تھی۔

آخر ننھے سیزارین نے ان کی مشکل آسان کر دی۔ وہ شاید سینے سے لگے لگ تنگ آ گیا تھا۔ پس پہلے اس کے ہاتھ پیروں میں جنبش ہوئی پھر وہ منہ بنا کر رویا ا قلوپطرہ کے خیالوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اسی وقت سیزراین کی آیا نے اسے لینے کے لیے قلوپطرہ کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس نے سیزراں کو آیا کی گود میں دیدیا

قلوپطرہ بھاری قدموں سے ساحل چھوڑ کے محل میں چلی گئی۔

جولیس سیزر مصر یونان اور شمال کے بعض علاقے بھی فتح کر کے روم پہنچا تھا اس لیے اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اسے ساحل پر خوش آمدید کہنے کے لیے تمام بڑے رومی جنرل اور سردار موجود تھے جن میں بروٹس، انتونی (التونیہ) کیشیس، ٹرتما لس اور میٹلس سبر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان سب میں سیزر کو سب سے زیادہ چاہنے والا سردار بروٹس تھا۔ سیزر اور بروٹس میں دانت کاٹی روٹی تھی اور وہ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ انتونی کو بھی سیزر سے کچھ کم محبت نہ تھی لیکن محبت کے معاملہ میں سیزر کا جھکاؤ بروٹس کی طرف زیادہ تھا۔

روم میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ سیزر نے اپنے مصر کے قیام کے دوران دنیا کی حسین ترین دوشیزہ اور بطلیموس خاندان کی شہزادی قلوپطرہ سے شادی کر لی ہے اور قلوپطرہ کے بطن سے سیزر کا ایک بیٹا سیزارین بھی ہے اس بات کا ان لوگوں نے قطعی برا نہ منایا تھا بلکہ وہ خوش تھے سیزر کو آخر کسی عورت سے اپنا وارث تو مل گیا۔ ممکن ہے سیزر کی روم میں موجود بیوی کلپورنیا نے اس اطلاع پر ناک لبوں چڑھائی ہو مگر اس نے اس بات کا قطعی اظہار نہ ہونے دیا۔

سیزر کے روم پہنچنے پر کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ سیزر روم میں جم کے نہ ٹھہر سکا اور اسے لشکر لے کر سرحد کی طرف روانہ ہونا پڑا اس کی عدم موجودگی میں روم کی سرحدوں پر کئی بغاوتیں پھوٹ پڑی تھیں اور ان میں اتنی شدت پیدا ہو گئی تھی سیزر کو فوری طور پر اس پر توجہ دینی پڑی۔

جنرل سیزر کا اس قدر نام اور شہرہ تھا کہ باغی اس کے نام سے کانپتے تھے پھر اب تو اس نے مصر بھی فتح کر لیا تھا۔ چنانچہ جب وہ لشکر لے کر سرحد پر پہنچا تو باغیوں کے ایک گروپ نے بغیر جنگ ہتھیار ڈال دئے اور سلطنت روما کی اطاعت قبول کر لی لیکن کئی دوسرے مقامات پر باغیوں کا بڑا زور تھا اور سیزر کو انہیں دبانے اور شکست دینے میں بہت دقت پیش آ رہی تھی۔

سیزر کو روم سے نکلے ایک مہینہ پھر دو ماہ، چار ماہ اور چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وہ اب تک بغاوتوں پر قابو نہ پا سکا تھا۔ ادھر روم میں اس کی عدم موجودگی میں

شمالی افریقہ کے بعض مقبوضات اس کے خلاف ہو گئے تھے۔ دوسری طرف مصر میں قلوپطرہ اس کے انتظار میں انتہائی پریشان تھی۔ سیزر نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ روم پہنچتے ہی اسے اور سیزرین کو روم بلوانے کے انتظام کر لے گا اور انہیں ایک ماہ کے اندر ہی اندر بلوا لے گا مگر سیزر کو مصر سے گئے ہوئے دس ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا قلوپطرہ کو روم سے کوئی امید افزا جواب نہ مل رہا تھا۔ وہاں سے صرف یہ اطلاع آئی تھی کہ سیزر محاذ جنگ پر ہے اور بغاوتوں کو فرو کر رہا ہے اور اس کی واپسی کے بارے میں کوئی بات قطعی طور پر نہیں بتائی جا سکتی۔

قلوپطرہ اس بات سے خوش ہوئی کہ بغاوتوں کی اس آگ نے سیزر سے جنگجو جنرل کی اس خواہش کو ضرور پورا کر دیا ہو گا کہ وہ سکندر اعظم کی طرح ایک لشکر لے کر بلاد مشرق کی فتح پر روانہ ہو اور تمام علاقوں کو روندتا ہوا ایک بار پھر سرزمین روم میں وارد ہو۔ قلوپطرہ کا خیال تھا کہ سیزر کی طبیعت ہزم ہے کہیں زیادہ رزم یعنی میدان کار زار میں لگتی ہے اسے کلیوں کے چٹکنے سے زیادہ دم توڑتے اور سسک سسک کر مرتے ہوئے سپاہیوں کا نظارہ پسند ہے اور بغاوتوں کی یہ جنگیں اس کے جنگی جنون کو ضرور سکون پہنچائیں گی۔

اور پھر ایک دن روم کی طرف سے ایک خوشبودار ہوا کا جھونکا یوں آیا جیسے ویرانہ میں بہار آجائے یا جیسے خشک سالی کے دوران باران رحمت کے ڈونگرے برسنے لگیں۔ یہ بہار کا جھونکا جولیس سیزر کا اپنی محبوبہ قلوپطرہ کے نام ایک ایسا پیغام تھا جس نے قلوپطرہ کی محبت کے تمام دریچے اس پر کھول دئے۔

سیزر کا پیغام تھا۔

"ایک سال تک آگ و خون کی ہولی کھیلنے کے بعد تمہارا سیزر روم واپس آگیا ہے اب اسے تمہیں اور ننھے سیزران کو آغوش میں لینے کی آرزو ہے میں آرزوؤں کا دامن پھیلائے بیٹھا ہوں۔ فوراً" آجاؤ"

قلوپطرہ کا مضموم دل کھل اٹھا۔ مسلسل ایک سال کا انتظار ختم ہوا اور اس نے فرط محبت سے ایک سال کے ننھے سیزراں کو بے ساختہ چومنا شروع کر دیا۔ قلوپطرہ کی خوشیاں بجا تھیں سیزر نے ایک سال دور رہنے کے باوجود اسے یاد رکھا تھا۔ سیزر کی

روم میں موجود بیوی کلپورنیا بھی سیزر کے دل سے قلوپطرہ کی یاد نہ نکال سکی تھی۔

انتظار ختم ہو چکا تھا۔ قلوپطرہ نے اسکندریہ میں اپنے روم جانے کا اعلان کرا دیا لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ قلوپطرہ اب تک ملکہ مصر تھی اور اب وہ روم کے مرد آہن جولیس سیزر کے پاس جا رہی تھی جو نہ صرف روم کے سینٹ کا چیئرمین تھا بلکہ اس کے شہنشاہ روم بن جانے کے امکانات پوری طرح روشن تھے۔ اس صورت میں ملکہ قلوپطرہ ملکہ روم و مصر کی ملکہ کے نام سے پکاری جائے گی اور اس کا بیٹا سیزراین مصر و روم کی مشترکہ سلطنت کا شہنشاہ بنے گا۔ مصریوں کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے تھا۔

مصری عوام نے ایک سال پہلے جس طرح جولیس سیزر کو روم کے لیے رخصت کیا تھی اسی طرح پورے جوش و خروش کے ساتھ انہوں نے ملکہ قلوپطرہ کو بھی الوداع کہا۔ اسے رخصت کرنے کے لیے بھی اسکندریہ اور قرب و جوار کی پوری آبادی ساحل پر امڈ آئی تھی۔ قلوپطرہ ایک جنگی جہاز پر سوار تھی اور اس کی حفاظت کے لیے ایک درجن سے زیادہ چھوٹے بڑے جہاز بحیرہ روم کے سینے پر رواں دواں تھے۔

قلوپطرہ کو جس جوش و خروش اور دعاؤں کے ساتھ اسکندیہ روانہ کیا گیا تھا اتنی ہی جوش و خروش سے اس کا ساحل روم پر استقبال ہوا اس کے جلو میں سینکڑوں زریں کرد مصری غلام اور زرق برق لباس میں کنیزیں اور شہزادہ سیزارین کی دائیاں ' کھلائیاں جہاز سے اتریں۔ تمام استقبال کرنے والوں کی نظریں ننھے سیزارین پر جمی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بلا تکلف سیزارین کو سیزر کا وارث اور ملکہ قلوپطرہ کو سیزر کی جائز بیوی تسلیم کر لیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق ملکہ قلوپطرہ کا ایک چھوٹا بھائی بطلیموس اور اس کی باغی بہن شہزادی آرمینو اور اس کا اتالیق گینی میڈ بھی اس کے ساتھ تھے۔ آرمینو اور گینی میڈ پابہ زنجیر تھے۔

روم کے تمام بڑے بڑے سرداروں نے قلوپطرہ کو خوش آمدید کہا۔ سیزر نے قلوپطرہ کے لیے دریائے ٹائبر کے دوسرے کنارے پر اپنی ایک دیہاتی اقامت گاہ میں

ٹھہرانے کا انتظام کرایا تھا۔ باغوں کے درمیان یہ دل افروز بنگلہ قلوپطرہ کو بہت پسند آیا۔ قلوپطرہ کے ساتھ آنے والی کنیزیں اور غلام جن کی تعداد کئی سو پر مشتمل تھی اس بنگلے کو بہت پسند کیا۔ دراصل سیزر اپنی محبوب بیوی کو شہر کے ہنگاموں اور سینٹ کے اجلاسوں سے دور ایسی جگہ رکھنا چاہتا تھا جہاں وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اس وقت تک مقیم رہے جب تک قلوپطرہ کے منصوبوں کے مطابق سیزر روم کی شہنشاہی کا تاج اپنے سر پر نہیں سجاتا۔

سیزر کے بغاوتیں فرو کرنے کے بعد روم پہنچتے ہی جشن ہائے فتح کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ یہ کسی ایک فتح کا جشن نہ تھا بلکہ اس میں سیزر کی تمام فتوحات کا الگ الگ جشن منانا طے کیا گیا تھا۔ سیزر نے قلوپطرہ کو روم اس لیے بھی بلوایا تھا کہ وہ اس کے جشنوں میں شریک ہو سکے۔ جشن کی ابتداء یکم اگست سے ہوئی۔ شہر کو ایک ہفتہ پہلے ہی سجایا جا رہا تھا۔ جشن کے جلوس کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں اور عمارتوں کو خصوصیت سے آراستہ کیا گیا تھا۔

پہلے دن کا جلوس بہت شاندار تھا۔ جلوس کے آگے آگے سیزر کا رتھ تھا۔ رتھ پر سونے کے پتر چڑھے تھے جو سورج کی روشنی میں جھلملا رہے تھے۔ سیزر شاہانہ نشست پر بڑی شان مگر بے نیازانہ انداز میں بیٹھا تھا۔ رتھ کے دائیں بائیں کچھ فاصلے سے بیس بیس ہاتھی چل رہے تھے جن پر شمع بردار غلام بیٹھے تھے جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اندھیرا پھیلتے ہی وہ شمعیں جلا کر اس قدر روشنی پھیلائیں کہ رات پر دن کا شبہ ہو۔

شاہی رتھ سے کافی آگے نیزہ بردار سواروں کا دستہ تھا جو جلوس کے لیے راستہ بنا رہا تھا۔ اس طرح شاہی رتھ کے پیچھے رومی لشکر کے وہ دستے تھے جو بغاوتوں کو فرو کرنے میں استعمال کیے گئے تھے۔ ان میں پیدل فوج بھی تھی اور سوار فوج بھی۔ سب کے سر فتح کے غرور سے بلند تھے۔ یہ دستے یوں رواں دواں تھے جیسے زمین پر چل نہ رہے ہوں بلکہ زمین کا سینہ کوٹ رہے ہوں۔

شام ہوتے ہی ہاتھیوں پر شمعیں بھڑک اٹھیں اور رات کا سارا اندھیرا ان روشنیوں سے سمٹ گیا۔ ڈوب گیا۔ آج کے جلوس کے اختتام پر جنرل ٹوریکس کی گردن ماری گئی۔ ٹوریکس، فرانس کا وہ سورما تھا جس نے دس سال تک مسلسل رومی

لشکر سے جنگ کی تھی مگر پھر اس خیال سے ہتھیار ڈال دیے تھے کہ اس کے خیال میں یہ جنگ بے نتیجہ تھی اور وہ اس بے نتیجہ جنگ کو مزید جاری رکھ کے اپنے ملک فرانس اور بے گناہ فوجیوں کا خون نہیں بہانا چاہتا۔ یہ قابل احترام جنرل گزشتہ چھ سال سے روم میں قید تھا۔ جسے جشن آزادی کے موقعہ پر قید حیات سے آزاد کر دیا گیا۔ آج کے جشن کو "شکست فرانس" کا نام دیا گیا تھا۔

دوسرے دن کا جلوس سیزر کے "فاتح مصر" کے سلسلہ میں نکالا گیا۔ اس دن قلوپطرہ کی بہن باغی شہزادی آرمینو اور اس کا اتالیق اور مشیر گینی میڈ کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ساتھ سڑکوں پر گھمایا گیا۔ اس بے عزتی کے بعد شہزادی آرمینو کو معاف کر دیا گیا مگر گینی میڈ کا سر قلم کر دیا گیا مصری سپہ سالار اکیلاس اور وزیراعظم پوتھی نوس پہلے ہی قتل ہو چکے تھے مگر اس جلوس میں ان کے مجسمے موجود تھے۔ لوگ ان مجسموں کو دیکھتے اور تمسخر اڑاتے تھے۔ دریائے نیل اور مصر کے فرعونوں کے بھی چند مجسمے جلوس کے ساتھ تھے جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ مصر جیسے عظیم ملک کو سیزر نے کتنی کم فوج سے فتح کر لیا تھا اور پانچ ہزار سال پرانا فرعونوں کا ملک اب روم کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ رومی عوام کی دلچسپی کے لیے مصر کے زرافہ، زیبرا اور بعض دیگر چیزیں بھی جلوس میں شامل تھیں۔

تیسرے دن کے جلوس کو "فتح پونٹس" کا نام دیا گیا۔ سیزر نے یہ فتح اس قدر سرعت سے حاصل کی تھی کہ اس نے روم میں اپنے دوست بروٹس کو اس فتح کی اطلاع صرف تین حروف کے مختصر جملے میں دی تھی۔ اس نے بروٹس کو لکھا تھا"۔

"آیا۔ دیکھا۔ شکست دی"۔

چنانچہ اس فتح کی یاد میں اس جلوس کے آگے آگے ایک بڑی تختی لوگ اٹھائے ہوئے چل رہے تھے اور اس پر لکھا تھا۔

"آیا۔ دیکھا۔ شکست دی"۔

چوتھے دن کے جشن و جلوس کو "فتح شمالی افریقہ" کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ یہ وہی علاقے تھے جو سیزر کی عدم موجودگی میں باغی ہو گئے تھے اور انہیں سیزر نے اسکندریہ سے واپس آکر ایک سال کی مسلسل جنگ کے بعد قابو میں کیا تھا۔ اس جشن

میں رومی حریفوں سے چھینے ہوئے ہتھیار اور جھنڈے نمائش کے لیے پیش کیے تھے جنہیں دیکھ کر رومی بگڑ اٹھے تھے مگر انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا گیا کہ یہ جنگ دراصل شاہ نومیڈیا سے لڑی گئی تھی جو پومپی اعظم کے دوستوں کا مددگار تھا۔ مگر اس جلوس میں کیٹو اور جیسے عظیم رومی اور پومپی کے بعض دوستوں کے تمسخر آمیز مجسمے بھی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر رومیوں کو سخت طیش آیا اور انہوں نے برملا اس بے ہودہ مذاق پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔

ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیزر نے اپنی بے باکانہ حرکتوں سے روم میں بہت سے دشمن پیدا کر لیے تھے جو آئندہ چل کر اس کی جان کے دشمن ہو گئے۔ قلوپطرہ نے سیزر کے دماغ میں یہ بات راسخ کر دی تھی کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں سے بلند درجہ رکھتا ہے اور وہ انسان نہیں بلکہ مشتری دیوتا کا اوتار ہے۔ اس خیال نے سیزر کو خود سر بنا دیا تھا اور وہ بعض ایسی حرکتیں کرنے لگا تھا جس سے لوگ اس سے بدظن ہونا شروع ہو گئے تھے لیکن اسے ان باتوں کے متعلق پروا نہ تھی اور نہ وہ ایسی باتوں پر توجہ دینا ضروری سمجھتا تھا۔

سیزر کا خود کو فوق البشر سمجھنے ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین اور حریفوں کی بے حد ذلت کرتا اور انہیں گالیاں دینے لگتا تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ سیزر کے اسی رویہ نے اسے خبطی بنا دیا تھا۔ بعض تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ سیزر کو مصر سے واپسی کے بعد سے مرگی کے دورے پڑنے لگے تھے اور بعض اوقات وہ دیوانوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا تھا۔

دوسروں کی نظر میں سیزر کی یہ حرکتیں اس کی بیماری یعنی مرگی کے زیر اثر سرزد ہوتی تھیں لیکن قلوپطرہ اس کی ایسی حرکتیں دیکھ کر خوش ہوتی اور سیزر کو سمجھاتی کہ وہ دیوتا مشتری کا اوتار اور دیوی زہرہ کا بیٹا ہے جبکہ وہ خود سورج کی بیٹی اور چاند کی بہن ہے۔ اس کے خیال میں سیزر کی غیر معمولی اور بے تکے قسم کی تمام حرکتیں اس کی روحانیت کی معراج تھیں۔

سیزر کو اپنے دیوتا اور زہرہ کا بیٹا ہونے کا اس قدر یقین یا خبط ہو گیا تھا کہ اس کے جشن فتح جو ایک ماہ تک جاری اور ساری رہا تھا کہ فوراً بعد اپنی والدہ ماجدہ زہرا

دیوی کی یادگار کے طور پر ایک عالی شان "زہرہ مندر" تعمیر کرایا۔ اس کے ساتھ ہی سیزر نے قلوپطرہ کا بھی ایک بت بنوایا اور زہرہ مندر کے افتتاح کے دن قلوپطرہ کے بت کو مندر کی سنگ مرمر کی شہ نشیں میں نصب کرا دیا۔ اس سے وہ رومی عوام کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اس کی نئی رفیقہ حیات نہ صرف ملکہ ہے بلکہ وہ آسمانی دیوی کا اوتار بھی ہے۔

سیزر کو اپنے سیاسی جھمیلوں سے ذرا بھی فرصت ملتی تو وہ فوراً دریا ٹائبر پار کر کے اپنی محبوب بیوی کے پاس پہنچ جاتا۔ قلوپطرہ کے علاوہ وہاں اس کا ننھا سیزارین بھی تھا۔ سیزر اسے گود میں لے کر اسے خوب کھیلاتا تھا اور سیزارین جس کی عمر اب سوا سال کے قریب ہو چکی تھی وہ بھی اپنی ننھی ننھی حرکتوں سے باپ کا دل خوش کرتا تھا۔

سیزر اگرچہ جوانی کی حدود سے آگے نکل چکا تھا۔ مسلسل اور شدید جنگوں نے اس کا چہرہ مضمحل کر دیا تھا اور وہ اپنی عمر سے بھی کہیں زیادہ سن رسیدہ دکھائی دیتا تھا مگر اسے قلوپطرہ نے بے پناہ محبت دی تھی اور قلوپطرہ کو سیزر سے اس سے بڑی زیادہ محبت تھی۔ سیزر ہی پہلا شخص تھا جو اس کی زندگی میں آیا تھا اور جس نے اپنی مضبوط باہوں میں اسے پناہ دی تھی اور حفاظت کی تھی۔ باہمی محبت کے علاوہ ان کے مفادات بھی مشترک تھے۔ قلوپطرہ اسے روم کا شہنشاہ دیکھنا چاہتی تھی تاکہ اس کے پہلو میں بیٹھ کے وہ ملکہ روم و مصر کا تاج اپنے سر پر سجا سکے۔

قلوپطرہ نے سیزر کے دل میں بھی اسی خواہش کی جوت جگائی تھی پہلے اس نے سیزر کو سمجھایا کہ وہ کوئی عام انسان یا جنرل نہیں بلکہ وہ تمام انسانوں سے بلند اور مشتری کا اوتار ہے اس لیے روم کا مطلق العنان شہنشاہ بننے کا اس کا حق ہے۔ سیزر نے بھی آہستہ آہستہ خود کو انسان سے بلند سمجھنا شروع کر دیا تھا اور اب تو وہ بھی شہنشاہ روم کا تاج اپنے سر پر سجانے کے لیے بے چین تھا۔

سلطنت روم میں جمہوریت تھی اور حکومت کی باگ ڈور ایک منتخب سینٹ (اسمبلی) کے ہاتھ میں تھی مگر قلوپطرہ نے اسے شہ دے دے کے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ جشن فتح کے بعد کسی مناسب موقعہ پر شہنشاہ روم کا تاج اپنے سر پر رکھے

گیا۔ مشہور ہے کہ کہنے سننے سے دیواریں بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتی ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال سیزر کا ہو گیا تھا۔ قلوپطرہ نے سیزر کو کہہ کہہ کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ اس کے دل میں بھی اب شہنشاہ روم بننے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی تھی۔

قلوپطرہ یہ بھی چاہتی تھی کہ جس طرح مصر میں اس نے اپنی اور سیزر کی شادی کا اعلان کر دیا تھا اسی طرح روم میں بھی ان کی شادی کا اعلان ہونا چاہیے تاکہ روم والے بھی اسے باضابطہ طور پر سیزر کی بیوی تسلیم کر لیں حالانکہ اس کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ رومیوں نے قلوپطرہ کے روم پہنچنے پر اس کا استقبال سیزر کی بیوی کی طرح کیا تھا اور ننھے سیزرائن کو سیزر کا جائز وارث تسلیم کر لیا تھا۔

اس تمام تر ذہنی ہم آہنگی اور یکسانیت کے باوجود قلوپطرہ اور سیزر میں ایک بات پر اختلاف تھا۔ سیزر اور قلوپطرہ دونوں کی یہ خواہش بلکہ نصب العین تھا کہ سیزر اپنے سر پر شہنشاہ روم کا تاج رکھے اور قلوپطرہ اس کے پہلو ملکہ روم کی حیثیت سے جلوس فرمائے مگر وہ اس بات پر متفق نہ تھے کہ "شہنشاہ روم" ہونے کا اعلان کس وقت کیا جائے سیزر کے سر پر ایران و ہند کی فتح کا بھوت سوار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کم از کم ایران فتح کرنے کے بعد وہ تاج شاہی اپنے سر پر رکھے جبکہ قلوپطرہ کی زبردست خواہش تھی کہ سیزر ایران و ہند کی تسخیر سے پہلے شاہی تاج سر پر رکھے اور قلوپطرہ اس کے پہلو میں روم کی ملکہ اول کی حیثیت سے براجمان ہو تاکہ لوگوں کو پوری طرح یقین ہو جائے کہ قلوپطرہ کی سیزر کے ساتھ شادی ہو چکی ہے۔

قلوپطرہ کے اس خیال کے پس پردہ سیزر کی موجودہ بیوی کلپورنیا کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ شاید قلوپطرہ کے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال سر ابھارتا ہو کہیں اہل روم اسے (قلوپطرہ) کو نظر انداز کر کے کلپورنیا کو ملکہ روم نہ بنا دیں قلوپطرہ کا یہ خوف کسی حد تک درست بھی تھا اس لیے کہ روم کے سینٹروں میں یہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں کہ روم کا مرد اور عظیم فاتح جولیس سیزر آہستہ آہستہ شہنشاہیت کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ روم کی جمہوریت کو شہنشاہیت سے بدلنا چاہتا ہے۔

قلوپطرہ نے جب یہ محسوس کیا کہ سیزر اس کے قریب ہونے کے باوجود

سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے تو اس نے مجبور ہو کے ایک دن سیزر سے کہا۔

"پیارے سیزر۔ میں سوچ رہی ہوں کہ میں نے مصر سے روم آنے کی غلطی کی ہے اور مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا ہو گا بلکہ اگر میں یوں کہوں کہ مجھے اپنی غلطی کی سزا ملنا شروع ہو گئی ہے تو غلط نہ ہو گا"۔

سیزر چند لمحے قلوپطرہ کے غمگین چہرے کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"جان سیزر۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے تمہیں دریا کے اس پار اس وجہ سے رکھا ہے تاکہ میں کلپورنیا سے گھل مل کے ملتا رہوں تو میں تمہارے خیال کی تردید کروں دراصل میں نے تمہیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ تم اور ننھا سیزارین کھلی آب و ہوا کا لطف اٹھائیں اور شہر کے ہنگاموں سے دور رہیں"۔

"سیزر۔ تمہارا یہ خیال قطعی غلط ہے"۔ قلوپطرہ نے سختی سے تردید کی۔ "ایک کلپورنیا کیا اگر تم دس عورتیں اور بھی کر لو تو بھی میں جانتی ہوں کہ تم مجھے اور سیزارین کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے خیالوں سے دور نہیں رکھ سکتے۔ ہاں مجھے کسی کسی وقت یہ خیال ضرور آتا ہے کہ تمہاری محبت میں گرم جوشی کے بجائے سنجیدگی آ گئی ہے یا پھر تم مجھے سیزارین کی گورنس سمجھنے لگے ہو-----"

"بس بس قلوپطرہ"۔ سیزر نے مسکراتے ہوئے قلوپطرہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا"۔ جہاں تک سیزارین کا تعلق ہے تمہیں اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ سیزارین تو ہم دونوں کی مشترکہ دولت ہے۔ ہماری پوری زندگی کی یہی تو پونجی ہے۔ وہ صرف ہمارا بچہ ہی نہیں بلکہ ہمارا آقا بھی ہے۔ یہ روم کی شہنشاہیت کا تصور اور دنیائے مشرق کو فتح کرنے کا خیال یہ سب کچھ سیزارین ہی لئے تو ہے"۔

قلوپطرہ نے بڑی محبت سے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں"۔ پیارے سیزر۔ ہم دونوں کی زندگی کا مقصد ایک ہی ہے تو پھر تم میرے کہنے پر سنجیدگی سے غور کیوں نہیں کرتے۔ تمہارے سر پر تو مشرق کی فتح کا جن سوار ہو گیا ہے۔ انسان پہلے اپنے گھر پھر آس پاس کو درست کرتا ہے اس کے بعد دشمنوں کے دیس جانے کا ارادہ کرتا ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ روم نے تمہیں سلطنت کا مرد آہن تسلیم کر لیا ہے اور ان کے خیال میں تم اور سلطنت روما لازم و ملزوم ہیں پھر تمہیں تاج شاہی سر پر رکھنے

سے کونسا خیال روک رہا ہے؟"

"جان سیزر"۔ سیزر اب تک مسکرا رہا تھا۔ "تم روم کو مصری نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ مصر میں سب ہمارے مخالف تھے اور ہم پھونک پھونک کے قدم اٹھاتے تھے مگر یہاں سب ہمارے ہیں اس لیے ہم قدم اٹھاتے ڈرتے ہیں۔ دشمن تو کھلا ہوا دشمن ہوتا ہے۔ اس سے وفا کی امید ہو ہی نہیں سکتی مگر دوستوں میں ایسے دشمن بھی پوشیدہ ہوتے ہیں جو پشت سے خنجر مارتے ہیں جس کا ہمیں خیال بھی نہیں ہوتا"۔

"کیا کہہ رہے ہو سیزر؟" قلوپطرہ نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "روم کے تمام بڑے سردار اور جرنل تمہارے دوست' ہمدرد اور مخلص ہیں۔ کیا تم بروٹس کو شک کی نظر سے دیکھ سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں قلوپطرہ"۔ سیزر نے فوراً جواب دیا۔ "بروٹس اور میں تو ایک جان اور دو قالب ہیں۔ اس کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا"۔

"تو کیا تم انتونی کو اپنا دشمن سمجھتے ہو؟" قلوپطرہ نے سیزر کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"بالکل نہیں"۔ سیزر نے انکار کیا "انتونی تو میرا اتنا اچھا دوست ہے کہ اس کے دماغ میں میرے بارے میں کوئی خیال آ ہی نہیں سکتا"۔

"تو پھر تمہیں کس کا ڈر ہے۔ ان کے علاوہ اور کس میں جرات ہے کہ تمہارے ہاتھ سے روم کا تاج چھین لے؟" قلوپطرہ بڑے جوش سے بول رہی تھی۔ "میں نے دریا پار بیٹھ کے بھی روم کی سیاست کو سمجھ لیا ہے مگر تم ہو کہ ان میں رہ کر بھی انہیں اب تک نہیں سمجھ سکے"۔

"یہ تمہاری اعلیٰ دماغی کا ثبوت ہے قلوپطرہ کہ تم نے سیاست سے الگ رہ کے بھی روم کی سیاست کا صحیح اندازہ لگایا"۔ سیزر نے قلوپطرہ کی ذہانت کی داد دی۔ "مگر بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں ایک رومی ہی سمجھ سکتا ہے وہ کسی غیر ملکی یعنی مصری کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں"۔

"تمہارا خیال درست ہو سکتا ہے سیزر"۔ قلوپطرہ نے بڑے فراخ دلی سے تسلیم کیا۔ "مگر میں چاہتی ہوں کہ تم ان باتوں سے مجھے بھی باخبر کرو جہاں تک میری نظر

نہیں پہنچ سکی ہے؟"

"میں تمہیں ان باتوں سے بھی آگاہ کروں گا"۔ سیزر نے کہا "مگر پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم مجھے مشرقی محاذ جنگ پر جانے سے اس قدر سختی سے کیوں روک رہی ہو؟"

قلوپطرہ نے سیزر کے اس سوال کا جواب ذرا تند لہجے میں دیا۔ اس نے کہا۔

"میں تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ تم نے اپنی پوری جوانی جنگوں کی نذر کر دی اب تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ تم نے جوانی میں جو کچھ بویا ہے اب اس کے کاٹنے کا وقت ہے تم بہادر ضرور ہو مگر بہادری کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم جوانی سے بڑھاپے تک تلوار ہی چلاتے رہو۔ آخر تمہیں اس تلوار چلانے کا کچھ صلہ بھی تو ملنا چاہیے"۔

سیزر ہنس پڑا۔ بولا۔

"اب میں سمجھا تم مجھے جنگ پر جانے سے کیوں روک رہی ہو۔ تمہارے خیال میں 'میں بوڑھا ہو گیا ہوں"۔

"اس میں کوئی شک ہے کیا؟" قلوپطرہ نے زور دے کر کہا۔

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کرتا قلوپطرہ" سیزر نے جواب دیا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہیں میری پھرتی اور چستی میں کوئی فرق محسوس ہوا۔ کیا میری چال میں کوئی فرق پڑا۔ کیا میری آواز میں بوڑھوں جیسی مسکینیت اور منمناہٹ پیدا ہو گئی ہے؟

"بے شک ان میں سے کوئی بات تم میں نہیں پیدا ہوئی"۔ قلوپطرہ نے کہا۔ "لیکن تمہاری اس پھرتی اور چستی کے پیچھے تمہاری جوانی کی طاقت نہیں اور نہ تمہاری روح کی بے قراری اور تمہاری طبیعت کا یہ جوش و خروش تمہاری جوان طاقت کا اظہار کرتا ہے بلکہ یہ سب تمہارا وہ عزم ہے اور پر خلوص ارادہ ہے جو تمہیں ایک بگولے کی طرح گردش میں رکھتا ہے۔"

"چلو تم کم از کم میرے عزم اور خلوص کی تو قائل ہو گئیں"۔ سیزر نے شاید قلوپطرہ کے ناگوار انداز کو بدلنے کے لیے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ جس دن میرا لشکر مشرق کی طرف روانہ ہو گا اس وقت میرا عزم اور خلوص اپنے معراج کو پہنچا ہوا ہو گا"۔

قلوپطرہ کے سامنے جس وقت بھی سیزر کے ایران و ہند کی فتح کا مسئلہ آتا تو ایک نا معلوم خوف سے کانپ اٹھتی اور اس کی پلکیں بھیگ جاتیں۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ سیزر نے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے تو وہ گھبرا گیا۔ اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے بولا۔

"کسی وسوسے کو دل میں جگہ نہ دو قلوپطرہ۔ تم مجھے مشتری دیوتا کا اوتار کہتی ہو اب میں تمہیں مشتری دیوتا بن کے دکھاؤں گا میں ایران کی مضبوط سلطنت کو روند کے رکھ دوں گا اور ہند کے دروازے میں اس طرح داخل ہوں گا جس طرح شیر اپنے کچھار میں گشت کرتا ہے"۔

"چاہتی تو میں بھی یہی ہوں سیزر"۔ قلوپطرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مگر میں تمہاری گرتی ہوئی صحت سے پریشان ہوں۔ میں یہ سوچ کے پریشان ہو جاتی ہوں کہ دیار غیر میں سفر کی صعوبتیں تم کیسے برداشت کر سکو گے۔ تمہاری عمر ساٹھ کے قریب ہو چکی ہے اور اس عمر کے لوگ تلوار کے بجائے حکم چلایا کرتے ہیں"۔

سیزر کو قلوپطرہ کی بات ناگوار گزری۔ اس نے ذرا تلخ لہجے میں اسے تاکید کی۔

"قلوپطرہ میرے ارادہ کو متزلزل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تم نہیں جانتیں کہ ایران و ہند کی فتح یا کم از کم ایران کی فتح کے بعد جب میں روم واپس آؤں گا تو روم کے خواص و عوام خود مجھے روم کا تخت و تاج پیش کریں گے۔ اس وقت میرا کوئی مخالف نہ ہو گا میرے تمام دشمن اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کے شرمندہ ہوں گے"۔

"تم غلط سوچ رہے ہو سیزر"۔ قلوپطرہ نے پہلی بار تلخ لہجہ اختیار کیا۔ "تعجب ہے کہ تم۔ جانتے ہوئے کہ روم میں تمہارے دشمن موجود ہیں پھر بھی تم انہیں کھلی چھٹی دے کر ملک سے ہزاروں میل دور جانا چاہتے ہو۔ کیا وہ تمہاری عدم موجودگی میں پورے اطمینان کے ساتھ تمہارے خلاف سازش نہ کریں گے اور پھر کیا ہو گا اس کا علم تو صرف آسمانی دیوتاؤں کو ہے"۔

"قلوپطرہ--- قلوپطرہ"۔ سیزر نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم خود کو پریشان نہ کرو۔ میری عدم موجودگی میں تمہارا کام صرف سیزارین کی پرورش اور پرداخت ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم سیزارین کے علاوہ دکو کسی اور جھگڑے میں نہیں

الجھاؤ گی"۔

"دشمنوں کے درمیان رہ کر میں سیزارین کی کس طرح حفاظت کر سکوں گی؟" قلوپطرہ کا لہجہ اور سخت ہو گیا۔ "افسوس تو اس بات کا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو بھی نہیں پہچانتے"۔

"تو کیا تم میرے دشمنوں کو جانتی ہو"۔ سیزر نے بھی قدرے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں جانتی ہوں"۔ قلوپطرہ نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے انہیں آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر عقل سے ضرور پہچانا ہے"۔

"تو تمہاری عقل کے مطابق میرے کون کون سے دشمن ہو سکتے ہیں؟" سیزر کا سوال طنز سے بھرا ہوا تھا۔

قلوپطرہ نے بڑے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔

"سیزر اس وقت میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر طنز کرنے یا اس کا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرنا بلکہ گوش ہوش سننا کیونکہ ان باتوں کو سننا اور اس کے مطابق عمل کرنا نہ صرف میرے اور سیزارین کے فائدے میں ہے بلکہ تم بھی اس پر عمل کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کر سکتے ہو"۔

"کہو کہو۔ ضرور کہو قلوپطرہ"۔ سیزر سنبھل کے بیٹھ گیا۔ "تمہاری بات پر اگر میں نے کبھی عمل نہ کیا ہو یہ دوسری بات ہے مگر میں تمہاری ہر بات کو بڑے غور اور توجہ سے سنتا ہوں"۔

"تو سنو سیزر----" قلوپطرہ نے سینے میں دبا ہوا لاوا اگلنا شروع کیا۔ "تمہارے دشمنوں کی پہلی قسم تو وہ ہے جس میں ایسے لوگ شامل ہیں جنہوں نے تم سے ہمیشہ نفرت کی ہے اور وہ عرصہ دراز سے تمہارے دشمن ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ دوسرے قسم کے وہ دشمن ہیں جو پومپی کے طرفدار تھے۔ پومپی کے مارے جانے سے وہ تمہارے اور زیادہ دشمن ہو گئے ہیں۔ تیسرے دشمن وہ لوگ ہیں جو تمہاری زندہ بیوی کلپورنیا کے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ وہ مجھ سے نالاں ہیں اور تمہارے جانی دشمن بن گئے ہیں۔ انہیں سب سے بڑا دکھ اس بات کا ہے کہ تم ایک غیر ملکی عورت کو بیاہ

کر لائے ہو۔ کچھ ایسے لوگ بھی تمہارے دشمن ہو گئے ہیں جو تمہاری روحانی طاقت اور اعمال کو پسند نہیں کرتے یعنی وہ تمہیں دل سے دیوتا مشتری کا اوتار ماننے پر تیار نہیں"۔

"اتنا کہنے کے بعد قلوپطرہ خاموش ہوئی۔ دراصل وہ بولتے بولتے تھک گئی تھی" اس نے خود کو تر و تازہ کرنے کے لیے ایک گلاس پانی پیا۔ سیزر اس کی گفتگو کے دوران بالکل خاموش رہا اور اس کی باتیں بغور سنتا رہا۔ جب وہ پانی پی رہی تھی تو سیزر نے مسکرا کے اسے چھیڑا۔

"میرے دشمنوں کی فہرست ختم ہو گئی یا ابھی باقی ہے؟"

قلوپطرہ بھی مسکرا دی اور بولی۔

"سیزر۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے میری باتیں توجہ سے سنیں۔ اب اس فہرست میں تمہارے دشمنوں کی آخری قسم باقی رہ گئی ہے اور اس آخری قسم کے دشمن ہی سب سے زیادہ خطرناک اور طاقتور ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو "جمہوریت پسند" کہتے ہیں اور روم میں سوائے جمہوریت کے اور کسی قسم کی حکومت نہیں چاہتے۔ ایسے دشمنوں تک تمہاری نظریں اس لیے نہیں پہنچتیں کہ وہ سب تمہارے اپنے ہیں اور بظاہر تمہارے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے پر تیار نظر آتے ہیں"۔

قلوپطرہ دوبارہ رکی اور ایک لمبی سانس لے کے بولی۔

"بس سیزر۔ اب مجھے اور کچھ نہیں کہنا"۔

سیزر کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

"جان سیزر۔ تمہاری باتیں دل کو لگتی معلوم ہوتی ہیں۔ جس کے گرد اتنے بہت سے دشمن موجود ہوں اسے تو سانس لینا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے"۔

سیزر کے دل میں مشرقی ممالک فتح کرنے کا خیال بہت پرانا تھا۔ اپنے مصر کے قیام کے دوران اس نے مشرقی ممالک جانے والے راستوں کے بارے میں بہت سی تفصیلات حاصل کی تھیں۔ اس نے سکندر اعظم کے اس راستہ پر بھی غور کیا تھا جو اس نے وسط ایشیا سے گزر کر ہندوستان میں داخل ہونے کے لیے اختیار کیا تھا۔ وہ راستہ اگرچہ کچھ زیادہ پر خطر نہ تھا لیکن مشرق اور مغرب کے درمیان ایران کی عظیم الشان

سلطنت واقع تھی جس نے سکندر کا بھی راستہ روکا تھا اور اب سیزر کے راستے میں بھی حائل تھی۔

مگر قلوپطرہ سے شادی پھر اس کے بطن سے اس کے وارث پیدا ہونے اور ان دونوں کے روم میں آ کر آباد ہونے کی وجہ سے مشرقی فتوحات میں کچھ اور باتیں بھی حائل ہوئی تھیں۔ سیزر کے اس خیال سے بہت پہلے روم کے عظیم فاتح پومپی اعظم نے خشکی کے راستے مشرق تک پہنچنے کی تفصیلات طے کر لی تھیں۔ اس کا مجوزہ راستہ بحیرۂ اسود کی بندرگاہ فاسس سے ہو کر بحیرۂ کیسپین، وسط ایشیا اور کشمیر ہوتا ہوا ہندوستان جاتا تھا۔

اس کے علاوہ سیزر نے سکندر اعظم کے کارنامے بڑی دلچسپی سے پڑھے اور وہ علی الاعلان کہتا تھا کہ سکندر تو ساری دنیا کو فتح نہ کر سکا مگر میں پوری دنیا کو فتح کر کے دکھاؤں گا۔ اس سلسلہ میں اس نے فرانس سے دس سال تک مسلسل جنگ کر کے اسے زیر کر لیا تھا۔ پچھلے سال اس نے اسپین بھی فتح کر لیا تھا۔ یوں اس کا افریقہ کے سب سے زیادہ زرخیز ملک مصر اور شمالی افریقہ کورنتھو میں اس نے آبادیاں قائم کر دی تھیں۔ سیزر نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مشرقی ممالک کا راستہ صاف کرنے کے لیے سب سے پہلے ایران کی مضبوط سلطنت کو تہ و بالا کرے گا۔

مگر قلوپطرہ کو روم لانے کے بعد اس کے اس پرانے خیال کے ساتھ ہی ایک اور آرزو نے بھی اس کے دل میں چٹکیاں لینا شروع کر دی تھی۔ آرزو کا سبب اس کی بن بیاہی اور اس دور کی سب سے بڑی حسینہ قلوپطرہ تھی۔ قلوپطرہ نے سیزر کو مشرقی ممالک فتح کرنے سے روکا نہیں مگر اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ روم کو اپنے دشمنوں کے ایک نا معلوم مدت تک حوالہ کر کے مشرق کا رخ کرنا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ سیزر پہلے شہنشاہ روم کا تاج سر پر سجا کے جلوس فرمائے۔ پھر اپنے دشمنوں کو یا تو اپنے سلوک سے دوست بنائے یا پھر انہیں فنا کر دے اس کے بعد کر کس کر مشرقی ممالک کی فتح پر روانہ ہو۔

سیزر نے قلوپطرہ کی رائے سے پوری طرح اتفاق نہ کیا تھا مگر اس کے ارادوں میں تذبذب پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسی کشمکش میں وہ تین سال تک مبتلا رہا اس دوران

اس نے اپنی طرف سے یہ اشارے بھی دیئے کہ وہ سلطنت روما کے تخت و تاج کا اہل ہے اور اسے یہ ملنا چاہیے۔ اس کے لیے ان اشاروں سے جمہوریت پسند امرا اور سردار جو اس کے پہلے ہی خلاف تھے اور زیادہ بدظن ہو گئے مگر انہوں نے اپنی طرف سے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے سیزر کو ان پر کسی طرح کا شک ہو اور وہ ان کا خاتمہ کر دے۔

اس سلسلہ میں سیزر نے مزید ایک قدم اور اٹھایا اس نے روم کے عوام اور خواص پر عنایات کی اس طرح بارش شروع کر دی جس کی امید کسی مطلق العنان شہنشاہ ہی سے ہو سکتی تھی۔ سیزر نے دوستوں کو اس قدر قریب آنے کا موقع دیا کہ جیسے ان کے درمیان میں پڑا ہوا پردہ اٹھ گیا ہو۔ اس نے ان سے پوچھ پوچھ کے ان کی جائز اور ناجائز تمام ضرورتیں پوری کیں اور دشمنوں کے ساتھ ایسی فیاضی اور دریا دلی کا مظاہرہ کیا کہ درباری دنگ رہ گئے۔

سیزر کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ترقی کے درجات بڑے اطمینان سے طے کرنا شروع کر دیئے تھے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روم کے دربار عام میں روم کا مرد آہن بائیس بائیس ہزار آدمیوں کو ایک ایک وقت میں ضیافت پر بلا لے گا۔ ان کی دل جوئی کرے گا۔ ان کے لیے کھیل تماشے اور نمائشیں لگوائے گا۔ سڑکیں، عمارتیں، مدارس اور عوامی میلوں ٹھیلوں کا بھی انتظام کرے گا۔ عوام و خواص، دوست و دشمن کی دلداری کا کونسا ایسا طریقہ تھا جو سیزر نے نہیں آزمایا۔ اس کے اس حسن سلوک سے عوام اور خواص دونوں اس کا کلمہ پڑھنے لگے۔

انطونی اور بروٹس کے علاوہ باقی تمام امرا سیزر کے مخالف تھے۔ ان کی مخالفت کی الگ الگ وجوہات تھیں لیکن اس بات پر سب متفق تھے کہ روم میں سینٹ یعنی عوامی نمائندوں کی حکومت ہونی چاہیے اور چونکہ سیزر کے قدم بڑی تیزی سے شہنشاہیت کی طرف بڑھ رہے تھے اس لیے وہ سیزر کے مقام پر ایک مضبوط دیوار بنا کے کھڑے ہو گئے تھے مگر اس کے خلاف قدم اٹھانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔

دربار کے باقی چھوٹے امرا اگرچہ شہنشاہیت کے خلاف تھے لیکن سیزر کی بے پناہ عنایات اور نوازشوں کے پیش نظر ان کا خیال تھا کہ اگر سیزر اپنی بادشاہت

کا اعلان کرے گا تو وہ لبیک کہیں گے۔ پھر ایسے ہی چھوٹے چھوٹے امرا کی طرف سے تحریک ہوئی کہ سیزر کی ان نوازشوں کے شکریہ کے اظہار کے طور پر ہمیں بھی اس کی کچھ عزت افزائی کرنا چاہیے۔

ایک دن ایک چھوٹے امیر نے تجویز پیش کی۔

"اگر ہم اپنے عظیم فاتح اور مہربان جولیس سیزر دس سال کے لیے روم کا قونصل (صدر) مقرر کر دیں تو کیا ان کی خدمات کا ایک ادنیٰ صلہ نہ ہو گا"۔

یہ تجویز اگرچہ ایک غیر معروف سوار کی طرف سے پیش کی گئی تھی مگر اس کے پس پردہ خود جولیس سیزر اور اس کے خاص دوست بروٹس اور انطونی کی بھی مرضی شامل تھی پس انتونی نے فوراً تائید کی۔

"عظیم فاتح کی خدمت کے صلہ میں اگر جولیس سیزر کو تمام عمر کے لیے بھی روم کا کونسل مقرر کر دیا جائے تب بھی یہ صلہ کم ہو گا"۔

بروٹس نے بھی تائید میں زبان کھولی۔

"بڑی معقول تجویز ہے۔ میرا خیال ہے کہ جولیس سیزر کو روم کے قونصل کے دس سالہ عہدے کے ساتھ ساتھ انہیں افواج روم کا کمانڈران چیف بھی مقرر ہونا چاہیے"۔

اس پر کیشیس کو بھی بولنا پڑا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ سیزر روم کا تاج اپنے سر پر رکھنا چاہتا ہے اور یہ تجویزیں اس کے اشارے پر پیش کی جا رہی ہیں۔ وہ شہنشاہیت کا شدید مخالف تھا مگر انطونی اور بروٹس کی تائید کے بعد وہ مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔

کیشیس نے اپنی وفاداری کا اور زیادہ اظہار کرنے کے لیے تجویز کیا۔

"ہمارا فاتح جولیس سیزر نہ صرف روم کے کمانڈر ان چیف کا اہل ہے بلکہ اس کا یہ عہدہ موروثی ہونا چاہیے"۔

درباریوں نے اس پر خوب تالیاں پیٹیں اور سیزر کو کمانڈر ان چیف بنا دیا گیا اور یہ عہدہ اس کا موروثی ہو گیا۔ یعنی سیزر کے بعد اس کا بیٹا سیزارین پھر سیزارین کے بعد اس کا بیٹا بھی کمانڈران چیف ہو گا کیشیس نے سیزر کی ہمدردی حاصل کرنے کیا

اپنی وفاداری کا فریب دینے کے لیے موروثی عہدہ پیش کیا تھا مگر اس سے قلوپطرہ کے خزاں رسیدہ چمن میں جیسے بہار کا ایک جھونکا آ گیا ہو کیونکہ واضح الفاظ میں سیزارین کو سیزر کے بعد سلطنت روما کی افواج کا کمانڈران چیف تسلیم کر لیا گیا تھا۔

سیزر نے ایک قدم اور بڑھایا۔

اس نے ایوان حکومت میں اپنا ایک بت ' بنوا کر نصب کرا دیا۔ اس ایوان میں سات عدد قدیم بادشاہوں کے بت پہلے سے نصب تھے۔ آٹھواں بت سیزر کا نصب ہوا گویا اس نے خود ہی اپنے آپ کو بڑے بادشاہوں کی طرح خود کو بغیر کسی اعلان کے بادشاہوں میں شامل کر لیا۔

پھر سیزر نے کشیدہ کاری کے نقش و نگار سے مزین لباس پہننا شروع کر دیا اور رومی سکوں پر اپنے چہرے کا ٹھپا بھی لگوانے کا حکم دیدیا۔ اب وہ ایوان حکومت میں تخت شاہی پر بیٹھتا۔

ہاتھ میں ہاتھی دانت کا اعصا اور سر پر زرتار ٹوپی بھی پہننا شروع کر دی جب کوئی تقریب ہوتی تو سیزر شاہان مصر کے مانند مقدس رتھ میں بیٹھ کر باہر نکلتا اور عوام کو اپنا دیدار کراتا۔ اس کے چاروں طرف ارکان حکومت اور امراء باڈی گارڈ ہوتے۔ سیزر کو یہ اعزاز بھی قانوناً" دیا گیا کہ جس طرح سکندر اعظم' اسکندریہ کی فصیل کے اندر دفن ہوا تھا اسی طرح سیزر کو بھی روم کے اندر دفن کیا جائے گا۔

آخر جولیس سیزر نے یہ اعلان بھی کرا دیا کہ مقدس اور ملکوتی (دیوتا) ہونے کے باعث اس کا ایک مجسمہ دوسرے دیوتاؤں کے درمیان میں رکھا جائے۔ اس پر فوراً" عمل کیا گیا۔ سیزر کو مشتری کا اوتار ہونے کا دعویٰ تھا (یہ خیال اس کے دل و دماغ میں قلوپطرہ نے جاگزیں کیا تھا)۔ اس لیے اس نے مشتری کے نام پر ایک مندر تعمیر کرایا اور اس میں بھی اپنا ایک مجسمہ نصب کرا دیا جس کے نیچے کندہ تھا۔

"غیر فانی دیوتا"۔

اسی طرح روم کے تمام بڑے بڑے مندروں میں اس کے لیے خاص شٹاہ مقرر ہوئی۔ مصر کے فرعونوں کی طرح سیزر کے لیے بھی پجاریوں کی ایک جماعت بنائی گئی جس کا کام عوام سے سیزر کے مجسمہ کا احترام کرانا تھا۔ تمام سیاسی حلف ناموں میں

جس مقام پر دیوتاؤں کے نام لے کر قسم کھائی جاتی تھی وہاں مصر کے فرعونوں کی طرح سیزر کا نام بھی دستور کے مطابق شامل کیا گیا۔

اب ۴۴ قبل مسیح کا سال شروع ہو چکا تھا۔ روم کے عوام کو معلوم ہو گیا تھا بلکہ یقین ہو گیا تھا کہ سیزر شہنشاہ روم بننا چاہتا ہے۔ عوام کو اس سلسلہ میں اس سے شکایت نہ تھی۔ جہاں تک سیزر کے شہنشاہ ہونے کا اعلان ہونا تھا اس کے بارے میں عوام اپنے طور پر دو اوقات مقرر کر رہے تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ سیزر کو مشرقی فتوحات پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دینا چاہیے مگر کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ سیزر کو پہلے مشرقی فتوحات پر جانا چاہیے اور وہاں سے کامیاب واپسی کے بعد خود کو شہنشاہ بنائے جانے کا اعلان کرنا چاہیے۔

اسی سال دوسرے مہینے یعنی فروری ۴۴ ق م ۔ سیزر کو تا حیات روم کا مختار مطلق یعنی آمر مطلق کا پر جلال عہدہ بھی عطا کر دیا گیا۔ روم کے لشکر کی کمانڈر ان چیف کی ذمہ داری اسے پہلے ہی مل چکی تھی اور یہ کمانڈری موروثی تھی۔ اس کے شہنشاہ ہونے میں صرف ایک آنچ کی کسر باقی تھی۔ سیزر اس وقت بھی محتاط تھا اس نے کسی عجلت کا اظہار نہیں کیا۔ بظاہر اس کا کوئی مخالف نہ تھا مگر سیزر کسی عجلت کا اظہار کر کے لوگوں کے سروں پر زبردستی سوار نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ برابر ڈھیل دے رہا تھا۔

عوام اور خواص کا فیصلہ کچھ بھی ہو مگر خود سیزر نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس کی بادشاہی کے لیے وہ موقع ہی درست اور مبارک ہو گا جب وہ مشرقی ممالک کی فتوحات حاصل کرنے کے بعد روم میں دوبارہ داخل ہو گا۔ اس کا ہر لشکری مال و دولت کے بارے دبا جا رہا ہو گا' مشرق کے راجے مہاراجے' بادشاہ اور شہزادے' شہزادیاں اس کے جلوس میں پابہ زنجیر چل رہی ہوں گی اور لوگوں کے لبوں پر ایک ہی نعرہ ہو گا اور وہ نعرہ ہو گا"۔

"فاتح مشرق زندہ باد"۔

اور روم کے عوام اپنے اظہار تشکر کے طور پر اس کو خود ہی روم کے تخت شاہی پر بٹھا دیں گے۔ سیزر کا یہ تصور بڑا دلکش اور دلاویز تھا۔ پھر بھی اسے کوئی جلدی

ے تھے۔

قلوپطرہ کے دل کی کیفیت اس سے مختلف تھی۔ اس نے تین سال "ملکہ روم" بنائے جانے کے تصور میں جیسے کانٹوں پر گزارے تھے۔ اس میں مزید تین چار سال انتظار کرنے کا یارانہ تھا۔ قلوپطرہ اپنے محبوب شوہر سیزر کی مشرقی ممالک کی فتوحات پر جانے سے پیشتر ہی اسے شہنشاہ اور خود کو ملکہ روم دیکھنے اور سننے کے لیے بیتاب تھی۔

اسی سلسلہ میں قلوپطرہ نے سیزر کے گہرے دوست انطونی کو دریا پار اپنی قیام گاہ پر بلا بھیجا ' انطونی' سیزر کا پہلے بھی دوست تھا اور اس وقت تو وہ سیزر کی ناک کا بال بنا ہوا تھا۔ وہ قلوپطرہ کے طلب کرنے پر اس کے پاس پہنچا اور مسکراتے ہوئے سلام پیش کیا۔

"میں ملکہ حسن اور ملکہ روم کی خدمت میں سلام عجز و نیاز پیش کرتا ہوں"۔

قلوپطرہ بھی مسکرا دی ۔ اس نے کہا۔

"انطونی ۔ میں چاہتی ہوں کہ مشتری دیوتا اور زہرہ دیوی تمہاری زبان مبارک کریں۔ تمہارے اس خطاب میں کس قدر رس ہے اسے میں بیان نہیں کر سکتی"۔

"شکریہ ملکہ روم۔" انطونی پھر مسکرایا۔ "یہ خطاب نہیں بلکہ میرے دل کی آواز ہے اور یہی آواز آج پورے روم کی ہے"۔

"یہی تو میں بھی کہتی ہوں انطونی---" قلوپطرہ بڑے اضطراب سے بولی۔ "پتہ نہیں سیزر کو کس بات کا انتظار ہے۔ آخر وہ اپنی شہنشاہی کا اعلان کیوں نہیں کرتا۔ روم کے عوام اور خواص سب ہی تو یہ چاہتے ہیں"۔

"ملکہ روم نے درست فرمایا"۔ انطونی نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے سیزر کو کئی بار ٹٹولا۔ مگر اس کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابھی جلدی کیا ہے۔ آج بھی ہمارا ہے کل بھی ہمارا ہے"۔

"نہیں انطونی نہیں"۔ قلوپطرہ چیخ پڑی انسان صرف "آج" پر قادر ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جہاں تک "کل" کا تعلق ہے۔ اس سے کوئی واقف نہیں۔ ہمیں جو کرنا ہے وہ آج کرنا ہے۔ کل کس نے دیکھا ہے؟"

"مجھے ملکہ روم کی بات سے پورا پورا اتفاق ہے۔" انطونی بولا۔ ملک پر سکون ہے۔ دربار پر خاموشی طاری ہے۔ صرف عوام نعرے لگا رہے ہیں ہمیں عوام کے ان نعروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ عوام قابل اعتماد نہیں ہوتے وہ آج سر پر اٹھاتے ہیں تو کل زمین پر پٹخ بھی سکتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک ہے"۔ قلوپطرہ جلدی سے بولی۔ "جاؤ اور کوشش کرو کہ فروری کا دوسرا ہفتہ نہ گزرنے پائے کہ سیزر اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دے"۔

"مگر ملکہ روم---" انطونی نے سوچتے ہوئے کہا۔ "۱۵ فروری کو تو اہل روم لوپرکس دیوتا کی نیاز دلاتے اور تہوار مناتے ہیں۔ اس تہوار تک تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سیزر کسی طور رضا مند نہ ہو گا"۔

"کوئی بات نہیں---" قلوپطرہ نے بات بنائی۔ "پندرہ فروری گزر جانے دو۔ مگر انطونی یہ خیال رہے کہ فروری کا مہینہ خالی نہ جانا چاہیے"۔

"ایسا ہی ہو گا ملکہ روم"۔

انطونی نے ملکہ قلوپطرہ کو مطمئن کر دیا ۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔

○

پندرہ فروری کا دن آیا تو پورے روم میں اس دن "لوپرکس" دیوتا کی قربانی اور نذر نیاز کی تیاریاں ہونے لگیں۔ بھارت میں مہادیو' مصر میں عمن اور روم میں "لوپرکس" تخلیق؍تولید اور تناسل کے دیوتا مانے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے بھارت میں مہادیو کے مندر دیکھے ہیں انہیں معلوم ہو گا کہ ان مندروں میں مرد اور عورت کے پوشیدہ اعضا کی پرستش کی جاتی ہے اور اس کی عملی شکل ہر مندر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

جس وقت سیزر مصر میں تھا تو پندرہ فروری کو قلوپطرہ نے "عمین دیوتا" کی نذر پیش کی تھی اس نے سیزر کو مشتری کا اور خود کو زہرہ دیوی کا اوتار مشہور کر رکھا تھا مصریوں نے دونوں کو بلا عذر دیوتا اور دیوی تسلیم کر لیا تھا۔ کیونکہ انہی دنوں قلوپطرہ نے بغیر سیزر سے شادی کئے اس کے بیٹے سیزارین کو جنم دیا تھا۔

سیزر اور قلوپطرہ اس سال روم میں تھے اس لیے قلوپطرہ کی تحریک پر سیزر نے

"لوپرکس" کا تہوار بڑی شان و شوکت سے منایا۔ خود سیزر اس تہوار کا صدر بنا۔ اس نے خود تو لوپرکس دیوتا کا روپ دھارا اور قلوپطرہ کو زہرہ دیوی بنا کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ سیزر نے اپنی اس پوجا کا انتظام مشتری کے مندر میں کرایا۔ یہ مندر ابھی کچھ دن پہلے ہی بن کر تیار ہوا تھا۔

"لوپرکس" کی عید کے موقعہ پر دو پجاری ایک بکرا اور ایک کتا قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے پھر ان کی کھال کھینچ کر اس کے دو بڑے بڑے چابک بناتے۔ اس تہوار پر سیزر کے دوست انطونی نے دو میں سے ایک پجاری کی خدمات ادا کیں۔ کتے اور بکرے کی قربانی کے بعد اس نے اپنے ساتھی پجاری کی مدد سے دونوں جانوروں کی کھال اتاری اور اس کے "چابک بنائے"۔

تہوار بنانے کا طریقہ یہ تھا کہ دفتری پجاری چابک لے کر محلے محلے بھاگتے پھرتے اور جو عورت انہیں گھر کے باہر نظر آتی اس پر چابک کی بارش کر دیتے عورت چپ چاپ کھڑی مار کھاتی رہتی اور ہنستی بھی جاتی تھی۔ اس دن صرف وہ عورتیں گھر کے باہر کھڑی ہوتی تھیں جو یا تو سدا کی بانجھ ہوتیں یا جن کی شادی کو کئی کئی سال گزر جاتے اور وہ اولاد سے محروم ہوتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ قربانی کے جانوروں کی کھالوں کے بنے ہوئے چابک جب ان کے جسم پر پڑیں گے تو تولید و تناسل کے دیوتا "لوپرکس" کے فیض سے وہ حاملہ ہو جائیں گی اور ان کی گود ہری ہو جائے گی"۔

ایسے موقعہ کے لیے سیزر کے لیے روم کے بڑے چوراہے پر ایک اونچی مسند تیار کی گئی تھی۔ مشتری کے مندر میں نذریں وصول کرنے کے بعد سیزر اس چوک میں آ کے اپنی مسند پر بیٹھ گیا تھا۔ ہر طرف جھنڈے اور جھنڈیاں لہرا رہی تھیں لوگوں کے اژدھام کا یہ عالم تھا کہ تعالی پھینکو تو سر ہی سر جائے۔ سیزر اور قلوپطرہ کو بڑے چوک میں آئے زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اس کا دوست انطونی اپنے پجاری ساتھی کو لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔

انطونی کا چہرہ جوش و جذبہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ سیزر نے انطونی کو آتے دیکھا تو اس نے اور قلوپطرہ نے دور ہی سے ہاتھ ہلا کر اسے خوش آمدید کہا۔ پھر جب پجاری اور انطونی، سیزر کی مسند کے سامنے پہنچے تو انطونی نے بڑے جوش سے نعرہ لگایا۔

"تخلیق کا دیوتا۔
مشتری کا اوتار
فاتح مصر جولیس سیزر
زندہ باد۔۔۔۔"

وہاں موجود مجمع نے اس کی آواز میں آواز ملائی ور فضا "سیزر زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔ قلوپطرہ پوری سج دھج کے ساتھ سیزر کے پہلو میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ نعروں کی گونج ختم ہوئی تو انطونی چند قدم بڑھا کر سیزر کے بالکل قریب پہنچ گیا پھر اس نے اپنی بغل سے ایک سنہری تاج نکالا۔ مجمع پر ایک مسرت بھری فاتحانہ نظر ڈالی اور گو نجدار آواز میں تاج کو ہوا میں بلند کر کے کہا۔

"اے آسمانی دیوتا یہ اس حقیر دنیا کی حکومت کے تاج کو بھی شرف قبولیت عطا فرمایئے؟"

انطونی کی زبان سے یہ درخواست سنتے ہی وہاں موجود مجمع میں سے جگہ جگہ کھڑے ہوئے لوگوں نے (ممکن ہے کہ انہیں اسی کام کے لیے کھڑا کیا گیا ہو) انطونی کی آواز میں آواز ملا کے کہا۔

"ہم انطونی کی تائید کرتے ہیں"۔

"ہم انطونی کی تائید کرتے ہیں"۔

اس نعرے کے بلند ہوتے ہی سیزر کی نظریں چاروں طرف پھرکی کی طرح گھومنے لگیں۔ قلوپطرہ بھی سیزر کی طرح نظریں گھما گھما کر لوگوں کا رد عمل معلوم کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ انطونی کی تائید کے نعرے صرف چند لمحے سنائی دیئے اس کے بعد پورے جلوس اور مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی۔ سیزر کی دوربین نظروں نے دیکھا اور اس کی عقل رسا نے اسے سمجھایا کہ عوام انطونی کی تائید کرنے پر تیار نہیں یعنی فی الحال عوام سیزر کو بحیثیت شہنشاہ روم (قیصر روم) تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

عقلمند اور ذہین سیزر نے فوراً بات کو سنبھالا۔ اس نے مسکرا کے انطونی کو دیکھا اور باواز بلند اعلان کیا۔

"مجھے تاج کی تمنا نہیں"۔

سیزر کے منہ سے یہ الفاظ سن کر عوام نے تجسس و آفریں کے ڈونگرے برسانا شروع کر دیئے ہر ایک کی زبان پر ایک ہی طرح کے نعرے تھے۔

سیزر زندہ باد

جولیس سیزر زندہ باد

فاتح مصر زندہ باد

روم کا قونصل جنرل زندہ باد

یہ یقیناً" بڑی حیرانی کی بات تھی کہ روم کے عوام سیزر کو فاتح تو تسلیم کرتے تھے اسے قونصل جنرل بھی مانتے تھے مگر اس کی شہنشاہیت کے حق میں ایک نعرہ بھی بلند نہ ہوا۔ سیزر نے تاج سے انکار کر کے صحیح فیصلہ کیا تھا مگر انطونی کھسیانہ ہو گیا اور اس نے دوبارہ آگے بڑھ کے پہلے سے زیادہ بلند آواز میں کہا۔

"اے آسمانی دیوتا۔ زمین کے اس تاج کو قبول فرمایئے"۔

جولیس سیزر نے اپنے عوام کے دلوں کی آواز سن لی تھی۔ اس لیے اس نے دوسری بار بھی بڑے پر وقار لہجے میں جواب دیا۔

"روم کے قونصل جنرل کو تاج کی خواہش نہیں"۔

دوسری باری بھی سیزر پر تحسین و آفریں کی بارش کی گئی۔ عوام نے اپنے قونصل کے فیصلے کو دل سے سراہا اور دیر تک "جولیس سیزر اور فاتح سیزر" کے نعرے سنائی دیتے رہے۔

جب ہر طرف خاموشی طاری ہو گئی تو جولیس سیزر نے حکم دیا۔

"انطونی کے اس تاج کو ایوان حکومت میں رکھ دیا جائے اور اس پر تحریر کر دیا جائے سزیر نے اسے منظور نہیں کیا"۔

انطونی دوبار کوشش کی مگر اسے دونوں بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ وہ شرمندہ ضرور ہوا مگر اس نے فوراً" خود کو سنبھالا۔ پھر چابک اٹھایا اور پجاری کو ساتھ لے کر دائیں بائیں چابک گھماتا اس طرح مجمعے سے نکل گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

۱۵ فروری کو "لوپرکس" کے تہوار میں پیش آنے والے اس غیر معمولی واقعہ

نے سیزر اور قلوپطرہ کے پوری طرح کان کھول دیئے کہ فی الحال روم کے عوام (جن میں سیزر کے دشمن سردار پیش پیش تھے) اسے شہنشاہ روم تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ انطونی نے ایک بار پھر سیزر کو سمجھایا کہ مشرقی فتوحات پر روانگی سے پہلے اس کا شہنشاہ بننا بہت ضروری ہے مگر سیزر نے اسے خیال خام کہہ کر ٹال دیا۔

آئندہ ماہ اسے مشرقی ممالک کی فتوحات پر روانہ ہونا تھا چنانچہ اس نے قلوپطرہ کو بیش بہا تحائف دیئے اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں روم کے بجائے اسکندریہ واپس جا کے اس کے وارث سیزارین کی پرورش و پرداخت پر توجہ دے اور بہتر دنوں کی امید پر زندگی گزارے۔ قلوپطرہ کو بھی حالات کا صحیح اندازہ ہو گیا تھا اس لیے اس نے بھی یہی بہتر خیال کیا کہ اسکندریہ واپس چلی جائے اور سیزر کی مشرق سے واپسی تک اپنی پہلی سلطنت میں پر سکون زندگی گزارے۔ پھر جب سیزر مشرق سے واپس آئے تو وہ اپنی دلی خواہشوں کا ایک بار پھر اظہار کرے اور سیزر کو شہنشاہ روم بنا کر اس کے پہلو میں ملکہ روم و مصر کی حیثیت سے جلوس فرمائے۔

مارچ ۴۴ قبل مسیح شروع ہوتے ہی روم میں دو افواہیں پھیل گئیں ایک افواہ یہ تھی کہ سیزر کو ۱۵ مارچ کو شاہی تاج پہنا دیا جائے گا اور اسی طرح کی زبردست افواہ یہ بھی تھی کہ سیزر کو ۱۵ مارچ کو قتل کر دیا جائے گا۔ افواہوں کے پیر نہیں ہوا کرتے۔ یہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہیں۔ دونوں افواہیں دریا پار کر کے قلوپطرہ تک پہنچیں۔ ایک افواہ سیزر کی شہنشاہی کے بارے میں اور دوسری اس کی موت کی اطلاع تھی۔

بادشاہوں کے قتل ہونے کی افواہیں اکثر پھیل جایا کرتی ہیں۔ قلوپطرہ نے اس کے متعلق پرواہ نہ کی وہ اسکندریہ واپس جانے کے رخت سفر باندھ چکی تھی لیکن جب اس نے سنا کہ ۱۵ مارچ کو سیزر کے سر پر روم کی شہنشاہی کا تاج رکھا جائے گا تو ایک نا معلوم خوشی سے اس کا مغموم دل چہک اٹھا حالانکہ اس خبر کے ساتھ ہی یہ خبر بھی اتنی ہی گرم تھی کی ۱۵ مارچ کو سیزر کو قتل کر دیا جائے گا قلوپطرہ نے قتل کی خبر کو پس پشت ڈال دیا اور یہ سوچ کے خوش ہوئی کہ شاید ۱۵ مارچ کو اس کے دل کی مراد بر آئے اور سیزر کو روم کا شہنشاہ بنا دیا جائے۔ اس صورت میں قلوپطرہ اسکندریہ جاتے وقت ملکہ مصر و روم بن چکی ہو گی۔ یہ افواہ اس کے دل کے لیے انتہائی خوش کن

تھی۔ اس کی تمنا اور ایک قدیم نا آسودہ آرزو پوری ہونے کی امید بندھی تھی۔ چنانچہ تھوپطرہ نے ۱۵ مارچ تک اپنا اسکندریہ جانے کا سفر ملتوی کر دیا اور اس کے سہارے لوریاں کھاتی رہی۔

۱۵ مارچ کو سیزر کے قتل کئے جانے کی اطلاع اگرچہ محض افواہ ہی معلوم ہوتی تھی لیکن اس افواہ کے پس منظر میں روم کے سینٹ کے وہ تمام خوفناک چہرے صاف نظر آ رہے تھے جو روم کے تخت پر کسی شہنشاہ کے بجائے سینٹ یعنی جمہوریت کو قابض دیکھنا چاہتے تھے پس مارچ شروع ہوتے ہی پس افواہ میں رنگ بھرنا شروع ہو گئے۔ سیزر کے خلاف سازش کرنے والوں میں پہلا نمبر کیسس کا تھا۔ اس شخص نے سیزر کے خلاف پومپی کی مدد کی تھی مگر جب پومپی کا خاتمہ ہو گیا تو کیسس نے سیزر سے معافی مانگ لی اور سیزر نے کیسس کو معاف کر کے اپنی آستین میں سانپ پال لیا۔

کیسس شروع ہی سے امارت' انانیت اور شہنشاہیت کا مخالف تھا۔ پچھلے مہینے جب انطونی نے روم کے بڑے چوک میں سیزر کو "روم" کی شہنشاہی کا تاج پیش کیا تو کیسس غصہ سے دیوانہ ہو گیا تھا مگر اس نے فوراً" خود پر قابو حاصل کیا اور انطونی کی تجویز کو خاموشی سے پی گیا۔ کیسس کو فوراً" گمان ہوا کہ انطونی نے سیزر کو روم کا تاج پیش کرنے کی جو جرات کی ہے اس میں سیزر کی مرضی کو ضرور دخل ہو گا اور قلوپطرہ بھی اس منصوبے میں شامل ہو گی۔

کیسس پر اسی دن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ روم کی جمہوریت کو سیزر اپنے قدموں تلے کچل کے روم کا مطلق العنان شہنشاہ بننا چاہتا ہے اگرچہ یہ شہنشاہیت روم کے عوام کے مزاج کے خلاف تھی۔ پس کیسس نے اسی دن سے جمہوریت کے حق میں اور متوقع شہنشاہیت کے خلاف ایک سازش کی بنیاد رکھی جس میں سیزر کے تمام منافق دوستوں نے بڑھ چڑھ کے حصہ لینا شروع کر دیا۔ کیسس کو معلوم تھا کہ سیزر کے سب سے زیادہ قریب دو سینٹر ہیں۔ ایک انطونی اور دوسرا بروٹس۔ بروٹس ایک عالی دماغ صاف گو' بیباک اور ایماندار قسم کا آدمی تھا۔ وہ کٹر جمہوریت پرست تھا مگر وہ سیزر کا سب سے زیادہ ہمدرد دوست بھی تھا۔

کیسس نے ستر کے قریب سینٹروں کو اپنی تیار کردہ سازش میں ملا لیا مگر اسے یہ

معلوم تھا کہ جب تک سیزر کے دونوں دوست یعنی بروٹس اور انطونی یا ان میں سے کم از کم ایک دوست سیزر سے ٹوٹ کر ان کے سازشی ٹولے میں شریک نہیں ہوتا اس وقت تک سیزر کے خلاف سازش کی یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔

پھر بروٹس اور سیزر میں کئی جائز اور ناجائز قسم کے رشتے بھی تھے۔ سیزر کے بروٹس کی والدہ سرولیا سے ناجائز تعلقات تھے۔ اس کے علاوہ سرولیا' سیزر کے سب سے بڑے دشمن پومپی کے دوست کیٹو کی بہن تھی۔ کیٹو نے شمالی افریقہ میں سیزر سے شکست کھانے کے بعد خود کشی کر لی تھی۔ اسی کیٹو کی بیٹی بروٹس کی بیوی بھی تھی۔ اس طرح سیزر بروٹس کے خسر کا قاتل اور اس کی ماں کا آشنا تھا۔

ان باتوں کے باوجود بروٹس کے دل و دماغ میں سیزر کی طرف سے کوئی ملال تھا اور نہ کوئی انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہو سکا تھا پھر کیسس کی یہ کوشش تھی کہ بروٹس جیسے حق پرست انسان کو اپنی سازش میں شریک کریں ورنہ یہ سازش ناکام ہو جائے گی تمام سازشی موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔

ان باتوں پر غور و فکر کے بعد ایک دن کیسس نے جی کڑا کر کے ڈرتے ڈرتے بروٹس کے سامنے بات چھیڑی۔

"بروٹس۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس ماہ مارچ کے دوران ایوان حکومت میں سیزر کی بادشاہی کا اعلان کیا جائے گا"۔

بروٹس جیسے حق پرست اور سنجیدہ آدمی کو بھی کیسس کی اس بات پر ہنسی آ گئی اس نے کہا۔

"کیسس۔ کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو"۔ کیا سیزر نے دو مرتبہ شہنشاہی کا جوا اپنے کاندھے پر رکھنے سے انکار نہیں کیا تھا؟"

"بے شک سیزر نے انکار کیا تھا"۔ کیسس نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "مگر یہ بات پچھلے مہینے کی ہے۔ اس وقت تک عوام اس کی بادشاہی کے لیے تیار نہ تھے مگر اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ سیزر اس ماہ شہنشاہ روم بن کے رہے گا"۔

"ٹھیک ہے جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا"۔ بروٹس نے کیسس کو بے انتہا لاپرواہی سے جواب دیا۔

کشیس نے دوبارہ زور دے کر کہا۔

بروٹس۔ چاہے تم مانو یا نہ مانو مگر یہ حقیقت ہے کہ اس ماہ سیزر اپنے سر
سلطنت روم کا تاج سجا کر رہے گا"۔

"تو تم بھی سن لو کشیس۔" بروٹس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ "جس دن
ایسا ہو گا اس دن میں ایوان حکومت میں قدم نہیں رکھوں گا"۔

"اور اگر سیزر نے تمہیں ایوان حکومت میں طلب کر لیا تو تم کیا کرو گے؟"
کشیس اسے کسی نہ کسی فیصلہ پر پہنچنے کی ترغیب دینا چاہتا تھا اور آخر وہ اس میں
کامیاب ہوا۔

بروٹس نے ذرا رک کر بڑے با تمکین سے جواب دیا۔

"تم بھی سن رکھو کشیس۔ اگر ایسا وقت آ ہی گیا تو میں ایوان حکومت میں
خاموش نہیں رہوں گا بلکہ سیزر کی بھرپور مخالفت کروں گا اور جمہوریت کے لیے اپنی
جان دے دوں گا"۔

کشیس اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اصول پرست انسان کو
صرف ایک ذرا سا دھکا لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ خود چل پڑتا
ہے۔ یہی حال بروٹس کا ہوا۔ کشیس نے اسے جمہوری خیالات پر تازیانہ مارا تو بروٹس
بلبلا اٹھا اور اس نے سیزر کی پرانی دوستی اور برسوں کے تعلقات کو بالائے طاق رکھتے
ہوئے اس کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔

چالاک کشیس نے بروٹس کے بھڑکتے ہوئے جذبات پر اور تیل ڈال دیا اس
نے چھوٹے چھوٹے کاغذ کے پرزوں پر انتہائی جذبات انگریز طنزیہ جملے لکھے اور ان
پرچوں کو بروٹس کی کرسی پر پھیلا دیا۔

ایک پرچی پر درج تھا۔

"بروٹس تیری سچائی کہاں گئی؟"

دوسری پرچی پر درج تھا!

"بروٹس حق و باطل میں تمیز کرو"۔

ان باتوں اور اشتعال انگیز کارروائیوں سے بروٹس کے جذبات میں ہیجان پیدا
ہو گیا اور جولیس سیزر جو اس کا بہترین دوست تھا اب اس کی نظروں میں قابل نفرت
ہستی بن کے رہ گیا۔ اس نے اس مسئلہ پر کئی دن تک غور و فکر کیا مگر ہر روز اس کے
دل میں سیزر کے خلاف نفرت کی آگ میں اضافہ ہوتا گیا۔

آخر بروٹس نے فیصلہ کیا۔

"تخت و تاج روم کی خواہش کرنے والے سیزر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا ہی
میرا اندوہناک اور المناک فرض ہو گا"۔

کشیس اور اس کے ساتھ والوں کو بروٹس کے سخت فیصلہ کا علم ہوا تو وہ بے
خوف ہو گئے۔ اب ان کی سازش کی تکمیل میں کوئی چیز حائل نہ تھی اور نہ ان کا کوئی
ہاتھ پکڑنے والا باقی رہ گیا تھا۔ انہیں ایک ہلکا سا خطرہ انطونی کی طرف سے ضرور تھا
مگر انہوں نے طے کر لیا تھا کہ کارروائی کے دن انطونی کو ایوان حکومت میں داخل ہی
نہیں ہونے دیا جائے گا اور وہ کوشش کے باوجود مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔

یکم مارچ کو سازشی ٹولہ کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں بروٹس کے
علاوہ ستر اور سینٹر شامل تھے انہوں نے سازش کے تمام پہلوؤں پر پوری طرح غور کیا
اور تمام انتظامات کا از سر نو جائزہ لیا۔ ان انتظامات اور غور و فکر میں مارچ کا پہلا ہفتہ
گزر گیا اور آخر ۱۵ مارچ کی تاریخ آ گئی۔ دو دن بعد یعنی ۱۷ مارچ کو سیزر کو مشرقی
ممالک کی فتوحات پر روانہ ہونا تھا۔

۱۵ مارچ کو یکایک یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی کہ آج جولیس سیزر کو سلطنت
روم کا تاج پیش کیا جائے گا۔ قلوپطرہ جس نے اسکندریہ واپس جانے کے انتظامات
مکمل کر لئے تھے مگر اس نے یہ سن کے کہ ۱۵ مارچ کو سیزر کو شہنشاہ بنایا جا رہا تھا اپنی
روانگی ملتوی کر دی۔ اس کے دل میں امید کا ایک بوٹا پھوٹا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو
گئی کہ کیا عجب ہے کہ یہ افواہ حقیقت کا روپ دھار لے اور سیزر کو شہنشاہ روم بنا دیا
جائے اس صورت میں وہ اسکندریہ واپس تو جائے گی مگر ملکہ مصر کی حیثیت سے نہیں
بلکہ اس کا مقام اور مرتبہ "ملکہ روم" کا ہو جائے گا۔

آج پندرہ مارچ ہے۔ کل شب سیزر شہر میں اپنی بیوی ' کلپورنیا کے گھر سویا
تھا۔ وہ اس قدر مشغول تھا کہ لاکھ کوششوں کے باوجود وہ دریا پار کر کے قلوپطرہ سے

ملنے دریا پار نہ جا سکا تھا۔ اس رات ہوا بالکل بند تھی مگر سیزر کی خوابگاہ کے دروازے یکایک ایک جھٹکے کے ساتھ کھل گئے تھے اور چاند کی شفاف روشنی اس کے بستر پر پھیل گئی تھی کلپورنیا اس کے برابر سو رہی تھی۔ سیزر نے دیکھا کہ وہ سوتے میں بڑبڑا رہی ہے اور برابر سسکیاں بھر رہی ہے۔

سیزر نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے کلپورنیا۔ تم سوتے میں سسکیاں بھر رہی تھیں؟"

کلپورنیا نے جواب میں ایک لمبی سسکی بھری اور روتے ہوئے بتایا۔

"سیزر میں تمہیں خواب میں قتل ہوتے دیکھ رہی ہوں"۔

سیزر نے کلپورنیا کو گھور کے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ چند دن پہلے اسے ایک نجومی نے بتایا تھا کہ وہ ہشیار رہے۔ اس کے قتل کئے جانے کے امکانات ہیں۔ سیزر یہ سن کر مسکرا دیا تھا۔ اس لیے کہ بہادر لوگ موت کا ہمیشہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مگر کلپورنیا نے اس پیشین گوئی کا بڑا اثر لیا تھا اور اس کا خواب میں بڑبڑانا اور سسکیاں بھرنا اس کا رد عمل ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد سیزر اور کلپورنیا دونوں ہی باقی رات نہ سو سکے اور انہوں نے باتیں کرتے کرتے سویرا کر دیا۔ صبح کو کلپورنیا نے اس سے گڑگڑا کے التجا کی۔

"سیزر۔ آج تم گھر سے باہر نہ نکلو؟"

سیزر نے شاید زندگی میں پہلی بار کلپورنیا کی اس طرح کی بات کو مان لیا اس نے گھر سے نکلنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کلپورنیا سے گفتگو میں مشغول ہو گیا۔

ایوان حکومت میں سیزر کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ سازشی گروہ کے ہر شخص نے اپنی اپنی مجوزہ جگہ سنبھال لی تھی اور چند ہی لمحوں بعد دنیا کا وہ عظیم سانحہ پیش آنے والا تھا جس نے دوستی کا بھرم ختم کر دیا۔ اعتبار کے گلے پر چھری پھیر دی اور منافقت کا جھنڈا بلند کیا۔ مگر عجیب بات تھی اس سانحہ' حادثہ اور خونی منظر کا مقررہ وقت گزرتا جا رہا تھا مگر سیزر اب تک ایوان حکومت نہیں پہنچا تھا۔

سازشی گروہ کے ہر رکن کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور ان کے ارد گرد نا معلوم خوف کے سائے لرز رہے تھے۔ ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ ان کا سکون و اطمینان

رخصت ہو رہا تھا اور ان کے کانپتے ہونٹوں پر یہ الفاظ تھرتھرا رہے تھے۔

"شاید آج سیزر ایوان حکومت میں نہ آئے"۔

"اگر ایسا ہوا تو۔۔۔۔۔۔۔"

"شاید ہماری سازش کا راز کھل گیا ہے"۔

شاید جلاد ہماری گردنیں دبانے آنے والے ہیں"۔

"اب ہم نہیں بچ سکتے"۔

سب کے سب گھبرا رہے تھے مگر سیزر کا سب سے زیادہ چہیتا دوست بروٹس جو اس وقت سیزر کا سب سے بڑا دشمن بنا ہوا تھا' وہ بالکل پر سکون تھا اور اس کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر ہی باقی سازشی خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔

آخر بروٹس نے سیزر کے ایک معتبر دوست ڈیسی مس سے کہا۔

"ڈیسی مس' کلپورنیا کے گھر جاؤ۔ سیزر وہاں ہو گا۔ اس سے جلد ایوان میں آنے کا تقاضہ کرو۔ کہو کہ سب تمہارے انتظار میں ہیں۔ اس کی تاجپوشی کا وقت نکلا جا رہا ہے اور بس۔۔۔ اور بس"۔

موت کا فرستادہ ڈیسی مس' کلپورنیا کے گھر پہنچا سیزر کلپورنیا کے پہلو سے پہلو ملائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

ڈیسی مس نے منہ بنا کے اور سر جھکا کر کہا۔

"عالی جاہ۔ جلد ایوان حکومت تشریف لے چلئے۔ تمام سینٹر آپ کے منتظر ہیں۔ سب نے آپ کو اتفاق رائے سے رومی مقبوضات کا شہنشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ اور طے ہوا ہے کہ تاج شاہی آپ کو پیش کیا جائے"۔

"میں جانتا ہوں ڈیسی مس"۔ سیزر نے بغیر اپنی جگہ سے جنبش لئے ہوئے جواب دیا۔ "مگر کیا کروں کلپورنیا مجھے نہیں چھوڑ رہی ہے۔ اس نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے آج ایوان حکومت میں قتل کر دیا جائے گا"۔

"حضور اگر آپ آج ایوان حکومت نہ گئے تو تمام امرا یہ شکایت کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سیزر نے محض ایک عورت کے خواب سے خوفزدہ ہو کر ایسے اہم اجلاس کی شرکت نہ کر کے تمام امراء کی توہین کی ہے"۔

یہ سنتے ہی سیزر کی تیوریاں گھوم گئیں۔ وہ کلپورنیا کو جھٹکا دے کر کھڑا ہو گیا۔ ایک قدم آگے بڑھایا۔ پھر سوچا۔ شاید یہی وہ مبارک گھڑی ہے جس کا میں تین سال سے انتظار کر رہا تھا۔ آخر سینٹروں نے میری خدمات کا اعتراف کر ہی لیا۔ اب وہ مجھے تاج شاہی پہنانے کے لیے بے چین ہو رہے ہیں۔ مگر ہاں۔ اس گھڑی کا مجھ سے کہیں زیادہ انتظار قلوپطرہ کو تھا۔ کیوں نہ میں اس کے پاس چل کے اسے بھی اس خوشی میں شریک کروں۔۔۔۔"

"عالی جاہ۔ جلدی کیجئے۔۔۔" ڈیسی مس یوں گڑگڑایا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔

سیزر نے ایک نظر کلپورنیا پر ڈالی جو بستر چھوڑ کے اس کے قدموں میں آ بیٹھی تھی۔

"سیزر۔ آج ایوان حکومت مت جاؤ"۔ اور کلپورنیا نے دونوں ہاتھوں سے سیزر کے پیروں میں قینچی بنا دی۔

مگر سیزر کے سر پر اقتدار کا نشہ چڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے پیر کو زور سے جھٹکا دیا۔ کلپورنیا کے ہاتھوں کی قینچی اسے نہ روک سکی۔ سیزر نے بڑھ کے ڈیسی مس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔

اب وہ ایوان حکومت کی طرف خوش خوش جا رہا تھا۔

سیزر اور ڈیسی مس ایوان حکومت کی طرف جا رہے تھے کہ انہیں راستے میں دو آدمی ملے۔ یہ دونوں آدمی اتفاقیہ نہیں ملے تھے بلکہ وہ بہت دیر سے اس راستے میں کھڑے تھے۔ سیزر کو آتے دیکھ کر وہ دونوں اس کے سامنے زبردستی آ گئے۔

ایک نے آہستہ سے کہا۔

"سیزر خبردار۔۔۔۔ ہوشیار"۔

دوسرا آدمی چیخ اٹھا۔

"سیزر رک جا۔ پندرہ مارچ۔ ایوان حکومت۔ قتل"۔

مگر سیزر عالم سرخوشی میں آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ اس نے ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی تھیں۔ پھر وہ کیسے رکتا۔ قتل کی آواز اس کے لیے باعث مسرت تھی۔ وہ ہمیشہ مصائب اور خطرات کے ہجوم میں خوش ہوا کرتا تھا۔

اس تمام عرصہ میں قاتل انتہائی اضطراب کے عالم میں برآمدوں میں پھرتے رہے تھے انہیں ہر لمحے یہ گمان ہوتا کہ ان کی سازش کھل گئی اور کسی دم شاہی جلاد تلواریں کھینچے ان کے سروں پر پہنچ جائیں گے مگر نہ جلاد آئے نہ تلواریں کھینچیں قاتلوں نے سیزر کے قتل کے لیے ایوان کا وہ برآمدہ منتخب کیا تھا جس کی پشت پر پومپی کا مجسمہ کھڑا تھا۔

ہوا بالکل ساکت تھی۔ اضطراب کی گھمبیر فضا نے ہر شخص کو جکڑ رکھا تھا۔ پھر اسی عالم میں سیزر کا مسکراتا چہرہ ایوان میں نمودار ہوا۔ پورا ایوان سیزر کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ سازشیوں نے اپنے ایک ساتھی ٹریبی نس کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ انطونی کو باتوں میں لگا کے ایوان کے باہر ہی روکے رکھے۔ اگر انطونی ایوان میں داخل ہو جاتا تو قاتل اسے بھی سیزر کے ساتھ ہی قتل کر ڈالتے تاکہ ان کی سازش میں کوئی رخنہ نہ پڑے مگر وہ سیزر کے ساتھ انطونی کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے کہ سیزر کے قتل کی تو وجہ تھی کہ وہ اقتدار کا بھوکا تھا اور شہنشاہ روم بننا چاہتا تھا مگر انطونی کے قتل کو کسی طرح بھی جائز نہیں قرار دیا جا سکتا تھا۔

سیزر کے وہم و گمان میں بھی کسی سازش کا خیال نہ تھا وہ تو اس بات پر خوش تھا کہ آخر تمام سینٹروں نے اس کی خدمات کا اعتراف کیا اور اب وہ اس کے صلہ میں روم کا تاج شاہی اس کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں۔

سیزر خوش خوش اپنے تخت پر آ کر بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی دربار میں سرگوشیاں اور کانا پھوسی شروع ہو گئی۔

سینٹر ڈی شیس نے بروٹس سے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"میٹلس سمبر کہاں ہے۔ اسے چاہیے کہ آگے بڑھ کے اپنی عرضداشت عالی جاہ کی خدمت میں پیش کرے؟

بروٹس نے اسی انداز اور دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"وہ آنے ہی والا ہے۔ آگے بڑھو اور اس کی تائید کرو"۔

ظاہر ہے کہ بروٹس کے اس جواب کے دوسرے حصہ کا کوئی جواز نہ تھا کیونکہ

عرضداشت پیش کرنے والا موجود نہ تھا تو پھر آگے بڑھنے اور تائید کرنے کے کیا معنی تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش کے لیے پہلے ہی سے اشارے مقرر کر لئے گئے تھے جن کے معنی صرف وہی سمجھ سکتے تھی جن کو اس کا علم تھا۔

بروٹس کے اس خفیہ اشارے کے فوراً بعد دوسرے سینٹر سنا نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے سینٹر کاسکا سے سرگوشی کی۔

"یاد رکھو سب سے تمہیں وار کرنا ہے"۔

اب بات کھل کے سامنے آ گئی تھی۔ مگر یہ راز دارانہ انداز گفتگو اور سرگوشیاں اس قدر آہستہ تھیں کہ وہ سیزر کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

اسی وقت سیزر نے اجلاس شروع کیا وہ بولا۔

"اچھا تو کیا اب اجلاس شروع کیا جائے۔ سب لوگ تیار ہیں؟"

سیزر کے سوال کا کسی نے جواب نہ دیا اس لیے کہ وہاں تمام کے تمام قاتل اور سازشی کھڑے ہوئے تھے اور وہ سیزر پر حملے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ یہ سن ہی نہ سکے کہ سیزر نے ان سے کوئی سوال کیا ہے۔

سیزر نے جواب کا انتظار کئے بغیر خود ہی کہا۔

"اچھا تو بتایا جائے کہ وہ کون کونسی بے اعتدالیاں ہیں جو ہمیں اور سینٹ کو دور کرتی ہیں؟"

میٹلس سمبر اس وقت ایوان میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے بھائی پیلبس سمبر کو سیزر نے کسی غلطی پر ملک بدری کا حکم دیا تھا۔ سیزر کے قتل کا منصوبہ یہ تھا کہ سیزر سے پیلبس سمبر کی معافی کی درخواست کی جائے۔ یہ درخواست میٹلس سمبر پیش کرے اور باقی سینٹر اس کی تائید کریں۔ اس طرح سیزر کو اس گفتگو میں الجھا کر اس پر بے خبری میں حملہ کر دیا جائے۔

چنانچہ میٹلس سمبر نے بات شروع کی۔ اس نے کہا۔

"جہاں پناہ۔ عزت مآب۔ اعلیٰ حضرت ۔ مالک جاہ و جلال سیزر۔ یہ خاکسار، بندہ حاضر مٹلس سمبر آپ کی خدمت اقدس میں کورنش بجا لاتا ہے"۔

یہ کہتے ہوئے میٹلس سمبر دوزانو ہو گیا۔

سیزر کڑک کے بولا۔

"سمبر تمہارا دوزانو ہونا ہمیں پسند نہیں۔ اس طرح کی کورنش، آداب و خوشامد صرف عام لوگوں کو اثر کر سکتی ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سیزر نے ایسی متلون طبیعت پائی ہے جو تمہاری عجز و انکسار سے تبدیل ہو سکتی ہے تو یہ تمہاری سراسر نادانی ہے۔ تمہارے بھائی کو ہمارے حکم سے جلا وطن کیا گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ سیزر کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا اور ہم بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے فیصلے نہیں بدلا کرتے"۔

سمبر نے بڑی مکاری سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا اور کہا۔

"کیا اس ایوان میں مجھ سے زیادہ کوئی شیریں بیان نہیں موجود جو میرے بھائی کی سفارش کرے اور سیزر کو اس کی سفارش کو شرف قبولیت عطا کرے"؟ یہ کہتے ہوئے سمبر نے اپنی نظریں بروٹس پر جما دیں۔

بروٹس جواب دینے کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ اس نے کہا۔

"سیزر۔ میں تمہارے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں لیکن اسے تم خوشامد نہ سمجھنا میں چاہتا ہوں کہ میٹلس کے بھائی کو بلا تاخیر معاف کر دیا جائے"۔

بروٹس کا لہجہ اور انداز اس قدر تلخ اور تند تھا کہ سیزر نے چونک کے اسے دیکھا اور تعجب انگیز لہجے میں بولا۔

"ایماندار بروٹس۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ تم اس طرح کی غلط سفارش کرو گے"۔

اسی وقت کیشیس بولا۔

"گستاخی معاف سیزر۔ میں بھی آپ کی قدم بوسی کرتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ پیلبس سمبر کو معاف کر دیا جائے؟"

سیزر نے اسے سختی سے جواب دیا۔

"کیشیس۔ میرا دل اگر تمہارا جیسا ہوتا تو شاید پگھل جاتا میں نے کبھی کسی کو متاثر کرنے کے لیے التجاؤں سے متاثر ہوتا ہوں۔ میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا ایمان تھا کہ پیلبس سمبر کو جلا وطن ہونا چاہیے اور اب

بھی میرا یہی ایمان ہے"۔ سنا نے دخل دیتے ہوئے کہا۔

"میرے آقا۔ میرے حضور۔ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں"۔

اس وقت سیزر کو اچانک یہ احساس ہوا کہ اس کے سردار اس سے باتیں بھی کر رہے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں اور خوف کی ایک ہلکی سی لہر اس کے بدن سے گزر گئی۔ خوف کا احساس ہوتے ہی سیزر دہاڑا۔

"تم سب آہستہ آہستہ میری طرف کیوں بڑھ رہے ہو میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ کیا تم پہاڑ کو جنبش دینا چاہتے ہو؟"

سیزر کو کسی نے جواب نہیں دیا بلکہ ڈے شس نے بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی سے کہا۔

"سیزر میرے آقا رحم رحم"۔

سیزر اب تک خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ خوف کے احساس کے باوجود اس نے بڑی متانت سے کہا۔

"میں نے بروٹس جیسے شخص کی درخواست نا منظور کر دی تو تمہاری التجائیں مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہیں"۔

میٹلس سمبر نے منصوبہ کے مطابق آگے بڑھ کر سیزر کا چغہ پکڑ کر اسے کھینچا۔ ایک دوسرے احسان فراموش امیر کیسکا نے جسے سیزر نے حال ہی میں ترقی دی تھی آگے بڑھ کر سیزر کے کاندھے پر خنجر مارا۔

سیزر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور چیخا۔

"بدمعاش کیسکا۔ تو کیا کر رہا ہے؟"

اسی وقت کیسکا کے بھائی نے سیزر کے پہلو پر وار کیا۔ کشیس نے چہرے پر خنجر مارا اور بکولینس نے سیزر کی پشت میں چھری اتار دی۔

ڈیسی مس نے جو سیزر کو بہکا کر گھر سے لایا تھا۔ سیزر کی ران میں تلوار گھونپ دی۔ سیزر کے جسم سے اگرچہ خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے مگر اس نے اپنا خنجر کھینچ کے دیوانہ وار حملے کئے اور زخمی شیر کی طرح تڑپ کر ان کے حلقے سے نکل گیا پھر وہ کیسکا سے الجھتا الجھاتا اور ہاتھ پیر مارتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں اس کے دشمن

پومپی کا مجسمہ نصب تھا۔

سیزر نے نظر اٹھا کے دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بالکل ناقابل یقین منظر آ گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر نہ صرف اس کا سر چکرا گیا بلکہ حیرت اور استعجاب سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سیزر نے دیکھا کہ اس کا محبوب اور معتمد دوست بروٹس تلوار سونتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس جگر خراش منظر سے سیزر کا دل ڈوبنے لگا۔ دنیا کی بے وفائی' دوست کی منافقت اور دوستی کی توہین اور پامالی نے سیزر پر ایسا اثر کیا کہ وہ بروٹس سے صرف دو ہی لفظ کہہ سکا اور وہ لفظ ہے۔

"بروٹس۔ تو بھی"۔

ان الفاظ میں اس کی تمام محرومیاں' ناکامیاں' اداسیاں سمٹ آئی تھیں۔ سیزر کی زبان سے اور کوئی لفظ نہ نکل سکا اور وہ وہیں چکرا کر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی تمام قاتل اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے نیم جاں جسم کو تلواروں سے چھلنی کر دیا۔

سیزر کو ختم کرنے کے بعد قاتلوں نے ایوان سے خطاب کرنا چاہا مگر پورا اور بھرا ہوا ایوان حکومت اس خونی منظر کو دیکھ کر پہلے ہی بھاگ چکا تھا اور وہاں سوائے سیزر کی لاش اور قاتلوں کے اور کوئی وہاں موجود نہ تھا بروٹس نے اس موقعہ کے لیے ایک بڑی پر اثر تقریر تیار کر رکھی تھی مگر وہ اپنی تقریر جیب سے بھی نہ نکال سکا۔

قاتلوں نے جب میدان اور ایوان خالی دیکھا تو خود ہی آزادی زندہ باد' جمہوریت زندہ باد کے نعرے لگاتے اور تلواریں لہراتے بازار کے بڑے چوک کی طرف چل پڑے۔ اس وقت کشیس نے ٹریبی کس سے دریافت کیا۔

"انطونی کہاں ہے؟"

"انطونی اس منظر کی تاب نہ لا کر گھر بھاگ گیا ہے"۔

بروٹس نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"اے کاتب تقدیر تو نے سیزر کی قسمت میں جو لکھا تھا وہ پورا ہوا اور جو ہماری قسمت میں ہے وہ پورا ہو گا ہم خوب جانتے ہیں کہ موت ہمارا مقدر ہے اور یہ بھی جانتے ہیں انسان اپنی زندگی کے بارے میں متفکر رہتا ہے"۔

کیسکا نے دوسرا ہی فلسفہ بگھارا۔ وہ بولا۔

"جس شخص کی زندگی بیس سال کم ہو جاتی ہے' موت کے خوف کا زمانہ بھی اس کے لیے اتنا ہی کم ہو جاتا ہے"۔

بروٹس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سیزر کے بھی خواہ ہیں کیونکہ ہم نے اس کے موت کے خوف کا زمانہ مختصر کر دیا ہے۔ آؤ ہم کہنیوں تک اپنے بازوؤں کو سیزر کے خون سے رنگین کریں اور خون آلود خنجروں کو لہراتے ہوئے روم کے بڑے چوک میں چلیں اور ہم سب کے لبوں پر یہ نعرے ہوں۔

"صلح"

"امن"

"حریت"

اور "آزادی"

کیشیس نے بڑے فخر سے کہا۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں کب تک نا معلوم ریاستوں اور نا معلوم زبانوں میں ہمارے اعلیٰ کردار کے راگ الاپتی رہیں گی؟"

بروٹس نے اس سے زیادہ فکر کا اظہار کیا۔ اس نے کہا۔

"خدا ہی کو معلوم ہے کہ کتنی بار افسانوں اور ڈراموں میں اس سیزر کا خون بہے گا جو اس وقت ایک مٹھی خاک کے مانند عالی گمرپو مپی کے مجسمے کے قدموں میں بے حس و حرکت پڑا ہے"۔

ڈے شس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

"کیشیس۔ کیا اب ہمیں چلنا چاہیے؟"

"ہاں چلو---" کیشیس نے جواب دیا۔ "بروٹس ہمارا قائد ہو گا اور روم کے بہادر اور جری فرزند اس کے نقش قدم پر چلیں گے"۔

یہ لوگ قدم اٹھانے والے تھے کہ انطونی کا ایک ملازم بروٹس کے نام اپنے مالک کا پیغام لے کر آیا۔ اس نے ادب سے کہا۔

"اے جمہوریت پسند بروٹس۔ میرے مالک نے آپ کو ایک پیغام بھیجا ہے اگر حکم ہو تو بیان کروں"۔

"ضرور۔ ضرور---" بروٹس خوش ہو گیا۔ "ہم بہادر انطونی کا پیغام ضرور سنیں گے"۔

"میرے آقا انطونی نے کہا ہے"۔ ملازم نے پیغام بیان کرنا شروع کیا۔ "کہ میں سیزر کی عظمت و حشمت اور رعب و دبدبہ کا قائل تھا۔ میں اس کی تعظیم کرتا تھا اور اس کا شیدائی تھا۔ ہاں اگر بروٹس مجھے یہ قول دے کہ میں بے خوف و خطر سیزر کے قتل کی وجہ سے سب سن سکتا ہوں تو مجھے مردہ سیزر سے زندہ بروٹس کے مقابلہ میں زیادہ الفت نہ ہو گی بلکہ میں خلوص دل سے نئے حالات کے اس طوفان میں بروٹس کا مونس و غم خوار بنوں گا"۔

انطونی کے اس پیغام اور پیش کش پر بروٹس اور زیادہ خوش ہو گیا۔ اس انطونی کو جوابی پیغام بھیجا۔

"اپنے آقا سے جا کے کہہ دو کہ اگر وہ سیزر کے قتل کا جواب سننا چاہتا ہے تو ضرور آئے۔ میں اپنی شرافت اور نجابت کی قسم کھا کر اسے یقین دلاتا ہوں کہ اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

انطونی کا غلام جواب لے کر چلا جاتا ہے تو کیشیس اپنے خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"بروٹس۔ تم نے اسے امان دے کر اچھا نہیں کیا۔ میں انطونی سے بہت خائف ہوں۔ مجھے اس کی طرف سے بڑا خدشہ ہے اور میرے خدشات ہمیشہ سچ ثابت ہوتے ہیں"۔

بروٹس اسے سمجھاتا ہے۔

"کیشیس وہم کو دل میں جگہ نہ دو۔ انطونی ہمارا ہم خیال ثابت ہو گا۔"

حالانکہ خود بروٹس کے دل میں بھی طرح طرح کے وسوسے سر اٹھا رہے تھے۔

چند ہی لمحے گزرے تھے کہ بروٹس کے یقین دلانے کے پیش نظر انطونی وہاں پہنچ گیا اس نے سیزر کی سرد ہوتی لاش پر نظر ڈالی اور بولا۔

"او سیزر۔ میرے آقا۔ جاہ و جلال کے مالک۔ کیا تمہاری وہ شان و شوکت

واقعی ختم ہو گئی۔ کیا تمہاری فتوحات' تجمل و احتشام اور سطوت و حشمت کا یہ انجام ہونا تھا الوداع اے سیزر الوداع"۔

پھر انطونی نے سیزر کی لاش سے منہ گھما کر اس کے قاتلوں کو مخاطب کیا۔

"معزز اور محترم حضرات۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابھی اور کس کس کا خون بہایا جائے گا۔ ضرور ہے کہ آپ نے ایسے لوگوں کی کوئی فہرست بنائی ہو اگر آپ کی فہرست میں مجھ گنہگار کا نام بھی شامل ہے تو پھر عجلت کیجئے اور فوراً" میرا بھی کام تمام کر دیجئے اس لیے کہ سیزر کی موت کی گھڑی سے اور زیادہ کوئی نیک ساعت میری موت کے لیے ہو ہی نہیں سکتی اور یوں بھی آپ کے ہاتھوں میں آبدار خنجر جو سیزر کے خون سے شفق رنگ ہو رہے ہیں یہی میری موت کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ بن سکتے ہیں۔ پس میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ میرے بارے میں آپ کے دل میں بغض کا جو میل ہے اسے آپ اپنے روبہ رنگ خنجروں سے دھو ڈالئے میں پھر کہتا ہوں کہ میری موت کی اس سے زیادہ نیک گھڑی اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی خواہ میں مزید ہزار سال تک بھی زندہ رہوں۔ آپ جیسے شرفا کے ہاتھوں سے سیزر کے پہلو بہ پہلو میرا مارا جانا دراصل میری خوشگوار ترین موت ہو گی"۔

بروٹس جو انطونی کی گفتگو سے بہت متاثر نظر آ رہا تھا' بولا۔

"انطونی۔ تم ہم سے اپنی موت طلب نہ کرو۔ اس لیے کہ تمہارے سامنے ہمارے خون آلودہ ہاتھ یہ خونی منظر تو ہے مگر تم ہمارے رحم سے بھرے دل نہیں دیکھ سکتے۔ سیزر کی موت کی ہم میں سے کسی بھی تحریک نہیں کی بلکہ سیزر کی موت کی محرک دراصل روم کی بدحالی اور بے بسی ہے۔ ہمارے دلوں میں سیزر کے لیے بھی رحم ہے مگر ہم نے سیزر سے زیادہ روم کو قابل رحم تصور کیا ہے۔ رہا تمہارا سوال تو اے انطونی' تمہارے معاملہ میں ہمارے خنجروں کی دھاریں کند ہیں اور ہم انتہائی خلوص اور عقیدت سے تمہارا خیر مقدم کرتے ہیں۔ تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں"۔

اب کیشیس نے بھی اپنی پوزیشن بچانے کی کوشش کی۔ اس نے کہا۔

"اے مارک انطونی۔ تم ہمارے ساتھ ہو۔ اس حکومت میں تمہاری آواز کسی شخص سے کمزور نہ ہو گی"۔

بروٹس نے معاملہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔

"مارک انطونی ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔ پہلے ہمیں ان خوفزدہ عوام کو مطمئن کر لینے دو اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے جو سیزر کی دوستی کا سب سے زیادہ دم بھرتا تھا سیزر پر کیوں تلوار اٹھائی"۔

مارک انطونی نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

"اے بروٹس۔ آپ کی بلند حوصلگی' عقل و دانش اور جمہوریت پسندی پر مجھے کوئی شبہ نہیں۔ میں آپ سب سے ہاتھ ملاتا ہوں۔ پہلے آپ سے بروٹس"۔

مارک انطونی نے بڑے صبر و تحمل سے بروٹس' کیشیس' ڈے شس' میٹلس سمبر' سنا اور کیسکا سے باری باری ہاتھ ملایا اور ان کے اس بہادری کے کارنامہ کی تعریف کی پھر اس نے خلاؤں میں نظریں دوڑاتے ہوئے قاتلوں سے کہا۔

حضرات۔ میں کیا کہوں۔ کیا بیان کروں۔ میری عزت خطرے میں ہے۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور جیسے خوابوں میں بولا سیزر۔ پیارے سیزر۔ میں تمہارا شیدائی تھا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اگر تمہاری روح مجھے دیکھ پائے یا دیکھ رہی ہے تو کیا اے سیزر تمہیں اپنی موت سے زیادہ اس بات سے دکھ نہیں ہو گا کہ تمہارا انطونی تمہارے مبارک اور خاک سر جسم کے رو برو سمجھوتے کر رہا ہے۔ تمہارے دشمنوں کے تمہارے خون سے رنگین ہاتھوں سے ہاتھ ملا رہا ہے اور ان سے دوستی کے عہد و پیماں باندھ رہا ہے---- سیزر ---- اے پیارے سیزر---- تمہیں یہاں ایک غزال کی طرح گھیر لیا گیا۔ یہ سرزمین اس غزال کی جولان گاہ تھی مگر اس سرزمین پر وہ غزال اب بے حس و حرکت پڑا ہے----"

"مارک انطونی" کیشیس چیخ پڑا---- "خاموش ہو جاؤ انطونی"۔

"کیشیس" انطونی نے تحمل سے جواب دیا۔ "سیزر کی عظمت کو تو دشمن بھی تسلیم کریں گے پھر مجھ جیسے اس کے دوست کی زبان سے اس کی تعریف مبالغہ تو نہیں ہو سکتی"۔

کیشیس نے بات بگڑتے دیکھی تو فوراً" سنبھل گیا اور بولا۔

"انطونی۔ میں تمہیں سیزر کی تعریف کرنے پر کوئی الزام تو نہیں دے رہا۔ لیکن

تم ہم سے کونسا پیمان باندھنا چاہتے ہو۔ کیا تم ہمارے دوستوں کے حلقے میں شامل ہو جاؤ گے یا پھر ہم اپنے مسلک پر چلتے رہیں اور تم سے کوئی توقع نہ رکھیں؟"

"تمہارے حلقے میں شامل ہونے کے لیے ہی تو میں نے تم لوگوں سے ہاتھ ملایا تھا"۔ انطونی نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا کروں۔ جب میں نے سیزر کی لاش دیکھی تو اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ میرے دوستو۔ میں آپ سب کا رفیق ہوں۔ میں آپ سب کا شیدائی ہوں بشرطیکہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ سیزر کس لحاظ سے روم کے لیے خطرناک تھا؟"

بروٹس نے کیشیس کو پیچھے کھینچ لیا اور خود جواب دیا۔

"بے شک۔ تم نے ٹھیک کہا مارک انطونی۔ اگر ہم سیزر کے قتل کی معقول وجہ پیش نہ کر سکتے تو ہمارا یہ فعل وحشیانہ معلوم ہوتا مگر ہمارے پاس اپنے اس فعل کا ایسا زبردست اور معقول وجہ موجود ہے کہ اگر سیزر کے بیٹے بھی ہوتے تو ہماری بات پر ایمان لا کے ہماری حمایت کرتے"۔

"میں یہی چاہتا ہوں اے عقلمند اور صاف دل بروٹس"۔ مارک انطونی نے جواب میں کہا۔ "میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مجھے سیزر کی لاش بڑے چوک میں لے جانے کی اجازت دی جائے تاکہ میں تجہیز اور تکفین کے وقت سیزر کی لاش پر مرثیہ پڑھ سکوں اور اگر آپ لوگ عام معافی کا اعلان فرما دیں تو یہ اور زیادہ بہتر ہو گا اس لیے کہ پھر ہمیں اطمینان اور سکون کے ساتھ حالات کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملے گا"۔

"تمہیں اس کی اجازت دی جائے گی مارک انطونی"۔ بروٹس نے اسے اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہوئے انطونی کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔

مگر کیشیس جس کے دل میں چور تھا وہ بگڑ گیا اور اس نے بروٹس کو خبردار کیا۔

"کیا غضب کرتے ہو بروٹس۔ انطونی کو مرثیہ پڑھنے کی اجازت ہرگز نہ دینا۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ انطونی کی تقریر سے لوگ کس قدر بھڑک اٹھیں گے؟"

بروٹس نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت آپس میں کوئی تلخی ہو۔ اس نے کیشیس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے سمجھایا۔

"کیشیس فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟"

"بتاؤ کیسے ہو گا---؟" کیشیس کی تیوریوں پر اب تک بل پڑے ہوئے تھے۔

بروٹس نے وضاحت کی۔

"یہ ایسے ہو گا کہ میں پہلے قبر پر جاؤں گا اور لوگوں کو سیزر کے قتل کئے جانے کے اسباب اور جواز سے آگاہ کروں گا۔ میری تقریر سے لوگوں کے دلوں میں اٹھنے والے سوالات اور وسوسے ختم ہو جائیں گے۔ آخر میں' میں کہوں گا کہ اب سیزر کا دوست مارک انطونی تقریر کرے گا اور اس کی یہ تقریر ہماری اجازت اور مرضی سے ہو گی۔ میں اس بات کا بھی اظہار کروں گا ہم لوگ چاہتے ہیں کہ سیزر کی تجہیز اور تکفین کے سلسلے تمام جائز اور ضروری رسومات ادا کی جائیں"۔

"میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا بروٹس"۔ کیشیس نے اپنے خیال کا برملا اظہار کر دیا۔

مگر بروٹس کو اس بات کی جلدی تھی کہ وہ لوگوں سے مخاطب ہو کے سیزر کے قتل کے اسباب بیان کرے تاکہ لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہوں اور ان کے دلوں میں سرسراتے سوالات سر نہ اٹھا سکیں اسی لیے اس نے کیشیس کی بات پر مزید توجہ نہیں دی اور مارک انطونی کو حکم دیا۔

"انطونی۔ تم سیزر کی لاش کو بڑے چوک میں لے جا سکتے ہو مگر خیال رہے کہ تم اپنی تقریر میں سیزر کے قتل کو ہمارے سر تھوپنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہاں تم سیزر کی جی بھر کے تعریف و توصیف کر سکتے ہو اور یہ بھی خیال رہے کہ پہلے میں تقریر کروں گا اس کے بعد اسی منبر سے تم تقریر کرو گے اور سب سے پہلے یہ کہو گے تم ہماری اجازت سے تقریر کر رہے ہو۔ اگر تم نے اس کے خلاف کہا تو پھر سیزر کی آخری رسومات میں شریک نہیں ہو سکو گے"۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ اے عقلمند بروٹس"۔ انطونی نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے"۔

"اچھا تو بس جنازہ تیار کرو" بروٹس بولا--- "پھر تم ہمارے ساتھ ہی بڑے چوک میں چلو گے"۔

سیزر کا جنازہ جلدی جلدی تیار کیا گیا۔ اس کے دوران ہی بھاگا ہوا آیا اور بتایا۔

"باہر لوگوں کا اژدھام ہو گیا ہے اور بہت شور و غل مچا ہوا ہے"۔

"تم ان سے کہو ہم جنازہ چوک میں لے کر آ رہے ہیں"۔ بروٹس نے یہ کہہ کر کیسکا کو باہر بھیج دیا پھر باقی لوگوں سے کہا۔ "جلدی کرو سب رسمیں ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ جنازہ جلدی سے چوک میں لے کے آ جاؤ"۔

بروٹس کے حکم اور اشارے پر کچھ لوگ جلدی جلدی جنازے کی رسومات ادا کرنے لگے باقی اس کے ساتھ باہر چلے گئے۔ مارک انطونی جنازے کے ساتھ ہی رہا۔

روم کے بڑے چوک میں روم کی پوری خلقت جمع ہو گئی تھی جو سنتا کہ سیزر کو قتل کر دیا گیا ہے وہ بھاگتا اور شور مچاتا ہوا بڑے چوک کی طرف بھاگتا۔ وہاں اب تل دھرنے کی جگہ نہیں رہ گئی تھی۔ چوک میں تقریر کے لیے ایک منبر لگا دیا گیا تھا۔

لوگوں نے غل مچانا شروع کر دیا۔

"سیزر کو کیوں مارا گیا؟"

"ہمیں بتایا جائے سیزر کیوں قتل ہوا؟"

"سیزر کو کس نے قتل کیا اور کیوں قتل کیا؟"

یہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے ہی سوالات فضا میں گونج رہے تھے۔ قاتلوں کو خطرہ محسوس ہوا مگر اسی وقت بروٹس ہمت کر کے منبر پر چڑھا۔ بروٹس کو منبر پر دیکھ کر لوگ خاموش ہو گئے۔ بروٹس کی جمہوریت پسندی اور ذہانت لوگوں میں مشہور تھی۔

بروٹس نے متانت اور پورے اعتماد کے ساتھ تقریر شروع کی۔ اس نے کہا۔

"اے ارض روم کے رہنے والو۔ برادران وطن اور میرے دوستو"۔

بروٹس کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہی کئی ہزار کا شور و غل مچاتا مجمع اس طرح خاموش ہوا جیسے وہاں کوئی موجود ہی نہیں تھا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بروٹس کا عوام پر بہت زیادہ اثر تھا---

بروٹس نے سانس لے کے بڑے اطمینان سے کہنا شروع کیا۔

"میرے ساتھیو میرے بیان کی صداقت پر غور کرو۔ میری عزت اور شرافت کی بنا پر مجھے اپنے قول میں صادق سمجھو۔ میری شہرت اور نیک نامی کو پیش نظر رکھو تاکہ

تم ایمان لا سکو اور عقل و خرد سے میرا محاسبہ کرو۔ تم اپنے ہوش و حواس کو پیدا کرو تاکہ صحیح رائے قائم کر سکو۔ اگر اس مجمع میں کوئی سیزر کا شیدائی موجود ہے تو میں اس کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے مقابلہ میں مجھے سیزر سے کم محبت نہیں تھی۔ اب اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ بروٹس نے سیزر کی مخالفت کیوں کی تو میرا یہ جواب ہے کہ مجھے سیزر سے کم محبت تھی بلکہ میرا جواب یہ ہے کہ میں روم کو سیزر سے زیادہ چاہتا تھا۔ کیا تمہیں یہ گوارہ ہوتا کہ سیزر زندہ رہے اور باقی سب لوگ غلاموں کی موت مریں۔ یا تمہیں یہ بات منظور ہوتی کہ سیزر موت کا شکار ہو جائے اور باقی سب لوگ آزاد افسانوں کی زندگی بسر کریں۔

"سیزر مجھے چاہتا تھا اس لیے مجھے اس کی موت کا دکھ ہے۔ چونکہ وہ خوش بخت تھا اس لیے میں مسرور ہوں۔ چونکہ وہ بہادر تھا اس لیے میں اس کی عزت کرتا ہوں مگر چونکہ وہ حریص تھا۔ اقتدار کا بھوکا تھا۔ روم کی شہنشاہی کا آرزو مند تھا اس لیے میں نے اسے قتل کر دیا۔ تم میں کون ایسا شخص ہے جو غلام بننا چاہے گا۔ اگر کوئی ہے تو بولے۔ میں نے سیزر سے کوئی ناانصافی نہیں کی۔ تم میں کون ایسا غیر مہذب ہے جو روم کی روایات کو زندہ نہیں رکھنا چاہتا اگر کوئی ہے تو بولے۔ میں نے اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے؟"

عوام میں سے جوابا" آوازیں اٹھیں۔

"نہیں نہیں کوئی نہیں۔ کوئی نہیں"۔

بروٹس کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ اس نے اور زیادہ کھل کے تقریر شروع کی۔

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے کسی کے جذبات کو صدمہ نہیں پہنچایا۔ میں نے سیزر سے وہ کچھ کیا ہے جس کا سیزر سزا وار تھا------"

اسی وقت سیزر کا جنازہ چوک کی طرف آتا دکھائی دیا۔ بروٹس نے فورا" کہا۔

"وہ دیکھو اس کا جنازہ آ رہا ہے۔ اور مارک انطونی اس کا

سوگ منا رہا ہے جس کا سیزر کی موت میں کوئی ہاتھ نہیں۔ تاہم اسے بھی تم سب کی طرح دولت مشترکہ روم میں منصب حاصل ہو گا۔ اب میں تم سے یہ کہہ کر رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح میں نے اپنے بہترین رفیق کو روم کی بھلائی کی خاطر قتل کیا ہے اسی طرح میں یہ خنجر اپنے آپ بھی استعمال کر سکتا ہوں جب روم میری موت کا طلبگار ہو گا"۔

پورے مجمع نے بروٹس کے حق میں نعرے بلند کرنا شروع کر دیئے۔

"بروٹس زندہ باد"۔

"بروٹس زندہ باد"۔

بروٹس خوشی سے پھول گیا۔ اس نے جواب میں کہا۔

"اے روم کے خوش نصیب لوگو ۔ میرے ہم وطنو۔ میرے ساتھیو۔ مجھے تنہا رخصت ہونے دو اور میری خاطر انطونی کے پاس ٹھہرو۔ سیزر کی میت کی تعظیم بجا لاؤ۔ انطونی کی تقریر گوش ہوش سے سنو!

سیزر کے فضائل بیان کئے جائیں گے جو انطونی ہماری اجازت سے بیان کرنے والا ہے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جب تک انطونی تقریر ختم نہ کرے میرے سوا تم میں سے کوئی رخصت نہ ہو"۔

بروٹس چلا گیا اور روم کے عوام محض بروٹس کی خاطر مارک انطونی کی تقریر کے لیے بیٹھ گئے۔ بروٹس کی سحر انگیز تقریر سے عوام لوگوں میں یہ تاثر پھیل گیا تھا کہ سیزر واقعی بڑا ظالم اور جابر تھا۔

کسی شخص نے کہا۔

"ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ روم کو اس سے نجات مل گئی"۔

اسی دوران مارک انطونی منبر کے اوپر تقریر کرنے پہنچ گیا تھا۔ عوام میں سے کسی آدمی کو مارک انطونی کا منبر پر آنا ناگوار معلوم ہوا۔ اس نے چیخ کے کہا۔

"انطونی نیچے اترو۔ ہم تمہاری تقریر نہیں سننا چاہتے"۔

مارک انطونی نے مجمع کو بپھرا ہوا دیکھا تو اپنی مخصوص آواز اور انداز میں بولنا شروع کر دیا۔ اس کی تقریر کا انداز اس قدر دلفریب تھا کہ مجمع مسحور ہو گیا اور سب کے سب بالکل خاموش ہو گئے۔

مارک انطونی نے تقریر شروع کی۔

"روم کے نیک بندو۔ دوستو۔ روم کے فرزندو۔ میں آپ کی سماعت کا طالب ہوں۔ میں سیزر کو دفن کرنے آیا ہوں اس کی تعریف و توصیف کرنے نہیں آیا۔ انسانوں کی برائی ان کے بعد بھی زندہ رہتی ہے اور ان کی نیکی عام طور پر ان کے ساتھ دفن کر دی جاتی ہے۔ یہی حال سیزر کا ہے۔ عالی مرتبت بروٹس نے تمہیں بتایا ہے کہ سیزر لالچی اور حریص تھا اگر یہ صحیح ہے تو گناہ عظیم ہے اور سیزر کو اس کی شدید سزا مل چکی ہے۔ یہاں میں بروٹس کی اجازت سے جو مرد شریف ہے اور سب کی اجازت سے کہ سب کے سب شریف ہیں میں سیزر کے جنازے پر تقریر کرنے آیا ہوں۔ وہ میرا دوست تھا۔ وفاداری اور انصاف کا مجسمہ لیکن بروٹس کہتا ہے کہ وہ حریص تھا اور بروٹس شریف آدمی ہے سیزر ہزاروں قیدی روم لایا جن کے تاوان سے روم کا خزانہ بھر گیا۔ کیا یہ بات اس کے حریص ہونے کی گواہی دیتی ہے؟"

مجمع سے آواز آتی ہے۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں"۔

مارک انطونی اپنی تقریر جاری رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"صرف یہی نہیں بلکہ اگر کبھی غریب روئے ہیں تو سیزر کی آنکھوں سے بھی سیلاب غم جاری ہوا ہے۔ حریص اور جاہ طلب شخص تو شقی القلب ہوتا ہے تاہم بروٹس کہتا ہے کہ وہ

حریص تھا اور بروٹس شریف آدمی ہے-----"

مجمع میں سے بہت سے لوگ ہنسنے لگتے ہیں۔ مارک انطونی اپنی تقریر جاری رکھتا ہے۔

"تم سب نے دیکھا کہ میں نے ۱۵ فروری کو "لوپر کس" کی عید کے موقعہ پر سیزر کو تین مرتبہ تاج شاہی پیش کیا اور اس نے تینوں مرتبہ ٹھکرا دیا۔ کیا حریص ہونا اسی کو کہتے ہیں لیکن بروٹس کہتا ہے کہ وہ حریص تھا اور بروٹس شریف آدمی ہے۔ جو کچھ بروٹس نے کیا ہے میں اس کی تردید نہیں کرتا۔ میں تو صرف وہ بات کہہ رہا ہوں جس کا مجھے سو فیصد علم ہے۔ تم سب کبھی اس کے شیدائی تھے اور اس کی معقول وجہ بھی تھی تو پھر کونسی بات ہے جس کی وجہ سے تم اس کے ماتم میں شریک نہیں ہو۔ معاف کرو مجھے اپنی طبیعت پر قابو نہیں رہا۔ میرا دل تابوت میں سیزر کے پاس ہے اور جب تک وہ لوٹ نہ آئے میں ذرا دم لینا چاہتا ہوں-----"

روم کے عوام میں آپس میں باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

ایک کہتا ہے۔

"بھئی باتیں تو اس کی دل کو لگتی ہیں"۔

دوسرے نے جھٹ سے کہا۔

"یار۔ سچ پوچھو تو سیزر سے بڑی نا انصافی کی گئی ہے"۔

تیسرے نے لقمہ دیا۔

"مجھے ڈر ہے کہ اب اس سے بھی کوئی بدتر آئے گا"۔

چوتھا بولا۔

"ذرا دیکھو تو انطونی کی طرف۔ روتے روتے بیچارے کی آنکھیں کیسی سرخ ہو رہی ہیں"۔

پانچویں نے اپنے طور پر فیصلہ کر دیا۔ اس نے کہا۔

"اس وقت روم میں مارک انطونی کی شرافت کا جواب نہیں"۔

چھٹے نے اشارہ کیا۔

"ذرا ادھر تو سنو۔ وہ پھر کچھ کہنا چاہتا ہے۔

مارک انطونی نے بولنا شروع کر دیا۔

کل تک سیزر کا قول ساری دنیا پر بھاری تھا اور آج وہ موت کی نیند سو رہا ہے اس کی شان و شوکت ختم ہو چکی ہے۔

دوستو۔ اگر میں نے آپ کو طیش دلایا آپ کو بغاوت پر اکسایا تو بروٹس سے اور کیشیس سے نا انصافی کروں گا۔ تم جانتے ہو کہ وہ شریف آدمی ہیں میں ان سے نا انصافی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ اس مشت خاک سے اپنی ذات سے اور آپ لوگوں سے نا انصافی کروں بجائے اس کے کہ ایسے شریف آدمیوں سے نا انصافی اور زیادتی کی جائے---- لیکن یہ رہی ایک دستاویز جس پر سیزر کی مہر ہے۔ مجھے یہ دستاویز اس کی خلوت گاہ میں ملی ہے۔ یہ اس کی وصیت ہے۔ اگر آپ کو اس وصیت کے الفاظ معلوم ہو جائیں---- معاف کیجئے میں وصیت پڑھوں گا نہیں---- ہاں اگر آپ کو اس وصیت کے الفاظ معلوم ہو جائیں تو آپ بڑھ کر سیزر کے زخموں کو بوسہ دیں گے اور اس کے مقدس خون سے اپنے دامن سرخ کریں گے-----"

عوام بے چین ہو کے چیخنے لگتے ہیں۔

"ہم وصیت سننا چاہتے ہیں۔ ہمیں وصیت سناؤ۔ سیزر کی وصیت۔ ہم اسے سننا چاہتے ہیں"۔

اس وقت مارک انطونی کہتا ہے۔

"صبر صبر۔ میرے اچھے دوستو صبر۔ مجھے یہ وصیت پڑھنی

نہیں چاہیے۔ تمہارے لیے یہ جاننا ٹھیک نہیں کہ سیزر کو تم سے کتنی محبت تھی۔ تم بے حس انسان نہیں ہو اور نہ حیوان ہی ہو تم تو سمجھدار انسان ہو۔ تم وصیت سن کے بھڑک اٹھو گے۔ دیوانے ہو جاؤ گے----"

ایک شہری چلاتا ہے۔

"وصیت پڑھو۔ ہمیں سیزر کی وصیت سناؤ۔ ہم سن کر ہی رہیں گے؟"

مارک انطونی جواب دیتا ہے۔

"صبر سے کام لو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں دراصل باتوں باتوں میں بہت کچھ کہہ گیا ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ میری وجہ سے ان شریف آدمیوں کو نقصان نہ پہنچ جائے جن کے خنجروں نے سیزر کا سینہ چھلنی کر دیا ہے۔ مجھے اس خیال سے واقعی خوف آتا ہے-----"

ایک طرف سے آواز آتی ہے۔

"وہ غدار ہیں۔ شریف آدمی نہیں ہیں"۔

دوسری آواز آتی ہے۔

"وصیت وصیت۔ ہمیں وصیت سناؤ"۔

بہت سی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

"وصیت وصیت ہمیں سیزر کی وصیت سناؤ"

مارک انطونی جواب دیتا ہے۔

"کیا آپ لوگ اس بات پر بضد ہیں کہ میں وصیت پڑھوں---- اچھی بات ہے آپ لوگ سیزر کے جنازے کے ارد گرد حلقہ باندھ لیجئے۔ میں پہلے آپ کو اس شخص کی زیارت کراتا ہوں جس نے یہ وصیت لکھی تھی۔ کیا مجھے منبر سے نیچے آنے کی اجازت ہے؟"

تمام لوگوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

"ضرور---- ضرور----"

روم کے عوام میت سے ہٹ کر حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور انطونی میت کے بالکل قریب کھڑے ہو کر دوبارہ تقریر شروع کرتا ہے۔

"اے ارض روم کے باسیو۔ اگر تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں تو آنسو بہانے کا یہی بہترین وقت اور موقع ہے۔ تم اس لبادے کو پہچانتے ہو---- مجھے یاد ہے کہ سیزر نے اس لبادے کو سب سے پہلے کب پہنا تھا---- وہ موسم گرما کی ایک شام تھی۔ اس وقت وہ اپنے خیمے میں تھا اور اسی روز اس نے نیروی قبیلے پر فتح حاصل کی تھی۔ یہ دیکھو۔ یہاں کیشیس کے خنجر نے شگاف کیا اور یہاں---- حاسد کیسکا نے گاؤ ڈالا---- یہاں سیزر کے محبوب بروٹس نے وار کیا اور جب اس نے اپنا منحوس خنجر سیزر کے سینے سے نکالا تو یہ دیکھو------ ساتھ ساتھ سیزر کا خون بھی رواں ہو گیا گویا خون دروازے پر پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیا واقعی بروٹس نے اس بے دردی سے سیزر کے دل کے دروازے پر دستک دی ہے---- بروٹس جیسا کہ تم جانتے ہو سیزر کا محبوب خاص تھا۔ آہ میرے دیوتاؤ (آسمان کی طرف دیکھتا ہے) سیزر تو بروٹس کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اف یہ سب سے زیادہ سنگدلانہ وار تھا۔ جب معزز سیزر نے بروٹس کو اپنے اوپر وار کرتے دیکھا تو وہ اس دکھ سے جو غداروں کے خنجروں سے زیادہ تیز تھا؟ مغلوب ہو کر رہ گیا اس کا سینہ شق ہو گیا۔ مجھے اس خیال سے واقعی خوف محسوس ہوتا ہے"۔

ایک شہری بولا۔

"واقعی وہ کتنا خوفناک منظر ہو گا؟"

انطونی نے جواب میں کہا۔

"تم خوفناک منظر کہتے ہو۔ میں کہتا ہوں تم نے ایسی خون کی ندی بہتے نہ دیکھی ہو گی جیسے سیزر کے بدن سے خون کی ندیاں بہنے لگی تھیں۔ سیزر نے بروٹس کو بے بسی کے عالم میں دیکھا اور اپنے منہ پر اپنا لبادہ اوڑھ لیا۔ اور پومپی کے قدموں میں گر کر ختم ہو گیا۔ آہ۔ میرے ہم وطنو۔ یہ کس قدر المناک زوال تھا۔۔۔۔۔ ابھی تو آپ نے سیزر کا درپردہ لبادہ ہی دیکھا ہے اور آپ کے آنسو کسی طرح نہیں تھمتے۔ یہ دیکھو اس کا جسم ہے۔ اس فتح کا بدن ہے جسے غداروں نے مسخ کر دیا ہے"۔

ایک شہری نے ٹھنڈی سانس کے ساتھ کہا۔

"آہ۔ کس قدر دردناک منظر ہے"۔

دوسرا شہری آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

"ہائے۔ میرا معزز اور شریف سیزر"۔

تیسرے شہری نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

"میرے محبوب آقا سیزر"۔

چوتھا انتہائی غصہ سے بولا۔

"وہ سب غدار ہیں۔ شیطان ہیں"۔

پہلے شہری کی پھر درد بھری آواز ابھری۔

مجھ سے تو سیزر کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی"۔

پھر تمام مجمعے نے ایک زبان ہو کے اعلان کیا۔

"ہم انتقام لیں گے۔ انتقام۔ خون کا بدلہ خون"۔

پھر الگ الگ آوازیں آنے لگیں۔

"غداروں سے انتقام۔ انتقام۔ انتقام"۔

"چلو ان کی تلاش میں"۔

"ان کے مکانوں کو جلا دو"۔

"انہیں زمین میں زندہ گاڑ دو"۔

"جو غدار سامنے آئے اسے کیفر کردار کو پہنچا دو"۔

"کوئی غدار زندہ نہ رہنے دیا جائے"۔

مارک انطونی نے دکھ بھری آواز میں کہا۔

"میرے ہم وطنو۔ صبر۔۔۔ صبر!"

ایک شہری گرجدار آواز میں بولا۔

"سب خاموش ہو جاؤ۔ مارک انطونی کی بات سنو"۔

دوسرے شہری نے اعلان کیا۔

"ہم مارک انطونی کی تقلید کریں گے۔ ہم اس کے ساتھ جان دینے کو تیار ہیں"۔

انطونی نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"میرے اچھے دوستو۔ میرے نیک دل ساتھیو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے الفاظ سے آپ کے دلوں میں ناگہانی بغاوت کا طوفان برپا ہو۔۔۔۔ جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے وہ سب شریف آدمی ہیں۔۔۔۔۔ افسوس مجھے معلوم نہیں انہیں کونسی ایسی ذاتی پرخاش تھی جو اس خوفناک اور خطرناک کام کی محرک بنی ورنہ وہ تو بڑے دانشمند اور شریف آدمی ہیں۔۔۔۔ دوستو میں آپ کو مسحور کرنے نہیں آیا ہوں۔ میں بروٹس کی طرح کوئی مقرر نہیں۔ کوئی خطیب نہیں۔ میں تو جیسا آپ کو معلوم ہے سیدھا سادا صاف گو آدمی ہوں میں اپنے مقتول دوست کا شیدائی تھا اور یہ بات وہ لوگ بھی خوب جانتے ہیں جنہوں نے مجھے برسرعام سیزر کے ماتم کی اجازت دی ہے۔ مجھے نہ تو زور بیان ودیعت کیا گیا ہے اور نہ مجھے عبارت آرائی آتی ہے' نہ مجھ میں کوئی غیر معمولی ہنر' سلیقہ وغیرہ ہے اور نہ مجھے قدرت کلام بخشی گئی ہے اور نہ میں ایسی طاقت کا مالک ہوں کہ انسانوں کو مشتعل کر سکوں۔ میں تو سیدھی سادی' کھری کھری بات کہنے کا عادی ہوں۔

میں تو آپ کو وہی بتا رہا ہوں جس سے آپ خود واقف ہیں۔
میں تو آپ کو اپنے محبوب سیزر کے زخم دکھا رہا ہوں۔ ان
زخموں کی مظلومیت اور ان کی بے زبانی ہی میری ترجمانی ہو گی
لیکن اگر میں بروٹس ہوتا اور بروٹس (انطونی) تمہارے دلوں میں
ایک ہیجاں برپا کر دیتا سیزر کہ ایک ایک زخم کو سو سو زبانیں عطا
کرتا اور ان کی آتش بیانی سے پتھروں میں سے بھی چنگاریاں
نکلنے لگتیں اور روم کے طول و عرض میں قیامت خیز بغاوت اور
انقلاب رونما ہوتا"۔

قارئین کرام!

آپ کا ناچیز ناول نگار اور سیرت نگار الماس ایم۔ اے (زیب ملیح آبادی) اس وقت لکھے جانے والے ناول "قلوپطرہ" سے ہٹ کر ایک بات بطور جملہ معترضہ عرض کرنا چاہتا ہے وہ بات یہ ہے کہ مصری ساحرہ اور ملکہ "قلوپطرہ" کو دنیا کی حسین ترین عورت کا مقام دیا گیا ہے اور قلوپطرہ کی داستان' کہانی یا واقعہ دنیا کی تمام زبانوں میں تحریر کیا گیا ہے مگر انگریزی زبان کے انتہائی معروف شاعر اور ڈرامہ نگار شیکسپیئر نے "قلوپطرہ" پر "سیزر اور قلوپطرہ" کے نام سے جو ڈرامہ لکھا ہے وہ اپنے تاثر اور اسلوب کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس ڈرامہ میں سیزر کے قتل پر مارک انطونی کی زبان سے عام مجمع میں جو تقریر کرائی گئی ہے اس تقریر کو بھی شیکسپیئر کا ایک کارنامہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس تقریر ہی نے روم کے عوام کو قاتلوں کے خلاف اس قدر برا گیختہ کر دیا کہ روم میں انقلاب آ گیا اور حکومت کی باگ ڈور مارک انطونی کے ہاتھ میں آ گئی۔ آپ کے ناچیز مصنف نے انطونی کی یہ تقریر تیرہ چودہ سال کی عمر میں اپنے کورس کی کتاب میں پڑھی تھی اور اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اس کے بعض جملے (ترجمے) اب تک ذہن میں موجود ہیں۔ چنانچہ جب میں ناول لکھتے لکھتے مارک انطونی کی تقریر تک پہنچا تو بعض الفاظ اور جملے میرے ذہن میں کلبلانے لگے اور میں نے اپنی یادداشت کے زور پر اس تقریر کو پر زور بنانے کے لیے اس میں شامل کر دیئے ہیں گو کہ میرے اس اضافہ کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں لیکن میرے خیال میں انطونی

کا اصل تقریر کا یہ اردو ترجمہ حقیقت سے انتہائی قریب تر ہے اور آپ اسے ضرور پسند فرمائیں گے۔ (مصنف)

اب معذرت کے ساتھ میں پھر اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں۔

مارک انطونی کی اس تقریر نے لوگوں کے ذہنوں میں آگ لگا دی۔ وہ غم اور غصہ سے بپھر پڑے' ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور لبوں پر جھاگ سا پیدا ہو گیا اور اس کے اتھ ہی غم و غصہ میں ڈوبی ہوئی آوازیں بلند ہوئیں۔

"ہم بغاوت کے لیے تیار ہیں"۔

"ہم جان ہتھیلی پر لے کر میدان میں نکلے ہیں"۔

"ہم بروٹس کے مکان کو نذر آتش کر دیں گے"۔

"تو پھر آؤ۔ غداروں کو تلاش کریں؟"

مارک انطونی کا غمزدہ چہرہ اپنی اس کامیاب تقریر پر خوشی سے چمک اٹھا تھا۔ اس نے عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے فوراً" دخل دیا۔

"میرے دوستو۔ میرے ہم وطنو۔ میری بات توجہ سے سنو۔ مجھے اپنی بات تو پوری کر لینے دو"۔

مجمع میں سے کسی نے کہا۔

"خاموش۔ خاموش---- مارک انطونی کی بات سنو وہ ہمارے ساتھ ہے"۔

اس آواز پر لوگ پر سکون ہو گئے اورمارک انطونی نے سنبھل کر کہنا شروع کیا۔

دوستو سنو کیا تم اپنے کام کی اہمیت سے واقف ہو۔ کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ سیزر ان وجوہات کی بنا پر تمہاری محبت اور عقیدت کا حقدار ہے----- افسوس کہ تم یہ باتیں نہیں جانتے۔ میں اب تمہیں بتاتا ہوں۔ تم وہ وصیت بالکل بھول گئے جس کا ذکر میں نے تم سے پہلے بھی کیا تھا؟"

"ہاں۔ ہاں ہمیں یاد آ گیا---" ایک ساتھ بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر ایک شہری نے درخواست کی۔

"مارک انطونی ہمیں وصیت سناؤ؟"

دوسرے شہری نے تائید کی۔

"ضرور--- ضرور--- ہم وصیت سنیں گے"۔

مارک انطونی نے وصیت کا فرمان بلند کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ہے وہ وصیت اور اس پر سیزر کی مہر ثبت ہے"۔

"کیا لکھا ہے اس میں۔ تم پڑھ کر سناؤ؟" کسی طرف سے آواز آئی۔

انطونی نے بلند آواز میں بتایا۔

"اس وصیت میں سزیر نے روم کے ہر شہری اور ہر شخص کو تین تین درہم عطا کئے ہیں"۔

عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"شریف سیزر۔ ہم تمہارے خون کا انتقام لیں گے"۔

انطونی بولا۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ سیزر نے ابھی کچھ اور بھی لکھا ہے"۔

"سناؤ سناؤ اور کیا لکھا ہے؟"

مارک انطونی نے سنایا۔

"اس کے علاوہ سیزر نے دریائے ٹائبر کے اس پار اپنی تمام سیرگاہیں' ذاتی قیام گاہ جہاں آج کل مصر کی ملکہ قلوپطرہ اور سیزر کا بیٹا سیزارین مقیم ہیں اور اپنے تمام ذاتی باغات قوم کے لیے وقف کر دیئے ہیں۔ اب آپ ان کے مالک ہیں اور آپ کے بعد آپ کے وارث ان کے مالک ہوں گے۔ سیزر نے اپنی باقی جائیداد کا ۳/۴ (تین چوتھائی) حصہ اپنے بھانجے آکیٹوین کے نام لکھا ہے باقی میں سے آدھا آدھا دو اور بھانجوں کو دیا ہے سیزر نے اس وصیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس کی ایران کی مہم پر روانگی کے بعد کلپورنیا کے اولاد ہو تو فلاں فلاں اشخاص میرے بچہ کے نگراں ہوں گے۔ آکیٹوبن کو سیزر نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے--- دیکھی آپ نے سیزر کی شان۔ اب کون ایسا غنی اور غریبوں کا دوست ہمیں نصیب ہو گا۔ سیزر کا ثانی ہمیں نہیں مل سکتا۔ آؤ ہم اس کی میت کو مقدس مقام پر نذر آتش کریں اور ان کے شعلوں سے غداروں کے مکان جلا کر راکھ کر دیں"۔

روم کے عوام نے جلدی جلدی میز کرسیاں اور لکڑی کے بنچ وغیرہ اکٹھا کیں اور ان پر سیزر کی لاش کو رکھا جسے اور بے رنگ کی زر نگار چادر میں کفنایا گیا تھا۔ پھر اس ڈھیر کو آگ لگا دی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ آگ کے ہیبت ناک شعلے عوام کے غیظ و غضب میں ڈوبے ہوئے چہروں پر پڑ رہے تھے اور انہیں اور زیادہ بھیانک اور خوفناک بنا رہے تھے۔ فضا میں اس قدر دھواں پھیل گیا تھا کہ عمارتوں کے پیچھے سے بلند ہوتا ہوا چاند اس میں چھپ کے رہ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیزر کی لاش جل کر راکھ ہو گئی۔

اب غصہ میں بھرے ہوئے عوام نے جلتی ہوئی لکڑیاں ہاتھوں میں پکڑیں اور قاتلوں کے مکان جلانے کے لیے شہر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ شہر کی انتظامیہ اور افسران اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ انہوں نے فوراً میٹنگ طلب کی۔ سب سر جوڑ کے بیٹھے اور عوام کے غصہ اور جوش کو ٹھنڈا کرنے پر غور ہوا۔ انتظامیہ نے کیشیس اور بروٹس کو دور دراز کے صوبوں میں معزز عہدوں پر تعینات کیا اور انہیں فوراً شہر سے چلے جانے کا حکم دیا اور روم کا نظم و نسق مارک انطونی کے حوالے کیا گیا۔

○

سیزر کے قتل کا قلوپطرہ پر کیا اثر ہوا۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے گزشتہ شب سیزر اپنی بیوی کلپورنیا کے پاس شہر روم میں ہی ٹھہر گیا تھا اور قلوپطرہ اپنے بچہ سیزارین کے ساتھ دریا پار کی قیام گاہ میں تھی۔ قلوپطرہ نے وہ رات بڑے سکون اور ہنسی خوشی گزاری تھی کیونکہ سیزر نے اس تک یہ خبر بھجوا دی تھی کہ کل طلوع ہونے والا سورج سیزر کی شہنشاہیت کا پہلا سورج ہو گا اور کل دوپہر تک ایوان حکومت میں اسے شہنشاہ روم کا تاج پہنا دیا جائے گا۔ قلوپطرہ کی یہ دیرینہ آرزو چند گھنٹوں بعد حقیقت کا جامہ پہننے والی تھی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ بار بار سیزارین کو چومتی اور اسے گلے لگاتی تھی۔

قلوپطرہ کو اس بات کا ضرور افسوس تھا کہ آج کی شب سیزر کو اس کے پہلو میں گزارنا چاہیے تھی کیونکہ صبح کا سورج قلوپطرہ کو ملکہ مصر کے علاوہ ملکہ روم کا خطاب

بھی عطا کرے گا مگر وہ سیزر کی مجبوریاں بھی جانتی تھی۔ سیزر کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا اسے زیادہ سے زیادہ سینٹروں کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل کرنا تھا۔ اس لیے اس نے وہ رات (آخری رات) کلپورنیا کے ساتھ گزاری تھی تاکہ کلپورنیا کے عزیز اقارب اور ہمدرد وقت پڑنے پر کلپورنیا کے تعلق سے سیزر کا ساتھ دیں۔

مگر قسمت کا حال کسے معلوم ہے۔ انسان سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا ہے۔ اس صبح قلوپطرہ امید کر رہی تھی کہ سیزر ایوان حکومت جانے سے پہلے اس سے ملاقات کے لیے ضرور آئے گا مگر سیزر کو فرصت مل ہی نہ سکی کہ وہ قلوپطرہ سے آخری ملاقات کر سکتا۔ دراصل کلپورنیا کے بھیانک خواب نے سیزر کو کلپورنیا کے گھر میں ہی روک دیا تھا۔

پھر جب سیزر وقت مقررہ پر ایوان حکومت میں پہنچا تو اس کے قاتلوں کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید ان کی سازش کا راز افشا ہو گیا ہے۔ انہوں نے فوراً ایک سینٹر کو سیزر کے پاس بھیجا جس نے سیزر کو طعنہ دیا کہ اگر وہ آج ایوان حکومت نہیں گیا تو اس کے ساتھی یہ سوچ کر افسوس کریں گے کہ سیزر نے ایک عورت کے خواب سے پریشان ہو کر ایوان حکومت آنے کا فیصلہ ملتوی کر کے اپنے سرداروں کی توہین کی ہے۔

سیزر دراصل اس طعنہ کو سن کر ہی ایوان حکومت روانہ ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ تمام واقعات پیش آئے جن کا ذکر اوپر کے صفحات میں کیا گیا ہے۔ قلوپطرہ کا خیال تھا کہ سیزر سر پر تاج سجانے کے بعد سب سے پہلے اس کے پاس آئے گا اور اپنے بچہ سیزارین کو گود میں اٹھا کر کہے گا۔

"اے مستقبل کے شہنشاہ روم-----" قلوپطرہ کا تصور یہیں تک پہنچا تھا کہ ایک کنیز صدر دروازے کی طرف سے بھاگتی ہوئی اور اس زور سے قلوپطرہ کی خوابگاہ میں داخل ہوئی کہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی۔ اور ٹھوکر کھا کر گری۔ قلوپطرہ کا فوراً ماتھا ٹھنکا۔ اس نے پتھرائی سی ایک نظر سیزارین پر ڈالی جو اس کے قریب ہی فرش پر کھڑا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور لرزتی ہوئی کوچ پر بیٹھ گئی۔

"ملکہ عالم---- ملکہ عالم----" کنیز چیخ رہی تھی۔ "جہاں پناہ کو ایوان

حکومت میں قتل کر دیا گیا---- آپ---- آپ سیزارین کو-----"۔

ملکہ قلوپطرہ نے غالباً" زور لگا کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ کنیز نے قلوپطرہ کو سہارا دینا چاہا مگر وہ بے ہوش ہو کر کوچ پر گر چکی تھی۔ کنیز نے دوڑ کے بنگلے کے تمام کنیزوں اور غلاموں کو جمع کیا اور انہیں سیزر کے قتل ہونے کی اطلاع دی۔ یہ تمام کنیزو غلام ملکہ قلوپطرہ کے وفادار تھے کیونکہ ملکہ قلوپطرہ ان سب کو اسکندریہ سے اپنے ساتھ لائی تھی۔

قلوپطرہ کے ان ملازمین نے بنگلے کے تمام دروازے اندر سے بند کر لئے پھر وہاں موجود اسلحہ جمع کیا جو صرف پانچ تلواروں اور دو عدد تیر کمان پر مشتمل تھا اسلحہ کم تھا اور ملازمین کی تعداد زیادہ۔ پھر بھی انہوں نے وہ اسلحہ اپنے درمیان تقسیم کر لیا اور اس کمرے کے اندر جہاں اس وقت قلوپطرہ بے ہوش پڑی تھی کھڑکیوں اور دروازوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور طے کیا وہ دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور سیزارین اور قلوپطرہ پر اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔

ان مصری ملازمین کی بہادری اور وفاداری کی داد دینا چاہیے کہ انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا مگر ایسا وقت نہ آ سکا دوپہر سے نصف شب کے بعد تک اسی طرح مسلح پہرہ دیتے رہے۔ اس دوران قلوپطرہ کو خود ہی ہوش آ گیا وہ اپنے وفادار ملازمین کے ارادے اور حوصلے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ وہ خود بھی مسلح ہوئی اور اعلان کیا کہ وہ بھی جان دیدے گی مگر اپنے لخت جگر اور مستقبل کے شہنشاہ روم کو دشمن کے حوالے نہ کرے گی۔ اس عالم وہ پہاڑ سی رات ان کی آنکھوں میں کٹ گئی مگر کوئی دشمن ان تک نہیں پہنچا۔

دوسرے روز دن چڑھے قلوپطرہ کو اطلاع دی گئی کہ مقتول سیزر کا دوست مارک انطونی اس کے پاس سیزر کی تعزیت کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہے۔ ملکہ انطونی اور سیزر کی گہری دوستی سے واقف تھی۔ اس نے فوراً" دروازہ کھلوایا اور انطونی گردن میں تلوار لٹکائے۔ مضمحل قدموں سے قلوپطرہ کے سامنے آیا۔

مارک انطونی کو دیکھ کے اپنے شوہر سیزر کا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم گیا اور کوشش کے باوجود قلوپطرہ اپنے آنسو نہ روک سکی اور دو چمکدار موتی اس کی موٹی

آنکھوں سے ٹپک پڑے۔

مارک انطونی نے گھبرا کے ملکہ کو دیکھا۔

"ملکہ عالم آپ کی آنکھوں میں آنسو۔ آپ تو اس فاتح کی بیوہ ملکہ ہیں جس کے چہرے پر قتل ہونے کے بعد بھی ایک ملکوتی مسکراہٹ تھی"۔

"میں آنسو نہیں بہا رہی انطونی۔ تمہیں دیکھ کے سیزر کا چہرہ میری نظروں میں گھوم گیا۔ اس کے اثر سے یہ آنسو ٹپک پڑے ہیں"۔

انطونی نے ننھے سیزارین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ملکہ عالم۔ آپ کو نہ صرف اپنے بلکہ شہزادے سیزارین کے لیے زندہ رہنا ہے۔ آپ خود کو تنہا نہ خیال کیجئے"۔

قلوپطرہ کا دل بھر آیا۔ اس نے بھرائی آواز میں کہا۔

"انطونی۔ میں سیزر کے ساتھ تمہاری وفاداری دیکھ کے بہت خوش ہوئی ہوں۔ جب تمہارے آنے کی اطلاع ملی تو مجھے شبہ ہوا تھا کہ شاید تم بھی بروٹس کی طرح بے وفا نہ ہو گئے ہو مگر میرے دل نے کہا کہ مارک انطونی کی آنکھوں میں ہمیشہ وفاداری اور دوست داری کی چمک رقص کرتی تھی۔ وہ کبھی بے وفا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے میں نے بے دھڑک دروازے کھلوا دیئے"۔

"میں آپ کے اعتماد کے لیے شکر گزار ہوں"۔ مارک انطونی نے کہا۔ امید ہے کہ میں آپ کے اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچنے دوں گا"۔

قلوپطرہ کا چہرہ اس غم و اندوہ کے اندھیرے میں بھی چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا اور اس کے قرب کے تصور ہی سے انطونی جیسا مضبوط دل انسان بھی آب ہوا جا رہا تھا۔ قلوپطرہ نے انطونی کی اندرونی کیفیت کو سمجھتے ہوئے پر وقار لہجے میں کہا۔

"مارک انطونی۔ میں تم پر اعتماد کرنے پر مجبور ہوں اس لیے کہ ارض روم میں تمہارے سوا میرا اور کوئی سہارا نہیں"۔

انطونی کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔ وہ بولا۔

"ملکہ عالم۔ آپ بالکل مطمئن رہئے۔ کوئی شخص آپ کی طرف آنکھ اٹھا

بھی نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنے ساتھ ایک فوجی دستہ لایا ہوں۔ وہ ہمہ وقت آپ کی حفاظت کرے گا۔ یوں بھی میرے دوست سیزر کے تمام قاتل روم چھوڑ کے دور دور کے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ اس وقت روم کی پوری انتظامیہ میرے ماتحت ہے۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے گی"۔

قلوپطرہ نے اطمینان کا سانس لیا۔

مارک انطونی جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ ملکہ نے اسے ملتجی نظروں سے دیکھا پھر درخواست کی۔

"کیا مارک انطونی کچھ دیر اور تشریف نہیں رکھیں گے۔ میں اپنے ہوش میں نہیں ہوں اس لیے کوئی خاطر مدارات نہ کر سکی"۔

اللہ اللہ۔ قدرت کے بھی کیا کھیل ہیں۔ وہ قلوپطرہ جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی اس وقت اپنے ایک ماتحت سے درخواست کر رہی تھی۔

انطونی نے معذرت کی۔

"ملکہ عالم۔ مجھ پر اک دم ذمہ داریوں کا بوجھ آ پڑا۔ بہت مصروف ہوں اس وقت معذرت خواہ ہوں۔ فرصت ملتے حاضر خدمت ہوں گا"۔

قلوپطرہ بھی کھڑی ہو گئی اور ڈرتے ڈرتے بولی۔

"کیا مارک انطونی کو میرے سیزارین کا بھی کچھ خیال ہے؟"

مارک انطونی گھبرا گیا۔ اسے یاد آیا کہ سیزر نے اپنی وصیت میں اپنے بھانجے آکٹیوین کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اس نے ملکہ کی طرف دیکھا۔ غموں میں ڈوبی ہوئی قلوپطرہ کا چہرہ اس وقت بھی اس قدر معصوم اور پیارا لگ رہا تھا کہ انطونی اسے کچھ دیر دیکھتا ہی رہا پھر سنبھل کے بولا۔

"ملکہ عالم۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ شہزادے سیزارین کو جانشین تسلیم کیا جائے"۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ مارک انطونی کا وعدہ ہے؟" ملکہ نے اس پریشانی کے عالم میں بھی مارک انطونی کو "وعدے" کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی۔

اور انطونی کو کہنا پڑا۔

"یہ ملکہ سے میرا وعدہ ہے۔ اگر سیزارین کے حق کے لیے مجھے تلوار بھی اٹھا
پڑی تو میں دریغ نہ کروں گا"۔

ملکہ قلوپطرہ کے چہرے پر مسرت کی ایک ہلکی سی لکیر دوڑ گئی۔ مارک انطونی بے
لمبے ڈگ بھرتا اس کے کمرے سے نکل گیا۔

قلوپطرہ نے انطونی سے سیزارین کے بارے میں وعدہ تو لے لیا تھا مگر وہ اس
طرف سے زیادہ مطمئن نہ تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ انطونی نے سیزارین کے بارے میں
خود کوئی بات نہ کی تھی دوسرے یہ کہ مارک انطونی نے سیزارین کی وراثت کے بارے
میں وعدہ کرتے وقت کچھ تذبذب اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا تھا۔ مگر وہ کر بھی کیا سکتی
تھی۔ وہ اسکندریہ سے دور تھی۔ اس کا محبوب شوہر مارا جا چکا تھا۔ لے دے کے اس
قلوپطرہ کے پاس کوئی ہتھیار تھا وہ صرف اس کے "خدا داد حسن کا حربہ" تھا مگر اس
عالم میں وہ مارک انطونی سے کوئی لگاوٹ یا دلداری کی بات بھی نہ کر سکتی تھی۔ اس
لیے قسمت پر شاکر ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر جب سیزر کی وصیت کا چرچا عام ہوا اور لوگوں
یہ معلوم ہوا کہ سیزر نے اپنے بھانجے آکیٹوین کو اپنا جانشین اور روم کے تخت و تا
کا وارث مقرر کیا ہے تو قلوپطرہ کا دل بالکل ہی ٹوٹ گیا۔

ادھر مارک انطونی سے جب قلوپطرہ نے مغموم آواز میں سیزارن کے لیے
درخواست کی تو وہ کوشش کے باوجود انکار نہ کر سکا اور اسے کہنا پڑا کہ وہ سیزارین
سیزر کا قانونی وارث تسلیم کرائے گا دراصل انطونی کے دل مین قلوپطرہ کی محبت
ایک چنگاری چمکی تھی مگر حالات نے اس چنگاری کو بجھا کے رکھ دیا اور شعلہ بن
نہ بھڑک سکی۔

مارک انطونی نے اپنے وعدے کے مطابق سیزارین کے لیے کوشش کی
نے ایوان حکومت میں پر زور الفاظ میں اعلان کیا۔

"مرحوم اور مقتول سیزر نے اپنے بیٹے سیزارین کو اپنا "قانونی وارث" مقرر
ہے اور میں اس کا شاہد ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ شہزادے سیزارین کو سیزر
صحیح وارث اور جانشین سمجھا جائے-----"

مگر اس اعلان پر ایوان حکومت میں اس قدر شور مچا کہ مارک انطونی کی

اس میں دب کے رہ گئی اور انطونی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وراثت اور
جانشینی کے سوال پر روم میں انطونی کے مخالف پیدا ہو گئے۔ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ
اسی دوران سیزر کے بھانجے آکیٹوین کے روم آنے کا غلغلہ اٹھا۔

سیزر کا بھانجا آکیٹوین جسے وصیت کی رو سے سیزر کا جانشین مقرر کیا گیا تھا، شہر
اپولونیا میں زیر تعلیم تھا۔ اسے جب سیزر کے قتل ہونے اور اسے جانشین بنائے جانے
کی اطلاع ملی تو وہ تعلیم کو خیرباد کہہ کر روم کی طرف چل پڑا۔ انطونی کو ایک تو
قلوپطرہ سے اپنے وعدے کا پاس تھا دوسرے یہ کہ وہ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر
سیزارین کو قانونی وارث تسلیم کر لیا گیا تو وہ نو عمر شہزادے کا اتالیق بن کر روم پر مدتوں
حکومت کرتا رہے گا۔

قلوپطرہ بھی یہی چاہتی تھی کہ آکیٹوین کے روم پہنچنے سے پہلے پہلے سیزارین
کے حق میں فیصلہ ہو جائے اور شہزادہ تخت و تاج روم کا جانشین تسلیم کر لیا جائے مگر
تقدیر کے آگے کس کا زور چلتا ہے۔ وراثت کی یہ کشمکش اتنی بڑھی کہ اہل شہر قاتلوں
کے جھگڑے بھول بھال کے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ آکیٹو کا طرفدار
تھا اور دوسرا گروہ مارک انطونی کے اس نظریہ کا حامی تھا کہ سیزر کا بیٹا سیزارین صحیح
قانونی وارث ہے۔

آخر یہ بات اتنی بڑھ گئی کہ خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آخر جب حالات بہت
ہی خطرناک ہو گئے تو مارک انطونی کو ملکہ قلوپطرہ کو یہ مشورہ دینا پڑا کہ وہ روم کے
بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر فوراً" اسکندریہ روانہ ہو جائے۔ انطونی نے ملکہ
قلوپطرہ کے پاس خود جا کے یہ مشورہ نہیں دیا بلکہ ایک معتبر قاصد کے ہاتھ ملکہ کو پیغام
بھیجا۔

"روم کے حالات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ میں ملکہ عالم کو
فوراً" اسکندریہ جانے کا مشورہ دینے پر مجبور ہوں۔ ملکہ کا واپس
جانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مصری شاہی بیڑے اور فوج سے
وقت ضرورت اس خانہ جنگی میں فائدہ اٹھایا جا سکتا
ہے-----"

ملکہ قلوپطرہ کو اس مشورہ پر سخت غصہ آیا مگر غور کرنے پر وہ اسی نتیجہ پر پہنچی کہ روم میں مزید قیام اس کے اور اس کے بیٹے سیزارین کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے پس ملکہ قلوپطرہ بے نیل و مرام (اپریل ۴۴ ق م) اسکندریہ واپس چلی گئی۔

قلوپطرہ کے واپس جانے کے بعد کچھ دنوں تک مارک انطونی اور اکیٹوین کے گروہوں میں جھڑپیں ہوتی رہیں آخر ان میں صلح ہو گئی۔ صلح کے اعلان کے بعد انطونی' آکیٹوین اور ایک تیسرے سردار لیپی ڈس کے درمیان پانچ سال کے لیے ایک معاہدہ ہوا اور طے پایا کہ یہ تینوں اشخاص روم اور اٹلی پر مشترکہ طور پر حکومت کریں گے مگر بیرونی مقبوضات ان کی آزاد حکومتوں کے لیے تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

اس بندر بانٹ میں انطونی اور لیپی ڈس نے اچھے اچھے علاقے ہتھیا لئے آکیٹوین چونکہ نا تجربہ کار اور نو عمر تھا اس لیے اسے صرف شمالی افریقہ' نومیڈیا اور جزیرے دیئے گئے باقی مقبوضات انطونی اور لیپی ڈس کے حصہ میں آئے پھر یہ طے پایا کہ تینوں سردار اپنے اپنے دشمنوں کا صفایا کر کے دلوں کا غبار نکالیں۔

بروٹس اور کیشیس ان کے بڑے دشمن تھے۔ ان دونوں کی وجہ سے ہی سیزر قتل ہوا تھا۔ پس انطونی اور آکیٹوین کی ان دونوں سے ٹھن گئی۔ بروٹس نے مقدونیہ (یونان) میں فوجیں اکٹھا کیں اور مصر پر قبضہ کے لیے حملہ آور ہوا۔ قلوپطرہ نے روم سے واپس آنے کے بعد اپنے بحری بیڑے کو از سر نو ترتیب دیا۔ اس نے لشکر میں اضافہ کر کے اسے بھی مضبوط کیا کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے دونوں بڑے دشمن یعنی بروٹس اور کیشیس' مقدونیہ میں فوجیں جمع کر رہے ہیں اور مصر پر کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہیں۔

چنانچہ ملکہ قلوپطرہ نے بروٹس کا حملہ بڑی پامردی سے پسپا کر دیا اور اس کے بحری بیڑے نے بروٹس کے بحری بیڑے کو مار بھگایا۔

براعظم افریقہ کے سب سے خوش حال ملک اور سلطنت مصر کو ہر دم نہ صرف بیرونی حملہ آوروں کا دھڑکا لگا رہتا تھا بلکہ گزشتہ تین سو سال سے قلوپطرہ کے خاندان کو اندرونی انقلاب کا بھی خطرہ تھا ملکہ قلوپطرہ کا خاندان بطلیموس کا تعلق مصر یا افریقہ سے نہ تھا بلکہ یہ خاندان سکندر اعظم کے ایک سردار بطلیموس کا تھا جس نے

سکندر اعظم کی وفات کے بعد ۳۲۳ق م میں مصر پر قبضہ کر کے وہاں کے فرعون شہنشاہوں کا دور ختم کر کے خاندان بطلیموس کی بادشاہی کی بنیاد رکھی تھی۔

چونکہ بطلیموس شہنشاہی غیر ملکیوں کی حکومت تھی اس لیے ملکیوں یعنی مصریوں نے شکست کھانے کے بعد اپنی اصلی حکومت کی بازیابی کے لیے سرگرمیاں شروع کر دی تھیں اور قلوپطرہ کے دور حکومت میں قدیم فراعنہ مصر کا ایک شہزادہ جس کا نام ہرمقس تھا اچانک سامنے آگیا تھا۔

مصریوں اور شہزادہ ہرمقس کی سرگرمیوں کا تفصیلی حال بیان کرنے کے لیے ہمیں ایک بار پھر مصر کی قدیم تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ہو گی پس ہم ناول "قلوپطرہ" کے دوسرے حصہ کو قدیم مصریوں کی درپردہ تحریک آزادی اور شہزادہ "ہرمقس" کی سرگرمیوں سے شروع کریں گے۔

(حصہ دوم)

قلوپطرہ کی جلد اول میں بیان ہو چکا ہے کہ مصری تمدن کا آغاز ۵۰۰۴ قبل مسیح میں ہوا۔ مصر کے پہلے دس خاندان شہر منفس میں ایک ہزار سال تک حکمراں رہے۔ پھر ۴۰۰۰ ق م میں دارالسلطنت، منفس سے شہر "طب" میں منتقل ہوا اور ملک میں دوبارہ ترقی کا آغاز ہوا۔

اس وقت تمام دنیا میں "تاریخی حکومتوں" کی تعداد صرف آٹھ تھی جس میں صرف مصر کا رقبہ ۴۵ فیصد تھا اور باقی ۵۵ فیصد پر باقی سات حکومتیں قائم تھیں۔ ان حکومتوں کے نام یہ ہیں۔

(ا) کریٹ۔ (۲) ہیٹا۔ (۳) بابل۔ (۴) ایران۔ (۵) ہند۔ (۶) ہنس اور (۷) چین ہیں۔

مصر پر ۴۴۰۰ ق م۔ سے ۳۳۲ ق م تک مصر کے ۳۱ خاندانوں نے حکومت کی۔ پھر ۳۳۲ ق م میں مقدونیہ کے سکندر اعظم نے مصر کو فتح کر کے مصریوں کی بادشاہی ختم کی۔ مصر کے ان تمام بادشاہوں کو "فرعون" کے نام سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔ سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت اس کے جنرلوں میں تقسیم ہوئی۔

سکندر نے جب مصر پر قبضہ کیا تو اپنے ایک مہندس (ریاضی دان) سے ساحل بحر پر اپنے نام پر شہر اسکندریہ تعمیر کرایا اور اقلیدس کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس وقت جنرل بطلیموس، سکندر کی طرف سے بابل کا حاکم تھا۔ سکندر کے مرنے پر اس نے مصر پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور خاندان بطلیموس کی حکومت قائم کی۔ اس خاندان کی آخری فرمانروا ملکہ قلوپطرہ تھی جو ہمارے ناول کی ہیروئن ہے۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے جس زمانہ اور جس دن بطلیموس خاندان کے بادشاہ الیطس کے محل ملکہ قلوپطرہ پیدا ہوئی اسی دن اور اسی گھڑی ایک بچہ جنوبی مصر میں ابوطیس کے مقام پر سبطی کے مقدس خانقاہ میں پیدا ہوا۔ اس بچہ کا باپ ا-ئمت اس خانقاہ کا سب سے بڑا کاہن تھا اور یہ بچہ جو آگے چل کے ہرمقس کے نام سے پکارا گیا' یہی ہرمقس مصر کے ایک شاہی خاندان کی آخری نشانی تھا جسے شکست دے کر بطلیموس نے مصر پر قبضہ کیا تھا۔

قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ دو بچے ایک ہی وقت اور ایک ہی دن پیدا ہوئے۔ ان دونوں کا تعلق بھی ایک ہی ملک کے شاہی خاندان سے تھا مگر ان میں سے ایک پیدائش اسکندریہ کے شاہی محل میں ہوئی اور اس کی دیکھ بھال پر سینکڑوں کنیزیں اور غلام مقرر ہوئے کیونکہ وہ مصر کے موجودہ بطلیموس خاندان کے شاہ ایلیٹس کی بیٹی تھی مگر دوسرا بچہ جو مصر کے سابق اکیسویں خاندان کی نسل سے تھا اور اس کا باپ مصر پر بادشاہت کرنے کے بجائے اپنی شخصیت کو سطی کی خانقاہ کے بڑے کاہن کے روپ میں چھپائے ہوئے تھا۔

تین سو سال پہلے فرعونوں کے اس خاندان سے بطلیموس نے بادشاہت چھینی تھی۔ اس وقت سے اب تک یہ خانماں برباد فرعون خاندان تاریک خانقاہوں میں پوشیدہ طور پر اپنی زندگی گزار رہا تھا۔ اس خاندان کو اب بھی امید تھی ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب مصر سے بطلیموس کی جو یونان کے رہنے والے تھے' حکومت چھن کر پھر ان کے اصلی وارثوں کو حکومت ملے گی اور وہ خود کو "فرعون" مصر کہہ سکیں گے۔

مصر کے یہ حالات بالکل اسی قسم کے تھے جیسے حالات سے برصغیر کے مسلمانوں کو گزرنا پڑا تھا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور شہنشاہ ہند بہادر شاہ کی معزولی اور ملک بدری سے حکومت ہند کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر دھوکہ باز اور بد طینت انگریزوں کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔ مگر مسلمانوں نے مغلوب ہونے کے بعد بھی انگریزوں سے کسی وقت بھی سمجھوتہ نہیں کیا اور آزادی کے لیے ہاتھ پیر مارتے اور جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہے۔ بنگال کے سراج الدولہ اور جنوبی ہند کے سلطان ٹیپو نے برصغیر کی آزادی کی جنگ میں اپنی جانیں نچھاور کر دیں اور اگر میر جعفر اور میر صادق جیسے وطن فروش دھوکہ نہ دیتے تو آزادی کی منزل کچھ دور نہ تھی۔

مصر میں بھی کچھ اسی قسم کے حالات پیدا ہوئے تھے۔ یونانی نژاد بطلیموس سے مغلوب ہونے کے بعد بھی مصریوں نے اپنی تگ و دو جاری رکھی۔ اس زمانہ میں شکست کھانے والی قوم نہ صرف مفلوک الحال ہو جاتی تھی بلکہ اس کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہو جاتی کہ لوگوں کو ان پر ترس آتا تھا مصریوں اور خاص کر مصر کے شاہی

خاندان کے افراد نے بڑے بڑے شہروں اور آبادیوں کو چھوڑ دیا اور جنگلوں اور پہاڑوں میں خود کو پوشیدہ کر لیا۔

ذلیل و خوار ہونے اور انتہائی عزیمت میں زندگی بسر کرنے والے ان مصر کے شاہی خاندان کے لوگوں نے آپس میں اتحاد رکھا اور آزادی کی دیوی کی پرستش اپنا دین و ایمان بنا لیا۔ اب ان کے مسکن شاہی محلات کے بجائے پہاڑوں اور غاروں کی تاریک خانقاہوں میں تھا اور آبادی سے دور رہ کر یہ لوگ قدیم مصری عقیدے کے پابند تھے وہ دیوتا' سیدس اور دیوی اسیس کی پرستش کرتے تھے۔

ان خانماں برباد مصر کے مغلوب فرعون خاندان کو زندگی گزارتے تین صدیاں بیت گئیں اور مصر کے بطلیموس بادشاہوں کے دل و دماغ سے ان لوگوں کا خیال تک محو ہو گیا۔ بطلیموس شاہ اور شہزادے یہ بھی بھول گئے کہ ان سے پہلے اسی مصر پر چار ہزار سال تک فرعونوں نے حکومت کی ہے۔ یہاں تک کہ بطلیموس خاندان کے آخری بادشاہ سکندر دوم اولیٹس کا جسے بطلیموس ایلیٹس بھی کہتے ہیں زمانہ آیا یہی ایلیٹس قلوپطرہ کا باپ تھا۔ شاہی خاندان کی قلوپطرہ اور مصر کے فرعونوں کی آخری نشانی ہرمقس ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے مگر قلوپطرہ شاہی محل میں تھی اور ہرمقس' سیطی کی مقدس مگر تاریک خانقاہ میں مقیم تھا کیونکہ اس کا باپ اس خانقاہ کا بڑا کاہن تھا۔

اس در بدر فرعون خاندان کے ہاتھوں سے مصر کی شہنشاہی تو نکل گئی تھی مگر یہ خاندان باقاعدہ طور پر ایک فرعون کے مرنے کے بعد دوسرا فرعون مقرر کرتا اور اپنے دلوں کو تسلی دیتا تھا کہ ایک نہ ایک دن ان کے دن پھریں گے اور اس خاندان کا نامزد کردہ کوئی فرعون مصر کے تخت و تاج کا مالک ہو گا۔

ہرمقس ابھی دودھ پیتا بچہ ہی تھا کہ موت کے آہنی ہاتھ نے ہرمقس کی ماں کو اس سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔ ہرمقس کی والدہ کے انتقال کے جو عجیب و غریب واقعات پیش آئے اس کا حال ہرمقس کی انا آطو نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

"ہرمقس کی ماں نے مرنے سے پہلے اپنے ہاتھی دانت کے **صندوقچے** سے ایک طلائی تاج نکالا۔ اس تاج پر مصر کے فرعونوں کی خاندانی نشانی ایک سانپ کی شکل میں چسپاں تھی۔ مرنے والی نے وہ تاج ہرمقس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ اس کے بعد

اس پر والہانہ مجذوبیت کا عالم طاری ہو گیا اور اس نے اسی مجذوبیت اور دیوانگی کے عالم میں پیشین گوئی کی۔

کہ مقدونیہ (بطلیموس) کا زمانہ حکومت اختتام پر ہے اور مملکت مصر دوبارہ اپنے حقیقی وارث کے ہاتھ میں آنے والی ہے۔

"اسی وقت ہرمقس کا بوڑھا باپ وہاں پہنچا اور اپنے کانوں سے اپنی بیوی کو مجذوبیت کے عالم میں غیب کی باتیں بیان کرتے ہوئے سنا پھر انیمت (ہرمقس کا باپ) نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر خدا سے دعا مانگی کہ اے ربی۔ میرے بیٹے کی ولادت پر جو عظیم بشارت دی گئی ہے وہ تیرے لطف و کرم سے پوری ہو۔ اس دعا کے ختم ہوتے ہی مرنے والی میں اتنی طاقت پیدا ہوئی کہ وہ ہمت کر کے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس نے تین بار اپنے ہاتھ ہرمقس کے گہوارے کی طرف پھیلائے جہاں معصوم ہرمقس اپنے ماتھے پر سانپ والا طلائی تاج رکھے بے خبر سو رہا تھا۔

پھر مرنے والی نے اپنے معصوم اور سوتے ہوئے بچہ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا۔

"اے میرے بچے اور مستقبل کے فرعون۔ خدا کرے کہ تو مصر کا بادشاہ ہو اور اپنے ملک کو غیروں کے ناپاک قدموں سے پاک کرے۔ اے میرے شاہی نونہال۔ تجھے لازم ہے کہ تو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھے۔ اے میرے بیٹے یاد رکھ کہ اگر تو صحیح راستے سے بھٹک گیا تو مصر کے تمام خداؤں کا قہر و غضب تجھ پر نازل ہو گا اور تیرے شاہی آباو اجداد ایسی لعنت بھیجیں گے کہ تو اپنی زندگی میں بھی ذلیل و خوار رہے گا اور مرنے کے بعد بھی تجھ کو نجات نصیب نہ ہو گی۔ ہمارے خدا سبط اور محیط تجھ پر عذاب الیم نازل کرتے رہیں گے"۔

جس وقت مرنے والی اپنے بیٹے ہرمقس کے بارے میں یہ خوش آئند اور عجیب و غریب پیشین گوئی جس میں ناکامی کی صورت میں تنبیہہ اور بار بار پاکیزگی کی تاکید

بھی شامل تھی ختم کر چکی تو اس کی قوت گویائی ختم ہو گئی اور اس کے ہاتھ پیروں نے جواب دیدیا اور وہ تڑپ کر ہرمقس کے گہوارے پر جا گری جس سے سوتا ہوا بچہ چلا کر جاگ پڑا۔

ہرمقس کے بوڑھے باپ انیمت نے مرنے والی کی زبان سے جب یہ پیشین گوئی اور ہدایت سنی تو اس کا کمزور جسم کپکپا اٹھا۔ ایک طرف تو مرنے والی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ غیر معمولی اہمیت کے حامل تھے۔ دوسری اس کی تقریر مصر کے شاہ وقت بطلیموس کے خلاف صاف طور پر بغاوت کا اعلان کرتی تھی۔

انیمت کو یہ خوف لاحق ہوا کہ اگر یہ باتیں بطلیموس کے کانوں تک پہنچ گئیں تو وہ ظالم اپنے جلاد بھیج کر اس کے معصوم بیٹے ہرمقس کے ٹکڑے ٹکڑے کروائے گا۔ پس اس نے پیش مندی کے طور پر خانقاہ کے تمام دروازے بند کرا دئے اور اس نے وہاں موجود تمام لوگوں سے اس بات کا عہد لیا کہ مرنے والی پر جو کچھ گزری یا اس نے عالم سکرات میں جو کچھ کہا ہے اسے وہ بالکل بھلا دیں گے اور کسی دوسرے شخص سے اس کا تذکرہ نہیں کریں گے۔

اس وقت وہاں موجود لوگوں میں ہرمقس کی انا آطو بھی تھی انیمت نے اس سے بھی اسی طرح عہد لیا اور خاموش رہنے کی تاکید کی۔ مگر عورت ذات کے لیے یہ مثل مشہور ہے کہ فی زمانہ ایسی کوئی قسم موجود نہیں جو عورت کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا سکے۔

ہرمقس کی ماں کے مرنے کے بعد انا آطو کی بیٹی ہرمقس کی دایہ مقرر ہوئی۔ اس دایہ کا شوہر سنگ تراش تھا۔ اس زمانہ میں پہاڑوں کو کھود کھود کر مقبرے بنائے جاتے تھے اور یہ سنگ تراش ان مقبروں میں مصر کے مقدس خداؤں کی تصویریں بنایا کرتا تھا۔

وہ پہاڑ جہاں ہرمقس کی دایہ کا شوہر تصویریں بناتا تھا' ابوطیس سے کچھ زیادہ دور نہ تھا پس آطو اور اس کی بیٹی دوپہر کا کھانا لے کر وہاں جاتیں اور دایہ کے شوہر کو کھانا کھلا کر واپس آ جاتی تھیں۔ رات کا کھانا وہ ابو طیس واپس آکر اپنی بیوی اور ساس (آطو) کے ساتھ کھایا کرتا تھا۔

ادھر کچھ دنوں سے بوڑھی آطو کچھ بے چین بے چین رہنے لگی تھی۔ اس کی بیٹی نے کئی بار ماں سے پوچھا کہ آخر وہ کس وجہ سے پریشان رہتی ہے مگر آطو ٹال گئی اور اس سے کوئی بہانہ کر دیا، دراصل جب سے آطو نے ہرمقس کی مرنے والی ماں سے ہرمقس کے بارے میں پیشین گوئی سنی تھی وہ اسی دن سے بوکھلائی بوکھلائی رہنے لگی تھی۔ آطو بھی ایک عورت تھی اور عورت کی یہ فطرت ہے کہ وہ پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے اور کوئی راز زیادہ دن تک اپنے سینے میں پوشیدہ نہیں رکھ سکتی۔ یہی اس کی پریشانی کی وجہ تھی جسے وہ اپنی بیٹی سے چھپاتی تھی۔

بوڑھی آطو نے سال ڈیڑھ سال تک اس راز کے بھاری بوجھ کو اپنے سینے میں دبائے رکھا مگر پھر ایک دن اس نے سوچا کہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ کسی وقت اس دنیا سے رخصت ہو سکتی ہے اگر وہ مرگئی تو یہ راز اس کے ساتھ ہی قبر میں چلا جائے گا راز کے پوشیدہ رہنے یا نہ رہنے سے آطو کو تو کوئی فرق نہ پڑتا تھا مگر اس نے سوچا کہ اگر میں اپنی بیٹی کو یہ نہ بتایا کہ جس بچے کی وہ آیا ہے وہ بچہ مصر کے قدیم فرعونوں کی آخری نشانی ہے اور جوان ہونے پر وہ یعنی ہرمقس، یونانیوں کو مصر سے نکال بھگائے گا اور حکومت پھر قدیم فرعونوں کے ہاتھ آجائے گی اور ہرمقس ان کا پہلا بادشاہ ہو گا۔

بوڑھی آطو نے یہ بھی سوچا کہ اگر میں یہ راز اپنی بیٹی پر افشا کر دوں تو وہ ہرمقس کی اور زیادہ خدمت کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بچہ کو دشمن سے محفوظ رکھنے کی بھی انتہائی کوشش کرے گی۔ آطو نے اس مسئلہ پر کئی روز تک غور کیا پھر اس نتیجہ پر پہنچی کہ اپنی بیٹی کو اس راز سے باخبر کرنے ہی میں شہزادہ ہرمقس کی بھلائی ہے۔ بہرحال آطو نے ایک عورت کی فطرت سے مجبور ہو کر یا پھر ہرمقس کی بھلائی کے خیال سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہ راز اپنی بیٹی کو بتا دے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ بوڑھی آطو اپنی بیٹی کو یہ راز کس وقت بتائے ابوطیس میں خانقاہ سیطی جہاں یہ لوگ رہتے تھے وہاں تو عبادت کو آنے والوں کا ہر وقت مجمع رہتا تھا پھر ابوطیس میں شہزادے ہرمقس کا باپ انیمت بھی رہتا تھا اور انیمت نے آطو اور ان دوسرے لوگوں جنہوں نے اس پیشین گوئی کو سنا تھا یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس راز کو کبھی اور کسی پر بھی افشا نہ کریں گے کیونکہ ہرمقس کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

آطو یہ سوچ کر ابوطیس ایسی جگہ نہیں جہاں وہ اپنی بیٹی کو اس راز سے آگاہ کرے، مزید کچھ عرصہ تک راز کو سینے میں دبائے رہی مگر اس کا بڑھاپا بڑھتا اور جسمانی طاقت روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔ آخر جب آطو کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ ہفتہ دو ہفتہ ہی کی مہمان ہے تو اس نے اس راز کو اپنی بیٹی پر افشا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کی خوش قسمتی سے اسے ایک ایسا وقت اور ایسی جگہ بھی میسر آگئی جہاں وہ بے دھڑک اپنی بیٹی سے اس سلسلہ میں گفتگو کر سکتی تھی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آطو کی بیٹی اپنے شوہر کا دن کا کھانا لے کر ان پہاڑوں کے اندر جایا کرتی تھی جہاں اس کا شوہر کام کرتا تھا اور بوڑھی آطو بھی بیٹی کی حفاظت یا اس کا دل بہلانے کی خاطر روز ہی اس کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔

یہ راستہ بالکل ویران اور سنسان تھا۔ وہاں دور دور تک کوئی آدمی یا آدم زاد نظر نہ آتا تھا اور آطو نے یہ راستہ اس بات کے لیے مناسب اور موزوں خیال کیا تھا۔ جہاں وہ اپنے دل میں چٹکیاں لیتے ہوئے راز کو اپنی بیٹی پر افشا کر سکتی تھی۔ آطو نے اپنے خیال کے مطابق آج کا مبارک دن بھی اس کام کے لیے خود ہی مقرر کر لیا تھا۔

اس روز وہ معمول سے کہیں زیادہ خاموش خاموش تھی۔ اس کی بیٹی اس خاموشی سے روز ہی الجھتی تھی لیکن آج تو اس کی ماں اس قدر خاموش تھی کہ وہ برداشت نہ کر سکی اور چیخ اٹھی۔

"ماں---- اگر تمہیں خاموش ہی رہنا ہے تو تم میرے ساتھ نہ آیا کرو"۔

بیٹی کا لہجہ اس قدر تند و تیز تھا کہ اگر کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو وہ بیٹی کی اس سخت کلامی پر اسے ضرور ڈانٹتی مگر آطو نے اس کی اس سخت کلامی اور بدتمیزی کا ذرا بھی اثر نہ لیا اور اس طرح خاموش خاموش اس کے ساتھ چلتی رہی۔ اس کی بیٹی نے ایک دو بار اور اسے چھیڑنے کی کوشش کی مگر آطو خاموش ہی رہی۔

دونوں ماں بیٹیاں چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچیں جو بالکل ہی ویران اور اجاڑ تھی وہاں بوڑھی آطو نے اک دم اپنے قدم روکے اور بیٹی کو مخاطب کیا۔

"بیٹی ٹھہرو۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے"۔

بیٹی کے قدم بھی اک دم رک گئے اور اس نے حیران نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"اماں۔ کیا یہ تمہاری آواز ہے۔ تم نے مجھے روکا ہے۔ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو"۔

بیٹی نے آطو سے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔ آطو نے کچھ عجیب نظروں سے بیٹی کو دیکھا اور بولی۔

"ہاں بیٹی یہ میری ہی آواز ہے۔ میں ہی نے تمہیں روکا اور میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"۔

بیٹی نے کھانے کی پوٹلی ایک پتھر پر رکھ دی اور وہ خود دوسرے پتھر پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ماں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ میں تو تمہاری آواز سننے کو ترس گئی؟"

آطو چند لمحے سوچنے کے بعد بولی۔

"بیٹی۔ میں اب تک یہی سوچتی رہی کہ تمہاری ذمہ داریوں میں اضافہ نہ کروں مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے ہاتھ پیر جواب دے رہے ہیں اس لیے اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا"۔

بیٹی کی سمجھ میں خاک بھی نہ آیا۔ اس نے الجھتے ہوئے کہا۔

"اماں۔ کیسی الجھی الجھی باتیں کر رہی ہو۔ دیوتا تمہیں قیامت تک زندہ رکھیں۔ تم کس ذمہ داری کا ذکر کر رہی ہو؟"

"ہرمقس کی ذمہ داری"۔ آطو اک دم اصل موضوع پر آ گئی۔

"اس کی ذمہ داری تو میں اٹھا رہی ہوں۔ کیا تمہیں اس میں کوئی کمی دکھائی دیتی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ میں اس کمی کو پورا کروں گی"۔

"تم جانتی ہو ہرمقس کون ہے؟" یہ کہتے ہوئے آطو نے بیٹی پر نظریں جما دیں۔

بیٹی گھبرا گئی۔ اس نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"اماں۔ تم مجھے یوں گھور کے کیوں دیکھ رہی ہو۔ میں نے اپنے خیال میں ہرمقس کی دیکھ بھال میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس لیے پوچھتی ہوں کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہرمقس کون ہے؟"

"اماں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہرمقس، نیسلی کی خانقاہ کے سب سے بڑے پجاری انیمت کا بیٹا نہیں ہے؟"

"وہ انیمت کا بیٹا ضرور ہے مگر----" آطو کہتے کہتے کانپ اٹھی۔

"ہاں ہاں کہو نا ماں--- مگر---- مگر کیا ہے؟"

"یہ ایک راز ہے بیٹی اور مجھے یہ راز کھولنے سے منع کیا گیا ہے"۔

"اماں"۔ بیٹی چیخ اٹھی۔ "تم میری ماں ہو اور میں تمہاری بیٹی۔ تمہارا راز میرا راز ہے۔

آخر آطو نے زبان کھولی۔ اس نے کہا۔

"یہ راز اس لیے نہ کھلنا چاہیے کہ یہ مرمقس کا راز ہے اور ہرمقس کے باپ انیمت نے مجھے منع کیا ہے کہ یہ راز ہرگز نہ کھلنا چاہیے۔

"مگر کیوں منع کیا ہے انیمت نے۔ اگر یہ راز ہرمقس کا ہے تو میں ہرمقس کی دایہ ہوں۔ مجھے ہرمقس کا راز معلوم ہونا چاہیے؟"

آطو پھر خاموش ہو گئی۔ بیٹی کو غصہ آ گیا۔ اس نے کھانے کی پوٹلی پتھر پر سے اٹھائی اور بولی۔

"نہ بتاؤ ماں---- میں بھی آج سے سمجھوں گی کہ تم میری ماں نہیں ہو"۔

آطو گھبرا گئی۔

"ایسا نہ کہو بیٹی۔ تمہارے سوا میرا اور کون ہے۔ وہ راز ہی بتانے کے لیے تو میں نے تمہیں اس ویرانہ میں روکا ہے۔

"تو پھر بتاؤ"۔ بیٹی نے کھانے کی پوٹلی پھر پتھر پر رکھ دی۔

بوڑھی آطو نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو ماں"۔ بیٹی نے کہا۔ "شاید تم انیمت سے ڈر رہی ہو۔ وہ یہاں نہ کبھی آیا ہے اور نہ آئے گا---- اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔ مجھے بتاؤ ہرمقس کا کیا راز ہے؟"

"ہرمقس شہزادہ ہے----" آطو جیسے پھٹ پڑی۔ "تم ہرمقس کی نہیں بلکہ مصر کے مستقبل کے فرعون کی دایہ ہو۔ ہرمقس مصر کے پرانے فرعون کے خاندان کا

وہ آخری شہزادہ ہے جس کے شہنشاہ ہونے کی پیشین گوئی مقدر کی دیوی ربیہ حاسور نے ہرمقس کی ماں کے مرنے سے چند منٹ پہلے کہلوائی تھی"۔

پھر آطو نے بیٹی کو اعتماد میں لینے کے لیے اسے بتایا کہ کس طرح ہرمقس کی مرنے والی ماں نے دیوی حاسور کے حکم سے عالم سکرات میں یہ پیشین گوئی کی کہ ہرمقس، مصر کے موجودہ بادشاہ بطلیموس ایلیٹس جو قلوپطرہ کا باپ ہے، مصر سے مار بھگائے گا اور مصر کا تخت و تاج خود سنبھال لے گا۔

"مگر اماں--- مگر اماں----" بیٹی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکی۔

آطو نے اسے گھور کے دیکھا۔

"مگر کیا کر رہی ہے۔ دیوانی تو نہیں ہو گئی۔ کیا تجھے اس پیشین گوئی پر اعتبار نہیں؟"

"کیوں نہیں اماں۔ میں نہیں اعتبار کروں گی تو تمہارا اور کون اعتبار کرے گا"۔ بیٹی نے ماں کو مطمئن کرنے کے لیے کہا۔ "میں تو یہ کہنا چاہتی تھی کہ تم نے مجھے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی"۔

آطو نے مضمحل سے لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے اب تک اس لیے زبان بند رکھی تھی کہ سردار کاہن انیمت نے مجھ سے خاموش رہنے کا عہد لیا تھا---" آطو نے اسے بتایا۔ مگر اب مجھے اپنی موت قریب نظر آ رہی ہے۔ میں نے تجھے اس راز سے اس لیے آگاہ کیا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تو شہزادے ہرمقس کی پرورش اور پرداخت میں اور زیادہ دلچسپی لے اور اسے دشمنوں کی نظروں سے بچائے رکھے"۔

"ٹھیک ہے ماں۔ میں سمجھ گئی"۔ بیٹی نے سر ہلا کر بڑے وثوق سے کہا۔ "اگر شہزادے ہرمقس کے لیے مجھے جان بھی دینا پڑے تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گی"۔

بیٹی نے پھر کھانے کی پوٹلی اٹھائی اور بولی۔

"اماں جلدی چلو۔ وہ کھانے کا انتظار کر رہا ہو گا"۔

"ذرا دم لے پھر چلتے ہیں"۔

"مگر کیوں۔ اتنی دیر سے تو بیٹھے ہیں یہاں؟"

بوڑھی آطو نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"میری بیٹی۔ میں نے یہ راز تیرے سامنے کھول کے اپنا دل تو ہلکا کر لیا مگر اب فکر لگ گئی ہے کہ کہیں تو بھولے سے یہ بات کسی اور کو نہ بتا دے"۔

"لو اماں۔ میں کیوں بتانے لگی کسی کو؟"

آطو بھی کھڑی ہو گئی اور بولی۔

"یہ خیال رہے میری بیٹی کہ اگر یہ بات کھل گئی اور بطلیموس ایلیٹس کے کانوں کو پہنچ گئی تو پھر شہزادے ہرمقس کی خیر نہیں۔ اس کے یونانی سپاہی شہزادے کی تکا بوٹی کر ڈالیں گے"۔

"اماں۔ کیا میں پاگل ہو گئی ہوں---" بیٹی نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں تو شہزادے کی محافظ ہوں۔ میں اس راز کو سینے میں دفن کر لوں گی"۔

پھر وہ دونوں وہاں سے اٹھ کے اس طرف چل پڑیں جہاں آطو کا داماد کام کرتا تھا۔ دونوں وہاں پہنچیں۔ سنگتراس کو کھانا کھلایا اور خالی برتن لے کر ابوطیس واپس آ گئی۔

مگر یہ راز معلوم کرنے کے بعد آطو کی بیٹی کا جیسے رنگ ہی بدل گیا۔ وہ تمام وقت خاموش رہی۔ اس کی ماں خود بھی خیالوں میں الجھی ہوئی تھی اس لیے اس نے بھی اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ آطو کا داماد جب دوپہر کو کھانا کھا رہا تھا تو اس کی بیوی کی طبیعت میں ایک عجیب طرز کی بے چینی محسوس کی تھی مگر چونکہ بیوی کے ساتھ اس کی ساس بھی تھی اس لیے اس نے بیوی سے بات کرنا کچھ مناسب نہ سمجھا اور کھانا کھا کے پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

سنگتراش بیوی کی حالت دیکھ کے کچھ ایسا پریشان ہوا کہ اس کا کام سے دل اچاٹ ہو گیا اور وہ شام تک بیوی ہی کے بارے میں سوچتا رہا۔ آخر اس نے ابوطیس جانے کا فیصلہ کیا اور سنگتراش کا سامان ایک طرف رکھ کے ابوطیس روانہ ہو گیا۔ اس کی بیوی اور بوڑھی آطو اس کی اچانک آمد سے گھبرا گئیں مگر اس نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ اس کا ایک بت مکمل ہو گیا ہے اب وہ دو دن آرام کرنے کے بعد واپس جائے گا۔

سنگتراش کی بیوی اپنے شوہر کی بے وقت آمد سے بہت خوش ہوئی۔ سنگتراش اپنے کام میں اتنا مصروف رہتا کہ ہفتوں اور مہینوں کے بعد ایک دو دن کے لیے ابوطیس آتا تھا جہاں بڑے کاہن انیمت نے آطو اور اس کی بیٹی کو دو کمرے رہنے کے لیے دے رکھے تھے۔

رات کے کھانے کے بعد سنگتراش فوراً سونے کے لیے جلدی یوں چلا گیا کہ اسے اپنی بیوی کی فکر تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس پہ گہری خاموشی کسی بیماری کی وجہ سے ہے یا اس کی کوئی اور وجہ ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد بیوی بھی اس کے پاس آ گئی۔

سنگتراش نے اس کے آتے ہی سوال کیا۔

"جانتی ہو آج میں کیوں آیا ہوں؟"

اس کی بیوی اس وقت بھی کھوئی کھوئی سی تھی۔ شوہر کے سوال پر چونکی اور آنکھیں جھپکا کے بولی۔

"تمہیں نے تو کہا تھا کہ کام ختم ہو گیا ہے اور تم دو دن آرام کرنے آئے ہو"۔

"یہ تو میں نے بات بنائی تھی----" سنگتراش نے کہا۔ پھر اس نے انتظار کیا کہ اس کی بیوی اس سے آنے کی وجہ پوچھے مگر بیوی پھر جیسے خیالوں میں گم ہو گئی۔ جب بہت دیر ہو گئی اور بیوی نے کوئی سوال نہیں کیا تو سنگتراش نے خود ہی کہا۔

"تم نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں آیا ہوں؟"

"تو کیا غضب ہو گیا۔ اب بتا دو کہ کیوں آئے ہو؟" بیوی نے روکھے پن سے جواب دیا۔

"میں تمہاری وجہ سے آیا ہوں"۔

"میری وجہ سے۔ مگر کیوں مجھے کیا ہوا ہے؟"

"کیا تم بیمار نہیں؟"

"بالکل نہیں۔ یہ تم سے کس نے کہا؟"

"تمہاری خاموشی نے۔ دوپہر میں تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی"۔

"کوئی بات ہوتی تو ضرور کرتی"۔ بیوی نے ٹالا۔

"میرا خیال ہے کوئی بات ہے ضرور؟"

"بات وات کچھ نہیں۔ سو جاؤ بس"۔

سنگتراش بیوی کا بگڑا ہوا مزاج دیکھا تو اسے اپنے آنے پر افسوس ہوا۔ وہ بیوی کی محبت میں اس کی مزاج پرسی کے لیے آیا تھا مگر وہ تو سیدھے منہ بات ہی نہ کر رہی تھی۔ اسے بھی کچھ غصہ آ گیا اور کروٹ لے کر لیٹ گیا بلکہ سو گیا۔

بیوی نے اسے جھڑک تو دیا تھا مگر اب اسے افسوس ہو رہا تھا۔ کتنی محبت کرتا تھا اس کا میاں۔ وہ اسے پریشان دیکھ کر بھاگا چلا آیا تھا مگر اس نے اس سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی۔ مگر وہ کیا کرتی۔ اس کی ماں آطو نے اس سے قسم لی تھی کہ وہ اس راز کو کسی کو نہ بتائے گی۔ مگر---- مگر----

پھر اسے اک دم خیال آیا کہ اس کی ماں نے اس سے یہ کہا تھا کہ وہ مجھے اس راز کو اس لیے بتا رہی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد وہ (یعنی بیٹی) ہرمقس کو عام بچہ سمجھ کے اس کی دیکھ بھال نہ کرے بلکہ ہرمقس کی اس لیے حفاظت اور نگہداشت کرے کہ وہ مصر کا ہونے والا فرعون ہے۔

مگر اب بھی تو وہی صورت حال ہے۔ اگر آج کل کو ماں مر گئی تو پرسوں میں بھی مر سکتی ہوں پھر ہرمقس کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ نہ معلوم ہرمقس کا باپ اسے کس دایہ کے حوالے کرے اور وہ ہرمقس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ پھر پھر---- میں کیوں نہ اپنے شوہر کو یہ بات بتا دوں کہ ہرمقس مصر کو بطلیموسیوں کے ہاتھوں سے چھڑائے گا اور یہاں فرعونوں کی دوبارہ حکمرانی ہو گی۔

پتہ نہیں اس کے ان خیالات میں کس حد تک حقیقت اور خلوص تھا یا پھر عورت ہونے کے ناتے یہ راز اس سے چھپائے نہ چھپ رہا تھا اور کسی پر وہ یہ راز ظاہر کرنے کے لیے بے چین ہو رہی تھی بات کچھ بھی ہو مگر وہ اس قدر بے قرار اور مضطرب ہوئی کہ اس نے سوتے ہوئے شوہر کو جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

"سنتے ہو۔ کیا سو گئے؟"

شوہر گھبرا کے اٹھ بیٹھا۔

"خیر تو ہے۔ کیا ڈر گئیں۔ کوئی برا خواب دیکھا ہے؟" شوہر نے محبت سے پوچھا۔

"خواب تو نہیں ہے۔ ہے تو حقیقت مگر خواب سا معلوم ہوتا ہے"۔ بیوی نے جیسے خواب ہی میں کہا۔

شوہر اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تمہیں کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے۔ مجھے بتاؤ کیا خواب ہے اور کیا حقیقت ہے؟"

"پہلے اس کھڑکی کو بند کر دو پھر بتاؤں گی"۔ بیوی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج چودھویں کی رات ہے"۔ سنگتراش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں تمہیں چاندنی سے کیا ڈر ہے۔ اندھیرے میں باتیں کرتے کیا مزہ آئے گا؟"

"میں کہتی ہوں بند کر دو کھڑکی؟" بیوی نے بگڑ کر کہا۔

سنگتراش کھڑکی کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے غصہ سے کھڑکی کا پٹ بند کر دیا اور واپس آ کر خاموشی سے بستر پر بیٹھ گیا۔

بیوی کو فوراً خیال آیا کہ اس نے شوہر کو بڑے سخت لہجے میں کھڑکی بند کرنے کو کہا تھا۔ دراصل جس وقت سے اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ ہرمقس مصر کا فرعون ہونے والا ہے اس وقت سے اس کے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا تھا اور نہ جانے کیسے کیسے وسوسے سر اٹھا رہے تھے اس لیے شاید وہ چڑچڑی ہو گئی تھی۔

اندھیرے میں شوہر کو ٹٹولتی ہوئی بولی۔

"کیا سو گئے ہو؟" اور اس کا ہاتھ شوہر کے ہاتھ سے ٹکرایا۔

شوہر نے بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نیند نہیں آ رہی ہے بس بیٹھا ہوا ہوں---" اس نے دبی زبان سے کہا۔

"اچھا کھڑکی کھول دو"۔

بیوی کے حکم پر سنگتراش نے کھڑکی کھول دی اور کمرہ ایک جھماکے کے ساتھ روشن ہو گیا۔ اس کی بیوی اٹھی۔ باہر راہداری میں گئی اور چند ہی لمحوں میں واپس آ گئی۔

سنگتراش نے محبت سے پوچھا۔

"باہر کہاں گئی تھیں؟"

"ہرمقس کو دیکھنے" بیوی نے جواب دیا۔

"کیا ہوا ہے اسے۔ بیمار ہے کیا؟"

"بیمار تو نہیں ہے۔ اماں کے پاس آرام سے سو رہا ہے ایک پہلو میں ہرمقس اور دوسرے پہلو میں تمہارا بیٹا۔ مگر ذمہ داری تو میری ہے۔ اب تو اور زیادہ ذمہ داری پڑھ گئی ہے۔ مجھے ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی-----"

اور وہ پھر اٹھ کر باہر کی طرف چلی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" شوہر نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑ لیا۔

"ذرا ہرمقس کو دیکھ آؤں"۔

"پاگل ہو گئی ہے کیا ابھی دیکھ کے آ رہی ہو پھر دیکھنے جا رہی ہو۔ تم صرف اس کی دایہ ہو۔ ہرمقس تمہارا بیٹا تو نہیں ہے؟"

سنگتراش بڑبڑاتا رہا اور بیوی خاموش بیٹھی سنتی رہی۔ پھر اک دم بولی۔

"تمہیں ایک بات بتانا تھی"۔

"جانتے ہو ہرمقس کون ہے؟" بیوی نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی پاگل ہو-----" سنگتراش چڑ گیا۔ کون نہیں جانتا کہ ہرمقس، سیلی کی خانقاہ کے بڑے کاہن انیمت کا بیٹا ہے"۔

"تم نے ٹھیک کہا----" بیوی نے ذرا اطمینان سے کہا--- "دنیا یہی جانتی ہے کہ ہرمقس، بڑے کاہن انیمت کا بیٹا ہے مگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے"۔

"میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کچھ اور بھی ہے"۔ سنگتراش قدرے غصے سے بولا۔

اس کی بیوی چونک پڑی۔

"تم جانتے ہو۔ کہاں سے سنا تم نے۔ کس نے کہا تم سے۔ مجھے بتاؤ۔ تمہیں کس نے بتایا ہاں سمجھ گئی میں---- اماں نے بتایا ہو گا---- مجھے بھی انہوں ہی نے

بہا تھا۔ مار اماں نے کیوں بتایا---- میں ابھی پوچھتی ہوں اماں سے--۔ مجھے منع کر دیا ہے کہ کسی کو نہ بتانا اور خود سب کو بتاتی پھرتی ہیں--- --"

اور وہ اٹھ کے پھر باہر کی طرف چلی۔ سنگتراش نے بڑھ کے اسے پکڑ لیا۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی بیوی واقعی پاگل ہو گئی ہے--- پاگل--- وہ گھبرا گیا۔ اس کا اپنا بچہ بھی تو ابھی چھوٹا تھا۔ بالکل ہرمقس جتنا--- اس کا کیا بنے گا--- یہ پاگل--- اور سنگتراش کا دماغ اپنے بیٹے کے خیال سے گھومنے لگا۔

"ہوش میں آؤ اور چپ چاپ بیٹھو یہاں"۔ سنگتراش نے اسے زبردستی بٹھا دیا۔

"تمہیں اپنے بیٹے کی فکر نہیں۔ وہ بھی تو ہرمقس جتنا ہے؟"

"مگر ہرمقس تو بادشاہ ہے۔ مصر کا آئندہ فرعون وہی تو ہو گا---" سنگتراش کی بیوی نے وہ راز افشا کر دیا جسے نہ کھولنے کا اس نے اپنی ماں آطو سے وعدہ کیا تھا۔ اب وہ بول رہی تھی اور بولتی چلی جا رہی تھی۔ اس کا شوہر ہکا بکا منہ کھولے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"ہرمقس کی ماں نے یہ بات مرتے وقت بتائی تھی۔ اس وقت اس پر سکرات کا عالم طاری تھا اور مقدر کی دیوی روبیہ حاسور اس کے منہ سے پشین گوئی کرا رہی تھی--- کہ ہرمقس بڑا ہو کر بطلیموس ایلطس کو نکال باہر کرے گا اور خود فرعون مصر بن جائے گا---"

پھر سنگتراش کی بیوی نے رک کر اس سے کہا۔

"دیکھ میرے پیارے شوہر۔ یہ راز تم کسی کو نہ بتانا۔ میں تمہیں اپنی قسم دیتی ہوں۔ اگر میری ماں مرجائے اور میں بھی مر جاؤں تو تم ہرمقس کی حفاظت کرنا۔ اپنے بیٹے سے بھی زیادہ کیونکہ ہرمقس ہمارا بادشاہ ہے۔ وہ ہم مصریوں کا نجات دہندہ ہو گا۔ مگر ہاں تم یہ بات کسی اور کو نہیں بتاؤ گے۔ مجھ سے وعدہ کرو---"

سنگتراش، بیوی کی زبان سے یہ بات سن کر کہ ہرمقس مصر کا ہونے والا فرعون

ہے گم سم ہو گیا تھا۔ پھر اسے اس وقت ہوش آیا جب اس کی بیوی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا۔

"مجھ سے وعدہ کرو؟"

"کس بات کا وعدہ؟" سنگتراش نے اپنے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے جواب دیا۔

"یہی کہ تم ہرمقس کا راز کسی پر نہ کھولو گے؟"

کیا تمہیں یقین ہے کہ ہرمقس بادشاہ بنے گا اور ہمیں ان یونانیوں سے نجات دلائے گا۔ میرا دل---"

"دل میں کوئی شک نہ لاؤ----" اس کی بیوی نے کہا۔ "جس وقت ہرمقس کی ماں نے یہ پشین گوئی کی تو اس وقت مقدر کی دیوی ربیہ حاسور اس کے سامنے کھڑی تھی۔ تم جانتے ہو کہ دیوی حاسور جھوٹ نہیں بول سکتی"۔

"توبہ - توبہ۔ میں یہ کب کہہ رہا ہوں---" اس کا شوہر توبہ تلا کرنے لگا۔

"تو پھر وعدہ کرو مجھ سے؟"

"وعدہ کرتا ہوں کہ یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا"۔

سنگتراش نے وعدہ کیا اور اس کی بیوی مطمئن ہو کر لیٹ گئی۔ بیوی مطمئن اس لیے ہو گئی کہ اس راز کی وجہ سے اس کے پیٹ میں جو درد ہو رہا تھا وہ راز اگلنے کے بعد ختم ہو گیا تھا مگر اب وہی درد اس کے شوہر کے پیٹ میں شروع ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی تو چین سے سو گئی تھی مگر وہ کروٹیں بدل رہا تھا اور اسی طرح کروٹیں بدلتے بدلتے سویرا ہو گیا۔

بیوی نے اٹھ کے دیکھا تو سنگتراش کی آنکھیں بے خوابی کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں اور ان میں ایک وحشیانہ چمک بھی پیدا ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں؟" اس نے بڑے لگاؤ سے پوچھا۔

"نیند نہیں آئی رات بھر---" اور سنگتراش نے جمائی لی۔

"مجھے جگا لیا ہوتا"۔ بیوی نے اور زیادہ پیار کا اظہار کیا۔

"جاؤ۔ ہرمقس کو دیکھو۔ اٹھ گیا ہو گا ہمارا شہزادہ---" سنگتراش خود اٹھ کے بستر پر بیٹھ گیا۔

"تم آرام کرو۔ میں دیکھ کے آتی ہوں ہرمقس کو۔۔۔۔" اس کی بیوی باہر کی طرف چلی۔

سنگتراش بھی اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔

"میں بھی چلوں گا تمہارے ساتھ"۔

"کہاں۔۔۔۔؟"

"اپنے شہزادے کو دیکھنے"۔

"اپنے شہزادے کو یا میرے شہزادے کو؟"

"دونوں شہزادوں کو۔۔۔۔" اور سنگتراش ہنسے لگا۔

اس کی بیوی نے فوراً" اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نا۔۔۔۔ نا۔۔۔۔ ایسا کبھی نہ کہنا ورنہ راز کھل جائے گا"۔

راز تو اسی دن کھل گیا تھا جس دن آطو نے یہ راز اپنی بیٹی کو بتایا تھا۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ راز اس وقت تک راز ہے جب تک وہ دل میں چھپا ہوا ہے جب وہ دل سے زبان پر آ جائے راز نہیں رہتا۔

مگر بزرگ اور تجربہ کار شیخ سعدی کا یہ قول بھی یقیناً" قابل توجہ ہے کہ اپنے مرض کو حکیم سے اور اپنے راز کو سچے دوست سے مت چھپاؤ۔ خیر چھوڑیئے ان دانشوروں اور حکیموں کی باتیں اور دیکھئے کہ وہ راز جو آطو سے اس کی بیٹی تک اور اس سے اس کے شوہر کے کانوں تک پہنچا اس راز پر آگے کیا بیتی۔

دوسرے دن صبح بستر سے اٹھ کے اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ رات بھر اسے نیند نہ آئی تھی۔ پس جیسے ہی صبح ہوئی اس نے بیوی سے کہا۔

"میں واپس جا رہا ہوں"۔

"کیوں۔۔۔؟" بیوی نے گھبرا کے پوچھا۔ "تم نے تو کہا تھا کہ دو دن آرام کروں گا"۔

"ہاں کہا تھا۔۔۔۔" اس نے جواب دیا "اب مجھے یاد آیا کہ مجھے ایک کام اور کرنا ہے"۔

سنگتراش کی ساس یعنی آطو آ گئی۔ اس نے داماد کو جانے کے لیے تیار دیکھا

پوچھا۔۔۔ "واپس جا رہے ہو کیا؟"

"ہاں۔۔۔۔"

"دو چار دن آرام کر کے چلے جانا"۔

"نہیں۔ ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے"۔

آطو نے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور دوسری طرف چلی گئی۔

سنگتراش کو کام وام کوئی یاد نہ آیا تھا۔ یہ راز سن کے اس دل میں ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی جس نے اسے ابوطیس میں ٹھہرنے نہ دیا اور وہ صرف ایک رات گزار کر پہاڑوں میں واپس آ گیا اس طرح وہ راز جسے آطو نے اختیار کیا تھا وہ اس کی بیٹی اور داماد سے ہوتا ہوا داماد کے ایک دوست کے پہنچا اور پھر اتنا عام ہوا کہ اس کی بازگشت مصر کے بادشاہ ایلیطس بطلیموس کے دربار میں سنائی دی۔

ایلیطس کے ایک صاحب نے بادشاہ کی طرف جھک کے کہا۔

"عالی جاہ۔ ابوطیس کی خانقاہ سیلی کے بڑے کاہن کا بیٹا آپ کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا ہے"۔

ایلیطس اچھل پڑا۔

"ہائیں۔۔۔۔ تمہیں کس نے بتایا"۔ ایلیطس کو پسینہ آ گیا تھا۔

"عالی جاہ۔۔۔ یہ افواہ تو اسکندریہ کے بچے بچے کی زبان پر ہے"۔

"کیا افواہ ہے ہمیں ایک ایک لفظ بتایا جائے"۔

"حضور اعلیٰ" صاحب نے تفصیل بتانا شروع کی۔ "جس وقت ابوطیس کی خانقاہ سیلی کے خانقاہ کے بڑے کاہن انیمت کی بیوی سکرات کے عالم میں تھی تو اس نے تقدیر کی دیوی حاسور کے حکم سے پیشین گوئی کی کہ کاہن کا بیٹا ہرمقس جو ابھی بچہ ہے یہ جوان ہو کر یونانیوں اور بطلیموسیوں کو اسکندریہ کی پاک زمین سے نکال باہر کرے گا اور خود مصر کا فرعون بن جائے گا"۔

"ہونہہ۔ اس خبیث کی عمر کتنی ہے؟" ایلیطس نے پوچھا۔

صاحب نے جواب دیا۔

"لوگ ہرمقس کی عمر دو تین سال کے درمیان بتاتے ہیں"۔

الیطس نے اسی وقت دربار برخاست کر دیا اور دربار کے تمام دروازے بند کرا دیئے۔ شاہ مصر الیطس بظاہر تو مصری خداؤں کا مضحکہ اڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر کوئی حقیقی خدا ہے تو وہ سلطنت روما کا ایوان حکومت ہے جسے میں مانتا اور سجدہ کرتا ہوں۔ باقی سب جھوٹے خدا ہیں مگر اس کے طبیب بتاتے تھے کہ الیطس بہت ڈرپوک ہے اور مصری خداؤں سے اس قدر خوفزدہ ہے کہ رات کو اکثر گھبرا کر اٹھتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے مصری خداؤں سے معافی مانگتا ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوا کہ جب الیطس کے خلاف مصر کے کسی حصہ میں بغاوت پھوٹ پڑتی تھی تو وہ فوراً" مصر کی عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں بیش قیمت تحائف بھجواتا اور کاہنوں سے اپنے حق میں دعا کراتا تھا۔ اس انکشاف نے اس پر سراسیمگی طاری کر دی اور اس کا پورا بدن لرز اٹھا۔

الیطس نے اسی وقت اپنے خاص یونانی محافظ دستے کے افسر اعلیٰ کو طلب کیا۔ اس کا یہ دستہ مصری خداؤں سے بڑی نفرت کرتا تھا اور الیطس جب بھی مصری خانقاہوں کے خلاف کوئی حکم نافذ کرتا تو اس کی تعمیل اسی دستہ کے سپرد کی جاتی تھی یہ دستہ بے دھڑک مصری خانقاہوں میں گھس جاتا اور مصریوں کے بتوں کو توڑ پھوڑ کے رکھ دیتا تھا۔

"چند مضبوط دل سواروں کو ابوطیس بھیجو----" شاہ بطلیموس نے سردار سے کہا---- "وہاں خانقاہ سیلی ہے۔ خانقاہ کے بڑے کاہن کا نام انیمت ہے اس کا ڈھائی تین سال کا ایک بیٹا ہے جو ہرمقس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہمیں ہرمقس کا سر چاہیے۔ اب تم جا سکتے ہو"۔

سردار نے شاہ مصر کے حکم کے مطابق چند سواروں کو منتخب کیا اور انہیں ضروری ہدایات دے کر ابوطیس روانہ کر دیا۔ ابوطیس کا علاقہ اسکندریہ کے جنوب میں واقع تھا۔ یونانی سوار پوچھتے پاچھتے دریائے نیل کے کنارے کنارے ابوطیس روانہ ہوئے مگر انہیں راستہ میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ شاہی دستہ کے سوار تمام کے تمام یونانی تھے۔ اس لیے مصر کے مقامی لوگ ان سے تعاون نہیں کر رہے تھے۔ انہیں اپنے قیام اور گھوڑوں کے لیے چارہ پانی کا انتظام کرنے میں بڑی دقت پیش آ رہی تھی۔

شاہی سپاہی کسی جگہ تو لوگوں کو دھمکاتے کہ وہ شاہی احکام کی بجا آوری میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اس لیے انہیں سزا دی جائے اور کہیں وہ نرمی کرتے اور اپنا کام نکال لیتے تھے۔ مقامی لوگ شاہی سواروں کی مدد کرنے پر تو تیار تھے مگر انہیں یہ فکر دامنگیر تھی کہ یہ سوار ابوطیس کس غرض سے جا رہے ہیں۔ ابوطیس مصریوں کا ایک متبرک علاقہ تھا کیونکہ اس علاقہ میں سیلی کی خانقاہ تھی جہاں مصری عبادت اور ریاضت کے لیے جایا کرتے تھے۔

مصر کے بطلیموس بادشاہوں نے مصریوں کے کئی عبادت خانوں اور خانقاہوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اس وقت بھی مصریوں کا یہی خیال تھا کہ شاہی سوار شاید ابوطیس کی کسی خانقاہ کو برباد کرنے جا رہے ہیں اسی وجہ سے وہ سواروں سے تعاون نہیں کر رہے تھے۔ سواروں نے کئی جگہ مصریوں پر سختی کی تھی اس لیے وہ خود بھی خوفزدہ تھے کہ اگر انہوں نے اور زیادہ سختی کی تو کہیں مصری انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔

ان شاہی سواروں میں ایک خواجہ سرا بھی تھا۔ وہ بہت ڈرا ہوا اور خوفزدہ تھا۔ وہ خواجہ سرا ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد لیٹا کہ ذرا آرام کر لے مگر اسے نیند نہ آئی۔ اسے یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ سو گیا تو کہیں مقامی لوگ اسے قتل نہ کر دیں۔ اس خطرے اور خوف کو دور کرنے کے لیے اس نے بہت سی شراب چڑھالی اور نشہ میں بکنے لگا۔ یہ خواجہ اور اس کے شاہی سوار ایک مقامی مصری کی بیٹھک میں آرام کر رہے تھے اور وہاں کئی مقامی مصری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اچانک خواجہ سرا نے زور زور سے بولنا شروع کر دیا یہ دراصل زیادہ نشہ کا اثر تھا پھر اس نے اس بہکنے اور بڑبڑانے میں آخر وہ راز کھول دیا یعنی اس نے نشہ میں بڑ مارتے ہوئے یہ بتا دیا کہ وہ ابوطیس کیوں جا رہے ہیں۔ اس نے نشہ میں بہک کر کہا۔

"ہمیں مصر کے شاہ الیطس نے حکم دیا ہے کہ ہم ابوطیس جائیں اور وہاں کی خانقاہ سیلی کے بڑے کاہن انیمت کے خورد سال بیٹے ہرمقس کو قتل کر دیں کیونکہ اس کے لیے یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ وہ جوان ہو کر مصر کے بطلیموس کو تخت سے اتار

دے گا اور تمام یونانیوں کو مصر سے مار بھگائے گا اور خود مصر کا فرعون بن جائے گا"۔

اتفاق ہے اس وقت وہاں ایک شخص بیٹھا تھا جو ہرمقس کی مرحوم ماں کا رشتہ دار تھا اور مرحومہ نے جس وقت ہرمقس کے بارے میں فرعون ہونے کی پیشین گوئی کی تھی اس وقت وہ بھی ابوطیس کی خانقاہ سیلی میں موجود تھا۔ اس نے شرابی خواجہ سرا کے منہ سے یہ بات سنی کہ یہ لوگ خانقاہ کے بڑے کاہن انیمت کے بیٹے کو قتل کرنے ابوطیس جا رہے ہیں تو وہ چپکے سے وہاں سے اٹھا پھر باہر آ کر سرپٹ ابوطیس کی طرف بھاگ پڑا۔

ابوطیس وہاں سے صرف ایک گھنٹے کے فاصلہ پر تھا۔ اگر شاہی سواروں کو ابوطیس کے بارے میں صحیح اطلاع مل گئی ہوتی تو وہ اب تک وہاں پہنچ بھی چکے ہوتے مگر مقامی مصری انہیں صحیح راستہ بتانے میں ٹال مٹول کر رہے تھے اس لیے وہ ابوطیس سے اس قدر قریب ہونے کے باوجود وہاں نہیں پہنچ سکے تھے۔

ہرمقس کا وہ عزیز جس نے شرابی خواجہ سرا کی بڑ بڑاہٹ میں یہ سنا تھا کہ شاہی سوار بڑے کاہن کے بیٹے کو قتل کرنے آئے ہیں وہ بھاگم بھاگ ابوطیس پہنچا اور سیدھا خانقاہ سیلی میں ہرمقس کے باپ انیمت کے کمرے میں ہانپتا کانپتا داخل ہوا ہرمقس کا باپ اس وقت خانقاہ کے کسی دوسرے حصہ میں گیا ہوا تھا۔

وہ ہرمقس کے باپ کو ڈھونڈتا ہوا بوڑھی انا آطو کے کمرے میں پہنچ گیا۔ آطو نے اسے گھبرایا ہوا دیکھا تو وہ بھی گھبرا گئی۔

آطو نے پوچھا۔

"جلد بتا تو اس قدر گھبرایا ہوا کیوں ہے؟"

آنے والے نے پھولی سانسوں کے درمیاں بتایا۔

"آطو خالہ جلد کوئی انتظام کرو شاہی سوار ہرمقس کو قتل کرنے آ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ہرمقس کا راز کسی نے کھول دیا ہے"۔

بوڑھی آطو۔ یہ سن کے سن پڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے اور ہرمقس کو کہاں چھپائے کیونکہ خانقاہ کے اس حصہ میں صرف چار کمرے تھے اور باہر جانے کے لیے تمام کمروں کا ایک ہی راستہ تھا۔ اگر وہ ہرمقس کو کسی کمرے میں چھپاتے ہیں یا باہر کی طرف لے کے بھاگتے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ پکڑے جائیں گے۔

اسی وقت خبر لے کے آنے والے کی نظر دوسرے کمرے میں کھیلتے ہوئے ایک بچے پر پڑی۔ یہ بچہ میلے کچیلے کپڑے پہنے مٹی میں کھیل رہا تھا۔ اس نے آطو سے پوچھا۔

"یہ بچہ کون ہے؟"

"میرا نواسہ ہے"۔ آطو نے پوپلے منہ سے بتایا۔

مخبر کے دماغ میں ایک خیال بجلی کی طرح کوند گیا۔ اس نے کہا۔

"خالہ آطو۔ ہرمقس سے وفاداری دکھانے کا یہی وقت ہے۔ تم چاہو تو ہرمقس کو بچا سکتی ہو؟"

"کس طرح؟" آطو نے گھبرائے لہجے میں پوچھا۔

"تم اپنے نواسے کو ہرمقس بنا کے شاہی سواروں کے سامنے پیش کر دو اور ہرمقس کو اپنا نواسہ بنا دو"۔ مخبر نے بڑا اہم مشورہ دیا۔

بوڑھی آطو سوچ میں پڑ گئی۔

"آطو خالہ"۔ مخبر نے اسے چونکا دیا۔ "سوچ میں موچ ہوتی ہے۔ جلدی فیصلہ کرو۔ شاہی سوار یہاں کسی لمحے پہنچ سکتے ہیں"۔

بوڑھی آطو نے سر ہلایا' اور نواسے کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے جلدی جلدی ہرمقس کے کپڑے اتار کے اپنے نواسے کو اور اپنے نواسے کے میلے کچیلے کپڑے ہرمقس کو پہنا دیئے۔ پھر اس نے اپنے نواسے کا منہ پانی سے دھو کر کپڑے سے صاف کر دیا اور ہرمقس کا رنگ کم کرنے کے لیے اس کے منہ پر مٹی مل دی۔

اب آطو کا نواسہ' ہرمقس اور ہرمقس آطو کا نواسہ بن گیا تھا۔ آطو اپنے نواسے کو بغل میں دبا کے پھر اس کمرے میں واپس آ گئی۔ مخبر وہاں سے جا چکا تھا۔ آطو کو کمرے میں آتے ہوئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ دو مسلح سپاہی وہاں پہنچے۔ ان

دو میں ایک وہی شرابی خواجہ سرا تھا جس نے شراب کے نشہ میں ہرمقس کا راز فاش کیا تھا۔

اس نے بڑی بی سے دریافت کیا۔

"کیا خانقاہ سیلی کے بڑے کاہن انیمت کا گھر یہی ہے؟"

بوڑھی آطو نے دل میں اٹھتے ہوئے جذبات کو دبایا اور کراری آواز میں جواب دیا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ یہ سیلی کے بڑے کاہن انیمت کا گھر ہے"۔ پھر وہ اور زیادہ سنبھل کے بولی۔۔۔۔۔ "اے لو میری عقل پر پتھر پڑیں۔ میں نے مہمانوں کو کھانے پینے کے لیے پوچھا ہی نہیں۔ تم لوگ مسافر معلوم ہوتے ہو اور کہیں دور سے آ رہے ہو۔ میں تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ لاتی ہوں"۔

یہ کہتی ہوئی بڑھیا باہر راہداری میں چلی گئی۔ اس کا نواسہ جو اس وقت ہرمقس کے قیمتی اور صاف شفاف کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کے ساتھ ہی تھا۔ آطو ان کے لیے دودھ اور شہد لے کے واپس آ گئی۔ نواسہ بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آ گیا۔

دودھ اور شہد پینے کے بعد شرابی خواجہ سرا نے بچہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"مائی۔ یہ بچہ کس کا ہے؟"

آطو نے ایک بار پھر دل میں اٹھتے طوفان کو دبایا اور اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ بچہ خانقاہ کے بڑے کاہن انیمت کا بیٹا ہے اس کا نام شہزادہ ہرمقس ہے اور یہ مصر کی آئندہ امیدوں کا مرکز ہے۔ یہی وہ بچہ ہے جس کے بارے اس کی ماں نے مرنے سے پہلے تقدیر کی دیوی حاسور کے حکم سے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر مصر کا بادشاہ ہو گا اور ہم تم سب پر حکومت کرے گا"۔

آطو کی یہ بات سن کر دونوں نے ایک زور دار قہقہ لگایا اور ان میں ایک نے تلوار نکال کر معصوم بچے پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر اس کے تن سے جدا ہو گیا۔ دوسرے نے جو وہی شرابی خواجہ سرا تھا' بچہ کا سر ایک رومال میں باندھ لیا پھر آطو کو

مخاطب کیا۔

"بڑی بی۔ جب بڑا کاہن انیمت واپس آئے تو اسے بے سر کا یہ دھڑ دے دینا اور اس سے کہنا کہ لو سنبھال لو اپنے چہیتے کو جس کے بارے میں تم رنگین خواب دیکھتے تھے اور تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ بڑا ہو کر مصر کا فرعون بنے گا"۔

یہ کہہ کے وہ دونوں نقلی ہرمقس کا سر لئے کمرے سے نکل گئے۔ اس وقت آطو کے دل کا کیا حال ہوا ہو گا۔ آطو واقعی بڑی وفادار اور بڑے دل گردے کی عورت تھی اسے معلوم تھا کہ اس کا نواسہ قتل کر دیا جائے گا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے ہی خون کو ہرمقس کے کپڑے پہنا کے قاتلوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے خلوص اور وفاداری کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

شاہی سوار جب نقلی ہرمقس کو قتل کر کے راہداری سے گزرے تو اسی وقت دوسرے کمرے سے ہرمقس جو آطو کے نواسے کے کپڑوں میں تھا' باہر نکلا۔ اسے دیکھ کے یہ قاتل ایک لمحے کے لیے ٹھٹکے پھر آگے بڑھ گئے۔ وہ اپنے خیال میں تو ہرمقس کو قتل کر چکے تھے اور اس کا سر ان کے پاس تھا اس لیے انہوں نے اصلی ہرمقس سے کچھ نہ کہا اور واپس چلے گئے۔

شاہی سواروں کے جانے کے بعد بچے کے ماں باپ یعنی آطو کی بیٹی اور داماد آئے انہوں نے اپنے بیٹے کی بغیر سر کے لاش دیکھی تو سر پیٹ لیا پھر جب آطو نے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا انہیں بوڑھی آطو پر سخت غصہ آیا انہوں نے آطو کو بہت برا بھلا کہا۔ بچے کے باپ کو تو اتنا غصہ آیا کہ اس نے بیوی سے کہا کہ آطو نے میرے بیٹے کو ہرمقس کے بجائے قتل کرایا ہے اب میں آطو اور ہرمقس دونوں کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں گا۔

خوش قسمتی سے اس وقت ہرمقس کا باپ وہاں پہنچ گیا۔ اس کے آجانے سے آطو اور ہرمقس کی جان بچ گئی ورنہ مرنے والے بچے کا باپ ان دونوں کو ضرور قتل کرا دیتا ہرمقس کے باپ کو جب آطو نے تمام حالات سنائے تو اس نے آطو کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس کے بیٹی اور داماد کو یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی کہ ہرمقس کو مصری خداؤں نے تمہارے بیٹے کی قربانی دے کر بچایا ہے۔ اب وہی خدا

تم دونوں کو اس کا اجر دیں گے۔

قتل ہونے والے بچے کی ماں تو چپ ہو گئی کیونکہ وہ آطو کی بیٹی اور ہرمقس کی دایہ تھی مگر بچے کا باپ اور زیادہ بگڑ گیا اور مارنے مرنے پر تل گیا۔ انیمت نے جب دیکھا کہ وہ کسی طرح مانتا ہی نہیں تو اس نے آدمیوں کو آواز دے کر بلایا اور بچے کی ماں اور باپ کو پکڑ کر خانقاہ کے ایک کمرے میں بند کر کے باہر سے بڑا قفل لگا دیا تاکہ وہ اس واقعہ کی کسی اور کو اطلاع نہ دے سکیں اور ہرمقس کی زندگی محفوظ رہے۔

جب نقلی ہرمقس کا سر مصر کے بادشاہ بطلیموس الیطس کے حضور پیش کیا گیا تو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے سر کو بالوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اسے اپنے جوتے سے کئی ٹھوکریں ماریں۔ پھر اس نے اپنے دربار کی ایک لڑکی کو طنزیہ انداز میں حکم دیا۔

"اس سر کو لے جاؤ اور اسے پھولوں اور موتیوں سے سجا کے لاؤ۔ چونکہ اس سر میں مصر کا فرعون ہونے کا دعویٰ تھا اس لیے ہم سب اس کے سامنے اپنے سروں کو جھکائیں گے"۔

"شاہ بطلیموس نے یہ الفاظ طنزیہ انداز میں سر کی توہین کرنے کے لیے کہے تھے مگر دربار کی وہ لڑکی جسے شاہ نے سر کو سجانے کا حکم دیا تھا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی شوخ اور دریدہ دہن نکلی۔ اس سر کو زمین سے اٹھاتے ہوئے شاہ مصر سے کہا۔

"عالی جاہ۔ یہ سر اس قابل ہے۔ دراصل اس نے مصر کے سب سے بڑے فرعون "اسیرس" بننے کا ارادہ کیا تھا اور یہ فرعون اسیرس تھا اس لیے اس مسند بھی موت کی آغوش ہونا چاہیے"۔

بطلیموس الیطس' مصری فرعونوں کی روحوں سے بہت ڈرتا تھا۔ اسے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کے مرنے کے بعد اس کی روح کو فرعون اسیرس کے حوالے نہ کر دیا جائے پس وہ لڑکی کی زبان سے "اسیرس" کا نام سن کر اس قدر خوفزدہ اور منغض ہوا کہ اس نے اس لڑکی کے قتل کا بھی اسی وقت حکم دیا اور کہا۔

"جا تو بھی "اسیرس" کے پاس چلی جا اور وہاں اس کے سامنے سجدے کرتی رہ"۔

اس طرح اس شوخ زبان لڑکی کی زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی شاہ مصر الیطس جلدی ہرمقس (نقلی) کے قتل کے واقعہ کو بھول گیا اور پھر پہلے کی طرح شراب و شباب کے مزے لوٹنے لگا۔ جب وہ زیادہ پریشان ہوتا تو حد سے زیادہ شراب پی کے بانسری بجاتا رہتا۔

اس طرح دن گزرتے رہے اور ہرمقس' خانقاہ سیلی میں بڑے کاہن انیمت کے لیے پالک کے طور پر بڑھتا اور پلتا رہا۔ کاہن نے ہرمقس کے بارے میں اعلان کر دیا تھا کہ یہ بچہ اس کی آیا آطو کا نواسہ ہے جسے اس نے گود لے لیا ہے۔

کاہن کا بیٹا ہرمقس' خانقاہ سیلی میں پل کے جوان ہو گیا۔ اس دوران ہرمقس نے مصر کے قدیم علوم کا گہرا مطالعہ کیا اور اس میں مہارت حاصل کی۔ یہ علوم اس نے کچھ تو اپنے باپ یعنی خانقاہ کے بڑے کاہن انیمت سے پڑھے اور حاصل کئے اور جن علوم میں وہ ماہر نہ تھا اس کے لیے اسے دوسرے استادوں کو خانقاہ میں بلوا کر تعلیم دلائی اور اسے تمام قدیم علوم میں ماہر کر دیا۔

ہرمقس نے ذہنی صلاحیتوں کے علاوہ جسمانی ریاضت پر بھی کافی توجہ دی۔ وہ اپنی صحت کا بہت خیال رکھتا۔ اس کا سینہ چوڑا' بازو مضبوط' بال گھنگھریالے اور لانبے تھے۔ ہرمقس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں بڑا سحر تھا اور یہی چیز اسے دوسرے نوجوانوں سے ممتاز کرتی تھی۔ مجموعی اعتبار سے اسے جوان رعنا کہا جا سکتا تھا جسے اگر جوان لڑکی دیکھتی تو ایک بار ٹھٹک کر ضرور کھڑی ہو جاتی۔

ہرمقس کو اپنی جسمانی طاقت پر بجا طور پر ناز تھا۔ اسے شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا کیونکہ اس نے شمشیر زنی کی مہارت حاصل کی تھی اور وہ لانبے برچھے سے جنگل میں شکار کھیلنے جایا کرتا تھا۔ اس کا باپ انیمت اسے شکار کھیلنے سے ہمیشہ منع کیا کرتا تھا۔ یہ بات ہرمقس کو بہت ناگوار گزرتی تھی۔

ایک دن اس نے باپ سے کہا۔

"بابا۔ ابوطیس کے تمام جوان جنگل میں شکار کھیلنے جاتے ہیں مگر آپ مجھے شکار کھیلنے سے منع کرتے ہیں۔ آخر کیوں۔ اس کی کوئی وجہ بھی ہو گی؟"

اس کے باپ انیمت نے جو سفید بال روئی کے گالوں کی طرح اس کے سر پر

جے ہوئے تھے جواب دیا۔

"ہرمقس۔ تو اور تیرا کام عام جنوانوں سے مختلف ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تو شکار کھیلنے میں وقت ضائع کرے یا پھر کسی جانور کا زخم کھا کر اپنے ہاتھ پیروں کو بیکار کر لے"۔

"بابا---" ہرمقس نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "میں یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ آخر آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔ مجھے اس کی وجہ بتائیے"۔

"وقت آنے پر تجھے اس کیوجہ معلوم ہو جائے گی" انیمت نے یہ کہہ کر اسے ٹالا۔

مگر ہرمقس اس کے سر ہو گیا۔

"وہ وقت کب آئے گا بابا؟ اس نے دوسری طرح سوال کر دیا انیمت نے اسے پھر الجھا دیا۔ اس نے کہا۔

فکر نہ کر ہرمقس۔ وہ وقت آ گیا ہے۔ بہت جلد تجھ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا بلکہ میں خود تجھے بتاؤں گا"۔

ہرمقس نے آگے سوال نہ کیا اور خاموش ہو گیا۔

ابوطیس کی آبادی میں ہرمقس کا ایک دوست نما دشمن تھا۔ وہ اسی کی طرح جوان تھا مگر لوگوں کی نظریں اس کے بجائے ہرمقس پر پڑتی تھی۔ سب لوگ ہرمقس کی تعریف کرتے تھے اور ہرمقس سے اس کی دشمنی کی یہی وجہ تھی۔

ایک روز اس کے جانوروں کے گلے میں ایک شیر گھس آیا پتہ نہیں اس منافق جوان نے اسے کس طرح مار ڈالا ۔ اب کیا تھا اس نے اپنی بہادری اور جرات کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا اس نے اپنی بہادری کے قصے ہرمقس کو سنا سنا کے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ ہرمقس اس کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ اس کو ٹالتا رہا اور اس کے منہ نہیں لگا۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ اس بدبخت منافق نے ابوطیس کی بستی والوں میں یہ اعلان کر دیا کہ ہرمقس جو اپنی بہادری کے دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس نے آج تک صرف گیدڑوں اور ہرنوں کا شکار کیا ہے۔ اگر وہ بہادر ہوتا تو میری طرح شیر کا شکار کرتا۔

ہرمقس اگرچہ سترہ سال کا ایک خوبصورت اور طاقتور جوان تھا پھر وہ ٹھنڈے مزاج کا انسان تھا مگر جب اس نے یہ سنا کہ اس کے دوست نے بستی والوں کے سامنے اسے بزدل کا طعنہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ بہادر ہے تو کسی شیر کو مار کے دکھائے تو ٹھنڈے مزاج کا یہ جوان بھڑک اٹھا۔

ہرمقس نے خود کبھی اپنی بہادری کا دعوی نہیں کیا تھا۔ بستی والے خود ہی اس کی بھرپور جوانی اور شہ زوری کی تعریف کرتے تھے یہ بات اور تھی کہ وہ لوگوں کی تعریف سے خوش ہوتا تھا۔ مگر اپنے دوست کے وہ اس طعنہ کو برداشت نہ کر سکا۔

ایک دن جب ہرمقس کا باپ گھر پر نہیں تھا تو وہ اپنے حریف سے ملاقات کرنے گیا اس کے پاس جانے کے دو مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ اسے اس کی لاف زنی سے روکا جائے دوسرے یہ کہ اس سے کوئی ایسا معاملہ کیا جائے کہ وہ ہرمقس کے مقابلہ پر آ جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ دونوں میں سے زیادہ بہادر کون ہے۔

ہرمقس جب اپنے حریف کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً اپنی ڈینگیں مارنا شروع کر دیں اور ہرمقس کو طعنہ دیا کہ اگر وہ واقعی بہادر ہے تو بت خانہ کی پشت پر جو نہر بہتی ہے وہاں جائے۔ نہر کے پاس جو جھاڑیاں ہیں ان میں ایک شیر رہتا ہے اسے مار کے دکھائے۔ ورنہ چوڑیاں پہن کے گھر میں بیٹھ جائے۔

ہرمقس کو غصہ سوار ہو گیا تھا اس نے اپنے حریف سے کہا۔

"چلو دوست ۔ ہم دونوں وہاں چلتے ہیں اور شیر کو للکار کے اس کا خاتمہ کرتے ہیں؟"

ہرمقس کی اس پیش کش سے اس کا دوست گھبرا گیا۔ اس نے کہا۔

"ہرمقس تم پاگل ہو گئے ہو۔ شیر کا شکار تو بہت سے آدمی مل کے کرتے ہیں۔ ہم دونوں اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔ وہ ہمیں چیر پھاڑ کے ختم کر دے گا"۔

ہرمقس نے کہا۔

"واہ یار۔ ابھی تو تم ڈینگیں مار رہے تھے کہ میں نے شیر کو یوں مارا' دوں مارا اور اب تم میرے ساتھ جانے سے کترا رہے ہو۔ یہی تمہاری بہادری ہے کیا؟"

ہرمقس کے تاؤ دلانے پر اس کا حریف اکڑ گیا۔ بولا۔

"اچھا تم یہیں ٹھہرو۔ میں اپنا سامان لے کے ابھی آتا ہوں"۔

ہرمقس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا سامان لے آؤ۔ میں اپنا سامان لاتا ہوں۔ پھر دونوں مل کے شیر کا شکار کرنے چلیں گے"۔

دونوں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ہرمقس اپنا لمبا برچھا لے کر آ گیا اور اس کا حریف تیر کمان اور ایک بڑا چاقو لے آیا۔ اب یہ دونوں نہر کی طرف شیر کے شکار کے لیے روانہ ہوئے۔

نہر پر پہنچ کے ہرمقس کے حریف نے کہا۔

"ہمیں یہیں ٹھہرنا ہو گا۔ میں سامنے کی جھاڑیوں میں تیر پھینکتا ہوں اگر شیر وہاں موجود ہے تو باہر آ جائے گا-----"

"اور ہم دونوں اس کا شکار کریں گے----" ہرمقس نے اس کی بات کاٹ کے خود جملہ پورا کر دیا۔

پس حریف نے کمان میں تیر چڑھا کے جھاڑیوں کو نشانہ بنا کر تیر چھوڑ دیا۔ اس وقت جھاڑیوں میں واقعی شیر موجود تھا۔ تیر اس کی پشت پر لگا اور وہ اچھل کے جھاڑیوں کے باہر آ گیا۔ شیر اس وقت سخت غصہ میں تھا اور اتنے زور زور سے دہاڑ رہا تھا کہ پیروں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوتی تھی۔

ہرمقس نے حریف کو جو اس سے آگے کھڑا تھا' مشورہ دیا۔

"جلدی سے ایک تیر اور چلاؤ تاکہ شیر کچھ اور زخمی ہو جائے"۔

مگر اس کے حریف کے شیر کی گرج سے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ وہ ایسا دہشت زدہ ہوا کہ کمان میں تیر جوڑنا تو الگ رہا۔ اس کے ہاتھ سے کمان ہی چھوٹ گئی اور وہ چلاتا ہوا ایک طرف کو بھاگ پڑا۔ مگر وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی اس لیے وہ ادھر ادھر بھاگ کے ہرمقس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔

ہرمقس اپنا برچھا سنبھالے تیار کھڑا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اب شیر اس پر حملہ آور ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شیر نے اپنے اگلے پنجوں پر زور دے کر اپنا سر آگے کی

طرف جھکایا اور ہوا میں اچھلا ہرمقس کو محسوس ہوا جیسے ہوا کا ایک تیز جھونکا اس کے سر پر سے گزر گیا ہے۔ شیر دراصل ہرمقس پر گرنے کے بجائے اس کے اوپر سے تیرتا ہوا کچھ دور پیچھے جا کر گرا تھا۔

ممکن ہے شیر ہرمقس کو نہ نشانہ بنانا چاہتا ہو اور اس نے تیر چلانے والے کو پہچان لیا ہو جو اس کے پیچھے کھڑا تھا ہرمقس نے شیر کے زمین پر آتے ہی اپنا رخ بدل لیا تھا اور مقابلے کے لیے تیار تھا۔ شیر نے زمین پر آتے ہی اپنا رخ بدلا اور اگلے پنجوں پر زور دے کر پھر اچھلا اور ہرمقس کے حریف پر گرا۔ شیر نے گرتے وقت ہرمقس کے حریف کے سر پر اس قدر زور سے طمانچہ مارا کہ وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے غبارے کی ہوا نکل جاتی ہے۔

ہرمقس کے حریف کا خاتمہ کر کے اب شیر نے ہرمقس کی طرف نشست باندھی۔ ہرمقس پوری طرح تیار تھا اور برچھے کو پوری مضبوطی سے پکڑے کھڑا تھا۔ شیر حیت کر کے ہرمقس کے سر پر گرا کہ اس پر طمانچہ مار کے اسے بھی چپاتی بنا دے مگر ہرمقس کا لمبا برچھا ہوا میں لہرایا اور جب شیر اس کے سر پر گرا تو ہرمقس نے اپنی پوری جسمانی طاقت کا زور لگا کر برچھا شیر کی گردن پر مارا اور اس کا برچھا شیر کی گردن کے پار ہو کر گردن ہی میں لٹک گیا۔

شیر کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ ہرمقس پر حملہ کرنے کے بجائے وہ گردن کو جھٹکے سے چبھا ہوا برچھا نکالنا چاہتا تھا۔ مگر برچھا ہر جھٹکے اور شیر کی ہر چھلانگ پر اسے پہلے سے زیادہ زخمی کر رہا تھا۔ شیر کئی بار زمین سے اچھلا اور گرا اور ہر بار اس کی طاقت میں کمی واقع ہوتی گئی۔ یہاں تک ایک بار وہ بے دم ہو کر ایسا گرا کہ پھر زمین سے سر نہ اٹھا سکا اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

ہرمقس کے ایک طرف اس کے حریف کی لاش پڑی تھی تو دوسری طرف ایک خوفناک شیر اس کے برچھے کا شکار ہو کر زمین پر گرا پڑا تھا۔ ہرمقس بڑا حیران تھا کہ وہ کونسی طاقت تھی جس نے اس کے برچھے کو شیر کی گردن پر بالکل صحیح نشانہ پر ایسا بٹھایا کہ اس نے شیر کی جان ہی لے کر چھوڑی اور اتنی مختصر مدت میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

ہرمقس یہی سوچ رہا تھا کہ ایک طرف سے اس کی بوڑھی انا آطو بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے ہرمقس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ آطو جنگل میں جڑی بوٹیاں تلاش کر کے مختلف امراض کی دوائیں تیار کرتی تھی۔ اس وقت وہ اسی کام سے جنگل میں آئی تھی اس نے شیر کی آواز سنی تو ایک کونے میں دبک گئی جب شیر کی دہاڑ ختم ہوئی تو وہ نکل کے باہر آئی اور اسے اس کا ہرمقس نظر آیا جس کے پاس ہی شیر مرا پڑا تھا۔

انا آطو نے ہرمقس کو گلے لگانے کے بعد اسے اپنے سے الگ کیا پھر ایک عالم سرشاری اور بے خودی میں بولی۔

"ہرمقس۔ بے شک تو شہزادہ ہے۔ تو ہی پرانے فرعونوں کی آخری نشانی ہے۔ تو ہی مصر کا آئندہ فرعون ہو گا۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ تیری ماں نے مرتے وقت سکرات کے عالم میں کہا تھا کہ ہرمقس کی حفاظت کرنا کیونکہ مقدر کی دیوی نے اسے بتایا ہے کہ ہرمقس جوان ہو کر یونانی بادشاہ بطلیموس ایلیٹس کو مصر سے نکال باہر کرے گا اور وہ خود مصر کا فرعون بن کر پورے مصر پر بادشاہت کرے گا۔ اب تو جوان ہو گیا ہے اور تیرے فرعون بننے کا وقت آ گیا ہے اگر تو آئندہ کا فرعون نہ ہوتا تو پھر اس خوفناک شیر کو ایک برچھے سے کیسے مار سکتا ہے تو مصریوں کی امیدوں کا آخری سہارا ہے۔ تیری ماں نے تاکید کی ہے کہ تو دنیا کے لہو لعب سے دور رہے اور عورت کے پھندے میں نہ آتے اور اپنی زندگی کو پاک رکھے اگر تو نے نیک راستہ چھوڑ کر شیطانی راستہ اختیار کیا تو تجھ پر دیوتاؤں کی ایسی لعنت پڑے گی کہ تجھے دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کی بھی جرات نہ ہو سکے گی۔۔۔۔"

ہرمقس کی بوڑھی انا نے وقت سے پہلے ہی اس کا راز کھول دیا۔ یہ وہی راز تھا جو سولہ سال پہلے انا آطو کے معصوم نواسے کی جان لے چکا تھا جسے بطلیموس کے سواروں نے ہرمقس کے دھوکے میں قتل کر دیا تھا۔

اس کے بعد بوڑھی انا نے ہرمقس کے زخموں پر چند جڑی بوٹیاں کچل کر مرہم کے طور پر لگا دیں۔ اس وقت ان کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہرمقس کی بہادری کی بہت تعریف کی اور اس کے حریف کی لاش کو ابوطیس اٹھا لے

گئے۔ ہرمقس انا کے انکشاف پر خوش بھی تھا اور متعجب بھی۔ اب اسے بھی تھوڑا تھوڑا یقین ہو چلا تھا کہ اس میں واقعی کوئی غیر معمولی طاقت موجود ہے ورنہ ایسے زبردست شیر کو صرف ایک برچھے کے زور پر ختم کر دینا کسی انسان کے لیے ممکن نہ تھا۔

یہی باتیں سوچتا ہوا وہ اپنے گھر کی طرف واپس ہوا۔ انا کی باتیں صرف ہرمقس نے ہی سنی تھیں کیونکہ لوگوں کے جمع ہوتے ہی اس چالاک بڑھیا نے اپنی بات کا رخ بدل دیا تھا۔

جب ہرمقس خانقاہ سبلی میں داخل ہوا تو رات کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا۔ ہرمقس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ اس پر اپنے باپ یا سرپرست انیمت کا خوف طاری ہو گیا تھا۔ اسے اب تک یہ نہیں معلوم تھا کہ خانقاہ کا بڑا کاہن انیمت اس کا سگا باپ ہے یا اس نے ہرمقس کو پالا ہے۔

ہرمقس نے کبھی یہ سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی کہ بڑا کاہن اس کا کیا لگتا ہے اسے تو صرف یہ معلوم تھا کہ کاہن کو اس خانقاہ میں سب سے زیادہ محبت تھی وہ ہرمقس ہی تھا۔ کاہن نے اسے اپنی اولاد کی طرح خود تعلیم دی تھی اور اس کے لیے ان استادوں کو بھی خانقاہ میں بلوایا تھا جو مصر قدیم کے تمام عقلی اور نقلی علوم سے واقف تھے۔ کاہن نے اسے یہ بھی بتایا تھا یہاں علم حاصل کرنے کے بعد اسے کچھ علوم کے حصول کے لیے دور دراز کے علاقوں میں بھی جانا ہو گا جس کے لیے ہرمقس نے خود کو تیار کر لیا تھا۔

خانقاہ کے مختلف راستے طے کرتا ہوا جب ہرمقس اس کمرے کے دروازے پر پہنچا جس کے اندر اس کا سرپرست باپ ہاتھی دانت کی ایک کرسی پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک پتھر کی میز رکھی تھی جس پر کاغذات بکھرے تھے اور ان کاغذات پر زندگی اور موت کے نقوش ثبت تھے۔ ہرمقس یہ نہ اندازہ کر سکا کہ اس کا سرپرست اس وقت سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کی پشت ہرمقس کی جانب تھی۔

ہرمقس کے ہاتھ میں اس وقت بھی وہ خون آلود برچھا تھا جس سے اس نے شیر

کا خاتمہ کیا تھا۔ انیمت نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ جنگل میں جانا اور شکار کھیلنا چھوڑ دے۔ اس نے چونکہ کاہن کے کہنے کی نافرمانی کی تھی اس لیے وہ ڈر رہا تھا کہ وہ اپنی صفائی کن الفاظ میں پیش کرے گا۔

ہرمقس انہی خیالات میں گم تھا کہ بوڑھے کاہن کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے بغیر ہرمقس کی طرف گھومے ہوئے کہا۔

"اندر آجا ہرمقس"۔

اس آواز کے ساتھ ہی ہرمقس خون آلود پر چھالٹے ہوئے کاہن کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کاہن سے بالکل جھوٹ نہیں بولے گا اور صاف صاف اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے معافی مانگے گا۔

لیکن ہرمقس کو کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا بوڑھے کاہن نے بغیر منہ موڑے ہرمقس کو مخاطب کیا۔

"اے نادان ہرمقس تو نے شیر کا شکار کھیلنے کی غلطی کیوں کی جبکہ میں نے تجھے جنگل میں جانے اور شکار کھیلنے سے منع کر دیا تھا"۔

ہرمقس، کاہن کے سوال پر حیران رہ گیا۔ اس خانقاہ میں ہرمقس کے علاوہ بوڑھی انا آطو اور اس کی بیٹی جو اس وقت ہرمقس کی دیکھ بھال پر مامور تھی کوئی اور دوسرا نہ رہتا تھا۔ بوڑھی آطو کو وہ شیر کے پاس چھوڑ کے آ رہا تھا۔ اس کی بیٹی اس حادثہ کے وقت ہرمقس کو کہیں دکھائی نہ دی تھی اور اگر وہ وہاں تھی بھی تو وہ کاہن کے پاس ہرمقس سے پہلے کیسے پہنچ سکتی تھی۔

"ہرمقس تو نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟" کاہن نے ہرمقس کی طرف سے جواب نہ پا کر دوبارہ سوال کیا۔

"مقدس باپ"۔ ہرمقس اسے مقدس باپ کے لقب سے پکارتا تھا "آپ کے سوال کا جواب تو میں بعد میں دوں گا۔ پہلے مجھے یہ بتائیے کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں شیر کا شکار کھیلنے گیا تھا۔

اس وقت بوڑھا کاہن انیمت معہ اپنی کرسی کے ہرمقس کی طرف گھوما اور بولا۔

"اے ہرمقس۔ کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میری ان ظاہری آنکھوں کے علاوہ میرے پاس اور کوئی طاقت نہیں جو تیرا۔ پیچھا کر سکے"۔

ہرمقس نے جواب دینے کی کوشش کی مگر اس کے ذہن میں کوئی معقول جواب نہیں آ سکا۔ اس لیے صرف کاہن کی طرف دیکھ کے رہ گیا۔

کاہن نے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیا۔

"اے ہرمقس۔ یہ میری دعا کا اثر تھا کہ جب شیر نے تجھ پر پہلی دفعہ جست لگائی تھی تو وہ تجھ پر گرنے کے بجائے فضا میں تیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ شیر نے جست لگائی تو وہ تجھ پر گرنے کے بجائے میری دعا سے تیرے دوست پر گرا۔ اور وہ بھی میری دعا تھی کہ جب شیر نے جست لگا کر تیرے سر پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی تو تیرا برچھا اس کی گردن میں ایسا پیوست ہو گیا کہ اس نے شیر کی جان لے کر ہی چھوڑی"۔

"اے مقدس باپ۔ آپ نے بالکل درست فرمایا۔ بالکل ہی ایسا ہوا تھا"۔ ہرمقس نے اقرار کیا۔ جہاں تک شیر کا شکار کھیلنے کا تعلق ہے تو یہ یقیناً میری غلطی تھی اور میں نے سراسر آپ کی حکم عدولی کی ہے۔ میں اس سلسلے میں معافی کے ساتھ ساتھ سزا بھگتنے پر آمادہ ہوں۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرے دوست نے مجھے بزدلی کے طعنے دے دے کر میرا کلیجہ چھلنی کر دیا تھا اور یہ غلطی میرے اسی جذبہ کا ایک اظہار تھا"۔

"ہاں مجھے معلوم ہے کہ میرے دوست نما دشمن نے تجھے بہت طعنے دیئے تھے---" بوڑھے کاہن نے کہا--- "خیر اسے اپنے کئے کی سزا مل گئی مگر اب تجھ سے ایسی غلطی نہ ہونا چاہیے کیونکہ تجھے اب جو کام سونپا جا رہا ہے اس کا یہ تقاضہ ہے کہ تو خود کو دنیا کے تمام جذبوں سے آزاد کر لے۔ تجھ پر نہ تو کسی طعنہ کا اثر ہونا چاہیے اور نہ اپنی تعریف کا۔ تیرے راستے میں سب سے بڑا روڑا کسی عورت کی محبت ہو سکتی ہے اس لیے تجھے اس بات کے لیے خود کو تیار رکھنا چاہیے کہ تو نہ تو خود بغیر میرے حکم کے کسی عورت کے قریب جائے گا اور نہ اس کے فریب میں آئے گا"۔

"بابا----" ہرمقس کی زبان سے بیساختہ نکلا۔ پہلے وہ انیمت کو بابا ہی کہتا تھا

لین جب ہوش آیا اور اچھے برے کی تمیز ہوئی تو اس نے اسے بابا کے بجائے مقدس باپ کہنا شروع کر دیا۔

پس اس نے فوراً" اپنی اصلاح کی اور کہا۔

"مقدس باپ۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ اور آطو مجھے دنیا کی دلچسپیوں سے کیوں دور رکھنا چاہتے ہیں۔ بوڑھی آطو نے بھی وہاں عجیب و غریب باتیں کی تھیں۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کا دماغ چل گیا ہے"۔

"نہیں نہیں ہرمقس۔ ایسی بات نہیں ہے"۔ انیمت نے جواب دیا۔ "آطو اگرچہ تمہاری انا اور ہماری ملازمہ ہے مگر اس نے ہمارے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے کہ اس کے اس احسان کے بوجھ سے ہماری گردنیں رہتی دنیا تک نہیں اٹھ سکتیں"۔

"مگر مقدس باپ۔۔۔۔" ہرمقس نے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کہا "آطو کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ میں مصر کا ہونے والا فرعون ہوں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں ہوں۔ کون ہوں اور کیا بننے والا ہوں؟"

بوڑھے انیمت نے بڑے پیار سے کہا۔

"میرے قریب آ اور میری پیشانی کو بوسہ دے پھر میں تجھے بتاؤں گا کہ تو کون اور کیا ہے؟"

ہرمقس اپنا برچھا ایک طرف رکھ کر انیمت کی طرف جھکا اور اس نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

انیمت نے خوش ہو کے کہنا شروع کیا۔

"میرے بچے میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو کون ہے اور تجھے کونسی ذمہ داری سونپی جانے والی ہے"۔

ہرمقس ہمہ تن گوش ہو گیا اور انیمت نے اپنے خیالات کو تربیت دینا شروع کیا ذرا دیر بعد بوڑھے کاہن نے سر اٹھا کر کہنا شروع کیا۔

"ہرمقس۔۔۔۔ تو میرا لے پالک نہیں بلکہ میرا خون ہے۔ میرا اصل بیٹا ہے۔ تو ڈیڑھ دو سال کا تھا کہ تیری ماں نے انتقال کیا مگر اس نے مرنے سے پہلے یہ پیشین

گوئی کی ہرمقس جوان ہو کر بطلیموس الیطس کو مصر سے نکال باہر کرے گا اور یہاں پھر سے مصر کے پرانے خاندان کی بادشاہت قائم کرے گا جس کا تو خود پہلا فرعون ہو گا۔ یہ پیشین گوئی کرنے کے بعد تیری ماں انتقال کر گئی۔ مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یہ راز افشا ہو کر بطلیموس الیطس کے کانوں تک پہنچا تو وہ تیری جان کے درپے ہو جائے گا مگر تقدیر کی دیوی حاسور نے تیری قسمت میں لکھ دیا تھا کہ راز افشا ہو تو مصائب کا سامنا کرے۔

پس راز کسی طرح افشا ہو گیا۔ بطلیموس الیطس کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ خانقاہ سلی کے بڑے کاہن کا بیٹا ہرمقس اپنی بادشاہی کا دعوی کرے گا اور اسے مصر سے بے دخل کر دے گا تو اس ظالم نے اسکندریہ سے چند شاہی سوار ابوطیس روانہ کئے کہ وہ تجھے تلاش کر کے تیرا خاتمہ کر دیں مگر قدرت کو تیرا بچانا مقصود تھا۔ جس وقت اسکندریہ کے قابل خاقانہ میں پہنچے تو اس سے کچھ ہی دیر پہلے تیری انا بوڑھی آطو کو یہ خبر مل گئی کہ شاہ بطلیموس کے آدمی تو قتل کرنے کے لیے خانقاہ میں داخل ہونے والے ہیں۔

اس وقت اس بوڑھی آیا آطو نے ایک ایسی قربانی پیش کی جس کا احسان میں عمر بھر ادا نہیں کر سکتا۔ آطو نے اپنے دل پر جبر کر کے اپنے سگے نواسے کو جو تیری عمر کا تھا تیرے کپڑے پہنا دیئے اور اس کے کپڑے تجھے پہنائے۔ جب قاتل خانقاہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بڑے کاہن کے بیٹے ہرمقس کے بارے میں دریافت کیا تو وفادار آطو نے اپنے نواسے کو ہرمقس کے نام سے ان کے سامنے پیش کر دیا۔ چونکہ وہ تیرے کپڑے پہنے تھا اس لیے قاتل دھوکہ کھا گئے تو آطو کے نواسے کو قتل کر کے اس کا سر اپنے ساتھ لے گئے۔۔۔۔"

"آہ میری بوڑھی آطو۔۔۔۔" ہرمقس کے منہ سے ایک سرد آہ نکل گئی۔

"بے شک آطو دنیا کی عظیم عورت ہے"۔ کاہن انیمت نے کہا۔ اسی لیے میں اس کی بے حد عزت کرتا ہوں اب آگے سن میرے بیٹے۔ اس وقت ارض خیم (مصر) میں صرف میں اور تم دو ایسی ہستیاں موجود ہیں۔ جن کی رگوں میں قدیم مصر بادشاہوں کا خون گردش کر رہا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مصر کی پاک سرزمین پر پہلے

ایرانیوں نے قبضہ کیا اس کے بعد مقدونیہ (یونان) والے قابض ہو گئے یہ خیال رہے کہ یہ یونانی جو اپنے آپ کو بطلیموس کا وارث کہتے ہیں پچھلے تین سو برسوں سے ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ یہ ہمیں اپنے خداؤں کی عبادت نہیں کرنے دیتے اور ہمیں کتوں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں"۔

میرے مقدس باپ بڑے کاہن انیمت نے اتنا کہنے کے بعد ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ پھر میز پر رکھے ہوئے ایک گلاس سے پانی پیا پھر کہا۔

"اے ہرمقس بتا کیا میری باتیں تیری سمجھ میں آ رہی ہیں"۔

"ہاں میرے مقدس باپ۔ میں بڑی توجہ سے آپ کی باتیں سن رہا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

میرے باپ نے کہا۔

"اے ارض خیم کے مقدس ہرمقس۔ خیم کے تمام لوگوں نے تجھے اپنا بادشاہ چن لیا ہے۔ تیرے نام کا اعلان بہت سے عبادت خانوں میں کیا جا چکا ہے۔ آج تیرے امتحان کا یہ پہلا موقع تھا۔ چونکہ تجھے ارض خیم کو بطلیموسیوں کے ظلم و ستم سے آزاد کرانا ہے اس لیے تجھے دنیا کی تمام لالچوں اور ترغیبات سے منہ پھیرنا پڑے گا۔ آج تو نے اپنے حریف کے طعنوں سے مجبور ہو کے شیر کا شکار کیا یہ تیری کمزوری تھی۔ تجھے کسی قسم کی ترغیب ' لالچ یا طعنوں کی پرواہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ تیرا نصب العین بہت عظیم ہے اور تجھے مصر کا آئندہ مالک بننا ہے۔ اس لیے تجھے اس طرح کے کئی اور امتحانوں سے گزرنا ہو گا تاکہ تیرے ارادوں میں پختگی پیدا ہو"۔

"اے میرے مقدس باپ" ہرمقس نے معذرتانہ انداز میں کہا۔ "میری اس پہلی غلطی اور کمزوری کو معاف کیا جائے۔ میں آئندہ اس قسم کی غلطی نہیں کروں گا"۔

"ٹھیک ہے میرے بیٹے"۔ کاہن نے جواب دیا۔ "اب میں تجھے ان خانقاہوں میں بھیج رہا ہوں جہاں تیری آخری تربیت ہو گی اور تجھے مصر کے بادشاہ ہونے کی وہ تمام باتیں سکھائی اور پڑھائی جائیں گی جن کی تجھے آئندہ ضرورت پڑے گی"۔

"میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں اے میرے مقدس باپ" ہرمقس نے

مضبوط لہجے میں کہا۔

ہرمقس کے باپ نے کہا۔

"اے میرے بیٹے اب تو جا اور ان باتوں پر غور کر جو باتیں اس وقت میں نے تیرے گوش گزار کی ہیں اور پھر تو مجھے مطلع کر کہ آیا تو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟"

ہرمقس سر جھکائے ہوئے اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا۔ اپنے باپ کی مدبرانہ اور عالمانہ باتیں سن کے سر ذرا بھاری ہو گیا۔ اس لیے وہ وہاں سے نکل کے اس مینار کے پاس گیا جو اس علاقے میں سب سے زیادہ بلند تھا۔ ہرمقس سیڑھیاں چڑھ کے اوپر پہنچا۔ چاند سامنے کی پہاڑیوں میں کھیت کر رہا تھا اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ ہرمقس نے چاروں طرف نظریں دوڑا کے مصری خداؤں سے اپنے لیے دعا مانگی اسی وقت ہرمقس کو محسوس ہوا کہ کوئی غیبی ہاتھ اس کے ہاتھ سے ٹکرایا ہرمقس نے اپنا ہاتھ کھول دیا اور غیبی ہاتھ نے اس کے ہاتھ میں کوئی چیز رکھ دی۔ ہرمقس نے جھک کر اپنے ہاتھ کو دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ میں "نیلو فر" کی ایک کلی دھری ہوئی دکھائی دی ہرمقس نے چاہا کہ وہ کلی کو اٹھا کے سونگھے مگر اسی وقت وہ کلی اس کی ہتھیلی سے غائب ہو گئی۔

قارئین کرام یہ بات بتانا ضروری ہے کہ جس وقت مصر کے قدیم خاندان کے ایک فرد ہرمقس کو مصر کا آئندہ فرعون بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی یہ وہ وقت تھا کہ مصر کے شاہ بطلیموس ایلٹس کا انتقال ہو چکا تھا اور قلوپطرہ روم کے مرد آہن جولیس سیزر کی مدد سے اپنے بھائی کو شکست دے کر ملکہ مصر بن گئی تھی جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ملکہ قلوپطرہ کے بطن سے سیزر کا ایک بیٹا سیزارین جسے بعض کتب میں سیزرین بھی لکھا گیا ہے پیدا ہو چکا تھا۔ پھر ملکہ قلوپطرہ روم گئی تھی اور روم میں سیزر کے دوست بروٹس اور کیسس کی سازش سے سیزر کو قتل کر دیا گیا تھا۔

اس طرح قلوپطرہ کا یہ خواب پورا نہ ہو سکا کہ وہ ملکہ مصر کے ساتھ ساتھ اس دور کی سب سے بڑی سلطنت روما کی ملکہ روم بن جائے گی اور اس کا بیٹا سیزارین شہنشاہ روم کی حیثیت سے تخت و تاج کا وارث ٹھہرے گا۔ روم میں سیزر کے قتل کے

بعد سیزر کے ایک اور بڑے دوست مارک انطونی کی کوششوں سے روم کے عوام قاتلان سیزر سے انتقام لینے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے اور وہاں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ اس وقت مارک انطونی نے ملکہ قلوپطرہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فوراً مصر واپس چلی جائے تاکہ اگر اس خانہ جنگی میں اسے مصری بحری بیڑے اور بری فوج کی ضرورت پڑے تو وہ اس کے لیے لشکر کو تیار رکھے۔

مارک انطونی نے ملکہ قلوپطرہ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ سیزارین ہی حکومت کا قانونی وارث ہے اور سیزر کا بھانجا آکیٹوین جس کو سیزر نے اپنی وصیت میں اپنا وارث بنایا تھا وہ وصیت قابل عمل نہیں ہے۔ اس وعدہ کی امید پر ملکہ قلوپطرہ شہزادے سیزارین کو لے کر اسکندریہ واپس آ گئی تھی مگر قلوپطرہ کے روم سے واپس آنے کے بعد روم کے حالات یکسر بدل گئے تھے۔ مارک انطونی نے سیزر کے بھانجے آکیٹوین سے صلح کر لی تھی اور سیزارین کے مالک تخت و تاج ہونے کا معاملہ ہمیشہ کے لیے دب گیا تھا۔

ناول کے دوسرے حصہ میں جو واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہ تمام واقعات ملکہ قلوپطرہ کے روم سے واپس آنے کے بعد کے ہیں۔ پس قارئین کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پہلے حصہ میں قلوپطرہ کے وہ حالات ہیں جو اس کی زندگی کے اس حصہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اس نے جولیس سیزر کے ساتھ گزاری اور اب جو حالات بیان کئے جا رہے ہیں ان کا تعلق صرف مصر سے ہے چونکہ مصر میں بطلیموس حکمرانوں کے خلاف قلوپطرہ کی پیدائش سے بہت پہلے تحریک شروع ہوئی اس لیے اس کا ذکر تفیل سے کیا گیا ہے۔ ان واقعات کے وقت قلوپطرہ اور کاہن کے بیٹے ہرمقس دونوں کی عمریں سترہ اٹھارہ سال کی ہو چکی تھیں۔

اب ہم اس سلسلے کو پھر وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے روک دیا تھا۔

نیلوفر کی کلی ہرمقس کے ہاتھ سے غائب ہو گئی تو وہ بہت حیران ہوا اس نے اپنے اردگرد غور سے دیکھا کہ کہیں کوئی شخص چھپا ہوا تو نہیں جس نے کلی میرے ہاتھ سے جھپٹ لی ہو مگر اسے کوئی نہ دکھائی دیا اور وہ مینار سے چپ چاپ اتر کے اپنے گھر آ کے سو گیا۔

وہ رات کا پچھلا پہر تھا کہ خانقاہ اسیطی کے ایک کاہن نے اسے جگا دیا ہرمقس ہڑبڑا کے اٹھ پڑا اور سوالیہ نظروں سے کاہن کو دیکھنے لگا۔

کاہن نے اسے بتایا۔

"سردار کاہن انیمت نے حکم دیا کہ آپ فوراً" سفر کی تیاری کریں"۔

"مگر مجھے کہاں جانا ہو گا؟" ہرمقس نے گھبرا کے پوچھا۔

"اس کا تو مجھے علم نہیں۔ میرا خیال تھا کہ سردار نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا ہو گا"۔

اسی وقت ایک دوسرا کاہن آیا اور اس نے بتایا۔

"سردار انیمت نے فرمایا ہے کہ ہرمقس کو فکر کی ضرورت نہیں۔ عبادت خانہ ملح واپس جانے والے آج شام تک ٹھہر گئے ہیں۔ وہ کل مناف واپس جائیں گے"۔

صرف اتنا پیغام دے کر دوسرا کاہن واپس چلا گیا۔

ہرمقس نے پہلے کاہن سے دریافت کیا۔

"عبادت خانہ ملح کس جگہ واقع ہے؟"

کاہن نے قدرے حیرانی نظروں سے ہرمقس کو دیکھا۔

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ملح کا عبادت خانہ مصر کے جنوبی شہر مناف میں واقع ہے اور مناف اسکندریہ سے بھی بڑا شہر ہے۔ منوف جاتے ہوئے انو علی رع کی مقدس خانقاہ پڑتی ہے"۔

انو علی رع کے نام پر ہرمقس چونکا۔ اسے معلوم تھا کہ انو علی رع کے عبادت خانہ کا بڑا کاہن اس کا ماموں ہے۔ اس نے پوچھا۔

"کیا انو علی رع کے بت خانہ میں خدائے سورج کا بت رکھا ہے؟"

کاہن نے جواب دیا۔

"وہ بت خانہ اور خانقاہ انو علی رع ہی کے نام سے مشہور ہے مگر وہاں خدائے رع (سورج) کا وہ بت ہے جب خدائے رع ایک سیاہ رنگ کے بیل کی صورت میں اس دنیا میں آئے تھے"۔

واضح رہے کہ "رع" کے معنی سورج کے ہوتے ہیں۔ قدیم مصری بت پرست

تھے اور وہ تمام مظاہر قدرت' خاص طور پر چاند سورج اور ستاروں کو خدا سمجھتے تھے سورج ان کا بہت بڑا خدا تھا۔

کاہن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔ آرام کیجئے۔ آپ کو کل جانا ہے"۔

کاہن چلا گیا تھا اور ہرمقس اٹھ کے اپنے روز کے کاموں میں لگ گیا۔ اسی دن ایک راہداری میں ہرمقس کی اپنے باپ انیمت سے ملاقات ہو گئی۔ انیمت نے اسے بتایا۔

"جنوب کے مشہور شہر مناف کے عبادت خانہ ملح کے چند کاہن اپنے ایک بزرگ کی لاش کو ابوطیس کی خانقاہ میں دفن کرنے لائے تھے۔ وہ آج کے بجائے کل واپس جائیں گے۔ تم اپنے ماموں سیفا کے پاس ان کے ساتھ ہی چلے جانا۔ سینا' عبادت خانہ انو علی رع کے سب سے بڑے کاہن ہیں۔ یہ عبادت خانہ ان کے راستے میں پڑے گا۔ یہ لوگ تمہیں وہاں پہنچا دیں گے"۔

ہرمقس کو یاد آ گیا کہ اس کے باپ نے اس سے کہا کہ وہ اب جنوب کی طرف جائے گا تاکہ مصر کے باقی قدیم عقلی اور نقلی علوم سے واقفیت پیدا کر سکے۔ ہرمقس کو سفر کے لیے کوئی تیاری تو کرنی نہ تھی پھر بھی وہ شام تک اس سفر کے بارے ہی میں جو اس کی زندگی کا پہلا سفر تھا' سوچتا رہا۔

دوسرے دن علی الصبح ہرمقس عزیز و اقارب سے رخصت ہو کے اپنے ہم سفر کاہنوں کے ساتھ سیہور کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ لوگ ابھی کشتی پر سوار ہونے ہی والے تھے کہ ہرمقس کی بوڑھی انا آطو گرتی پڑتی وہاں پہنچی۔ اس نے مجھے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور اس کے پیچھے اپنی ایک جوتی پھینکی۔ جو اس نے اٹھا کے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ لی۔ مصری جب کسی سفر پر رخصت کرتے تو نیک فال کے طور پر اس کے پیچھے جوتی یا جوتا پھینکتے تھے۔ جانے والا وہ اٹھا لیتا اور تبرک کے طور پر اسے اپنے پاس رکھتا تھا۔

ہرمقس کا سفر بہت طویل تھا اس لیے یہ لوگ دن بھر سفر کرتے اور رات دریا کے کنارے کسی محفوظ جگہ قیام کرتے تھے۔ ہرمقس دو دن تک تو دریا کے کنارے ان

مقامات کو دلچسپی سے دیکھتا رہا جو وہ اس وقت تک دیکھتا رہا تھا پھر وہ نئے نئے مقامات سے گزرا جو اس کے لیے بالکل اجنبی تھے۔ اس سفر کی تفصیلات کا ہماری کہانی سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ہم اس تفصیل کو چھوتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

آخر ہرمقس کاہنوں کے ساتھ ہفتوں سفر کرنے کے بعد مفید فصیل والے شہر مناف پہنچ گیا مناف کو منفس بھی کہا جاتا ہے یہاں کے کاہنوں نے ہرمقس کی خوب خاطر و مدارت کی' شہر کے تمام خوبصورت مقامات کی سیر کرائی اور مخفی امیرا سے آگاہ کیا۔ وہ ہرمقس کو رب افیس (نعوذ باللہ) کی بارگاہ میں بھی لے گئے جو ان کے خیال کے مطابق ایک بیل کی شکل میں اس عالم سبت و بود میں نازل ہوا تھا۔ اس بیل کا رنگ سیاہ تھا۔ پیشانی ایک مربع شکل سفید کشان تھا۔ پشت پر عقاب کی شکل کا سفید نشان ثبت تھا۔ اس کی زبان کے نیچے بھونرے کی شکل سی تھی۔ دم میں دہرے بال تھے اور اس کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ایک سونے کی تکیہ آویزاں تھی۔

ہرمقس نے رب افیس کی پرستش کی۔ وہاں موجود تمام کاہن ہرمقس کو پرستش کرتے بہت غور سے دیکھتے رہے۔ پرستش کے بعد ہرمقس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جب وہ پرستش ختم کر چکا تو یکایک رف افیس میں حرکت ہوئی۔ رب افیس جھکا اور سامنے ہرمقس کے سامنے مودب ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے۔

رب افیس کو اس طرح گھٹنے ٹیک کر ہرمقس کی عزت کرتے وہاں موجود کاہنوں نے دیکھا تو وہ سب ہرمقس کے قریب گئے اور سرنیاز خم کر کے ہرمقس کو ادب سے سلام کیا۔ ہرمقس کو بعد میں معلوم ہوا یہ کاہن سرزمین خیم کے سب سے برگزیدہ کاہن تھے۔ ہرمقس کو مناف میں ٹھہرے ہوئے تیسرا دن تھا کہ اس کے ماموں سیفا کے بھیجے ہوئے چند کاہن اس کے پاس پہنچے۔

سیفا کے بھیجے ہوئے کاہنوں نے ہرمقس کو ادب سے سلام کیا اور عرض کیا۔

"اے معزز ہرمقس' آپ کے ماموں سیفا نے جو انو علی رع (خدائے رع سورج) کے سب سے بڑے کاہن ہیں' بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کو ان کے پاس عزت و احترام کے ساتھ لے جائیں"۔

ہرمقس نے جواب دیا۔

"ماموں سیفا پر خدائے رع کی سلامتیاں ہوں۔ ذرا یہ تو بتاؤ انو علی رع یہاں سے کتنی دور ہے اور ہمیں کس سواری سے سفر طے کرنا ہو گا؟"

ایک کاہن نے بتایا۔

"معزز ہرمقس۔ آپ فکر نہ کیجئے۔ انو علی رع کا یہاں سے صرف تین چار دن کا ہے یہ سفر ہم گدھوں پر سوار ہو کر طے کریں گے ہم اپنے ساتھ آپ اور آپ کے سامان کے لیے کئی مضبوط اور تندرست گدھے لائے ہیں"۔

ہرمقس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک خانقاہ یا ایک عبادت خانے سے دوسری خانقاہ یا عبادت خانے آنے جانے والے لوگ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں رکھتے۔ میں ابوطیس سے خالی ہاتھ آیا ہوں اور تمہارے ساتھ بھی خالی ہاتھ چلوں گا"۔

کاہنوں نے ہرمقس کی زبان سے یہ برزگانہ جملے سن کر فوراً" اپنے سر ہرمقس کے سامنے جھکا دیئے اور اسے دوبارہ سلام کیا۔ دوسرے دن ہرمقس اور انو علی رع سے آنے والے کاہن اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان کے گدھے واقعی مضبوط اور تیز رفتار تھے۔ ہرمقس کا خشکی کا یہ پہلا طویل سفر تھا۔ وہ بہت سے دیہاتوں سے گزرا مگر اسے ہر دیہات اجڑا اجڑا محسوس ہوا۔

ہرمقس نے ایک کاہن سے پوچھا۔

"ان دیہاتوں پر اس قدر اداسی کیوں طاری ہے۔ نہ بچے کھیلتے نظر آتے ہیں اور نہ کوئی رونق ہی ہے؟"

ایک کاہن نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

"اے معزز ہرمقس۔ ہمارے دیہاتوں کی تمام رونقیں تو اسکندریہ میں بیٹھا ہوا شاہ بطلیموس چھین لے گیا ہے۔ ہمارے پیداوار پکتے ہی سرکاری سوار آجاتے ہیں اور سب کچھ چھین کے لے جاتے ہیں۔ وہ اتنا اناج بھی نہیں چھوڑتے کہ ہم دوسری فصل تک اپنا اور بچوں کا پیٹ بھر سکیں"۔

ہرمقس کا دل بھی بھر آیا۔ اس نے دوبارہ سوال کرنے کی جرات بھی نہیں اس نے اپنے باپ اور بوڑھی آطو سے بطلیموس کے ظلم و ستم کی بہت سی داستا

نا تھیں مگر اسے کبھی یقین نہیں آیا تھا مگر ان اجڑے ہوئے دیہاتوں کی حالت سے اسے یقین کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہرمقس نے اپنے اس سفر میں ان اہرام کو بھی دیکھا جو ابولہول جسے ہوا مقو بھی کہتے ہیں' رب افیس کے جنگل اور رب ارسیرس کے عبادت خانوں سے دور دور پر واقع تھے۔ ابو الہول کا مجسمہ مصریوں کے کہنے کے مطابق اس بات کا ثبوت تھا کہ خدا جب انسانی شکل میں دنیا میں آتا ہے تو اس کی شکل و صورت اس عظیم مجسمہ جیسی ہوتی ہے جسے دیکھ کر انسان کو "ہول" آنے لگتا ہے۔

ہرمقس نے اثنائے راہ میں حیرکا ہرم بھی دیکھا جس میں ایک فرعون مصر نے اپنا تمام خزانہ چھپا دیا تھا۔ اس خزانہ کا کسی کو علم نہ تھا۔ ہرمقس نے اپنے آئندہ زمانہ میں ایک بار اس ہرم کو دیکھنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ یہ افسوس ان الفاظ میں تھا۔

"اے کاش مجھے اس خزانہ کا راز کبھی نہ معلوم ہوتا
کیونکہ یہ میری ابدی رسوائی کا باعث ہوا"۔

ہرمقس کا خشکی کا یہ سفر ختم ہوا اور یہ لوگ انو علی رع کے شہر میں داخل ہوئے۔ یہ شہر منوف کے مقابلہ میں چھوٹا شہر تھا اور ایک سطح پر آباد تھا جس کے سامنے کی طرف ایک جھیل تھی اور پشت پر وہ بڑا احاطہ تھا جس میں رب رع (خدائے خورشید) کا عبادت خانہ واقع ہے۔ ابھی ہرمقس اس احاطہ کے بڑے مینار کے پاس پہنچا تھا کہ اچانک ایک درمیانہ قد کا آدمی اس کے سامنے آگیا۔ اس کی آنکھیں روشن اور سربالوں سے بالکل خالی تھا۔ صورت شکل کے اعتبار سے وہ شخص بھلا مانس معلوم ہوتا تھا"۔

اس شخص نے ہرمقس کے سامنے آتے ہی کہا۔

"میرا نام سیفا ہے اور میں وہ کاہن ہوں جو دیوتاؤں کا وہن وا کرتا ہے"۔ وہن وا کرنے سے غالباً" یہ مراد ہے کہ دیوتاؤں کے حضور جو پھل اور کھانے چڑھائے جاتے ہیں کاہن سیفا ان کھانوں کو دیوتا کا منہ کھول کر اس میں ڈالتا ہے جیسے کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا۔

مصری تسلسل اور تجدید حیات کے قائل تھے۔ وہ لوگ مرنے والوں کے متعلق یہ بات ہرگز نہیں سوچتے تھے کہ وہ ہمیشہ کے لیے مرگئے ہیں۔ اس لیے وہ لاش کے پاس کھانا رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کی روح کھانا کھاتی ہے اور زندہ رہتی ہے۔ وہ ہر سال یا مقررہ اوقات پر اپنے بزرگ یا بادشاہ کی لاش پر یا اس کی قبر پر ناچتے گاتے اور خوب کھانے کھلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے مردے میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

مصری اپنے بادشاہوں اور بزرگوں کی ممیاں بنا کر رکھتے تھے ان کی تجدید حیات کے لیے ان کے سامنے گاتے اور ناچتے تھے۔ ان کی تاجپوشی بلکہ شادی کی رسمیں بھی ادا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے یہی "عرس" ہوتے تھے۔

ہرمقس اس روشن آنکھوں والے شخص کو دیکھتے پہچان گیا کہ وہ شخص سوائے اس کے ماموں سیفا کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ہرمقس کے باپ نے اسے بتایا تھا کہ انو علی رع کا سردار کاہن اور تیرا ماموں سیفا معمولی شکل و صورت کا انسان ہے مگر اس کی روشن روشن آنکھوں سے اس کی ذہانت ٹپکتی معلوم ہوتی ہے۔

ہرمقس نے اپنے مدبر ماموں کو ادب مگر پر وقار لہجہ میں جواب دیا۔

"میں ابوطیس کے کاہن سردار کا بیٹا ہوں اور آپ کے لیے اپنے باپ کے چند خطوط لایا ہوں"۔

سیفا نے بھانجے کو اندر آنے کی دعوت دی۔

"اے مقدس باپ کے عالی شان بیٹے ہرمقس میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور اندر چلنے کی دعوت دیتا ہوں"۔

ہرمقس بلا عذر و تکلف اپنے ماموں کے ساتھ عبادت خانہ انو علی رع میں داخل ہوا۔ جہاں یہ دونوں پہنچے وہ ایک خوبصورت کمرہ تھا۔ خوبصورتی یہ مراد نہیں کہ کمرہ کو جھاڑ اور فانوس یا دیواروں پر تصاویر بنا کر آراستہ کیا گیا تھا۔ دراصل وہ کمرہ وسیع، ہوا دار اور صاف ستھرا تھا۔ اس کمرے میں صرف بید کی اسٹول نما کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک پر سیفا بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر ہرمقس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ہرمقس نے باپ کے دیئے ہوئے خطوط کا ایک چھوٹا سا بنڈل اندرونی جیب

سے نکال کر بید کی اس کرسی پر رکھ دیا وہ واحد میز ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔

سیفا نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"اے مقدس باپ کے عالی شان بیٹے ہرمقس۔ کیا تم اپنے باپ کے دیئے ہوئے خطوط مجھے دینا پسند کرو گے؟"

ہرمقس نے میز سے بنڈل اٹھا کر سیفا کی طرف بڑھا دیا۔

"عالی مقام ماموں۔ یہ بنڈل میرے باپ نے مجھے یہ کہہ کر دیا تھا کہ اس میں کچھ خطوط ہیں جنہیں تم اپنے ماموں سیفا کو پہنچا دینا"۔

سیفا نے جلدی جلدی بنڈل کھولا اور اس میں سے تہہ کئے ہوئے کئی کاغذ نکال کے میز پر رکھ دیئے پھر اس نے ایک ایک کاغذ کو باری باری پڑھنا شروع کیا۔ سیفا پڑھنے کے دوران نظریں گھما کر بار بار ہرمقس کو دیکھتا اور خوش ہوتا تھا۔ ہرمقس نے ماموں کی خوشی اس کی چمکتی آنکھوں سے محسوس کی۔

خطوط پڑھنے کے بعد سیفا کھڑا ہوا اور میز کو ایک طرف کر کے ہرمقس کی طرف ایک قدم آگے بڑھا پھر اس نے اپنے دونوں بازو کھول دیئے۔

"اے مقدس باپ کے عالی شان بیٹے۔ تو وہ ہرمقس ہے جس کو دیکھنے اور گلے لگانے کی مجھے ایک مدت سے آرزو تھی"۔

ہرمقس بھی ہاتھ پھیلا کر اپنے ماموں سے لپٹ گیا تھا۔

"مقدس و مدبر کہہ رہا تھا"۔

"میں نے آسمانی خداؤں سے دعا مانگی تھی کہ وہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے جب تک میں مصر کے نجات دہندہ اور ارض خیم کے فرعون کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لوں"۔

مصر کی قدیم خبطی زبان میں مصر کو "خم" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور یہی لفظ خم کثرت استعمال سے خیم ہو گیا۔ ارض خیم سے مراد سلطنت مصر ہے جس پر اس وقت یونانی بطلیموس کا خاندان حکمران قابض تھے۔ موجودہ ملکہ مصر قلوپطرہ اپنے باپ بطلیموس الیسٹس کی بڑی بیٹی تھی۔ بطلیموس الیسٹس کو مصر کا "نے نواز" بادشاہ بھی کہا جاتا ہے اس لیے شاہ الیسٹس بطلیموس ہر دم شراب میں مدہوش رہتا اور جب ہوش

آتا تو وہ بانسری بجانے لگتا تھا۔ اسی سبب وہ "نے نواز" کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔
ہرمقس نے سینا کو جواب دیا۔

"اے مدبر اور مقدس ماموں جان۔ جب میرے باپ نے مجھے یہ بتایا کہ اس دنیا میں قدیم فرعون خاندان سے ایک میرے باپ اور دوسرا میں اس جہان میں موجود ہیں اور ہم دونوں کے علاوہ میری ماں کا ایک بھائی بھی موجود ہے تو میں اس قدر خوش ہوا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے اپنی ماں کی شکل و صورت بالکل یاد نہیں اس لیے کہ ان کے انتقال کے وقت میری عمر دو سال سے بھی کم تھی مگر مجھے اپنی ماں کی آنکھیں ضرور یاد ہیں جن میں آپ کی آنکھوں کی طرح کی چمک اور روشنی تھی۔ میں نے آپ کی آنکھوں کی چمک کو دیکھ کر آپ کو پہلی نظر میں پہچان لیا تھا"۔

"ہرمقس"۔ میرے ماموں نے کہا۔ "آج اتنی گفتگو کافی ہے۔ تو تھکا ہوا ہے۔ جا غسل کر کے سو جا تاکہ سفر کی تھکان کم ہو۔ کل سے میں تیرے سینے میں وہ پوشیدہ علوم منتقل کروں گا جن کا امین ہوں"۔

ہرمقس ماموں کے کہنے کے مطابق وہاں سے اٹھا اور ماموں کے ساتھ حمام تک گیا۔ ماموں سیفا اسے کچھ اور ہدایات دے کے چلا گیا ہرمقس نہا دھو کر کچھ تروتازہ ہوا پھر لیٹ کر ایسا سویا کہ سہ پہر کے بعد رات آئی اور گزر گئی۔ اور اسے مطلق خبر نہ ہوئی دوسرے دن کافی دھوپ چڑھے اس کی آنکھ کھلی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ماموں سیفا اس پر نظریں جمائے سامنے بیٹھا ہے۔

ہرمقس جلدی سے اٹھ کے بیٹھ گیا۔

سیفا نے مسکرا کے کہا۔

"ہرمقس تو واقعی ایک خوبصورت جوان ہے مگر یاد رکھ کہ تیری کامیابی کا دارو مدار تیرے صبر، ضبط اور نفسانی جذبوں پر قابو پانے پر ہے اگر تو نے جذبات پر قابو رکھا اور موجودہ غاصب خاندان کی ملکہ قلوپطرہ کے حسن کے مقابلہ میں شکست کھا گیا تو یاد رکھ کہ تجھ پر ایسی لعنتوں کی مار پڑے گی جس کا اثر تیرے مرنے کے بعد بھی زائل نہ ہو سکے گا"۔

"مدبر اور مقدس ماموں" ہرمقس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ "آپ مجھے

اعتماد کیجئے۔ میں ہر حال میں اپنے اوپر قابو رکھ سکتا ہوں۔ میں نے اگرچہ ملکہ قلوپطرہ کو نہیں دیکھا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایک نہیں ایک سو قلوپطرائیں بھی مجھے اپنے دام میں پھانسنے کی کوشش کریں تو وہ منہ پیٹ کر رہ جائیں گی اور مجھ پر ان کا داؤ نہ چل سکے گا"۔

سیفا نے ہرمقس کو تعلیم دینا شروع کی۔ سیفا، ہرمقس کو بڑے تحمل سے تعلیم دیتا اور اسی تحمل سے ہرمقس کے تمام ضروری اور غیر ضروری سوالات کا جواب دیتا تھا۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہرمقس نے محسوس کیا کہ سیفا اسے ان قدیم علوم کی تعلیم دے رہا ہے جن کا اس نے نام تک نہ سنا تھا۔ ہرمقس نے اپنے ماموں سے ازمنہ قدیم کی تاریخ پڑھی، اور فرائنہ مصر یعنی اپنے اجداد کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔ ان کے اقوال اور افعال پڑھے۔ رموز مملکت سے آگاہی حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ سیفا نے اسے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے آشنا کیا۔

ہرمقس بھی بڑی محنت اور توجہ سے حصول علم میں کوشاں رہا۔ اسے اپنے باپ کی طرف سے سال میں صرف دو خط ملتے تھے جن کے جواب میں ہرمقس اپنے باپ سے پوچھا کرتا تھا کہ اس کی آزمائش کا وقت قریب آیا کہ نہیں اور اس کا باپ چھ ماہ بعد اسے صرف۔ یہ اطلاع دیتا کہ آزمائش کا وقت قریب سے قریب تر آتا جا رہا ہے۔

آخر ایک دن اس کے ماموں سیفا نے اسے خوشخبری سنائی۔

"مقدس باپ کے عالی شان بیٹے ہرمقس خوش ہو جا کہ تیرے امتحان کا وقت نزدیک آ گیا ہے۔ میرے دماغ میں جتنے علوم تھے اور ذہن میں جتنی باتیں تھیں میں نے وہ سب باتیں تجھ تک پہنچا دی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا شاگرد مجھ سے زیادہ قابل اور عالم فاضل ثابت ہو گا"۔

یہ کہتے ہوئے سیفا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ ہرمقس اسے اداس دیکھ کر بے چین ہو گیا۔

"مدبر اور دانشور ماموں۔ اس خوشی کے موقعہ پر آپ کی آنکھوں میں آنسو یہ تو مسرت کا مقام ہے کہ آپ کا شاگرد آپ کی امانت کا امین بن گیا ہے"۔ سیفا نے آنسو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ہرمقس بیٹے۔ یہ خوشی ہی کے آنسو ہیں لیکن ان میں تجھ سے جدائی کا غم شامل ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں جس وقت تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر قدیم مصری فرعونوں کے سلسلے کو جاری کرے گا اس وقت زندہ بھی ہوں گا کہ نہیں؟"

ہرمقس نے آگے بڑھ کے ماموں کے سینے سے لگ گیا اور کہا۔

"مدبر اور دانشور ماموں جان---- میں آپ کی محبت اور دی ہوئی تعلیم کو کبھی فراموش نہ کروں گا۔ اگر دیوتاؤں کی دعاؤں اور اہل خیم کی کوششوں سے میں فرعون مصر بننے میں کامیاب ہو گیا تو یقین کیجئے کہ میرے سر پر مصر کا تاج آپ ہی رکھیں گے۔ میں اس وقت تاج زیب سر نہ کروں گا جب آپ میرے پاس نہیں پہنچیں گے"۔

ایک بیان کے مطابق ہرمقس میں اپنے ماموں سے تعلیم حاصل کرنے میں پانچ سال اور کچھ ماہ لگائے۔ انو علی رع میں اتنا طویل عرصہ گزارنے کے بعد جب ہرمقس اپنے باپ کے پاس آنے کے لیے تیار ہوا تو اس کے ماموں سیفا نے اس کو آخری نصیحت کی۔

"میرے بچے اور ارض خیم کی آخری امید ہرمقس میری آخری اور سب سے زیادہ کار آمد اور اہم نصیحت سن لے اور اسے گرہ میں باندھ لے"۔

ہرمقس نے عرض کیا۔

"دانشور ماموں۔ آپ مجھے اتنا علوم دیا ہے کہ دنیا میں شاید ہی کسی کے پاس علم کا اتنا ذخیرہ ہو پھر بھی اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی اہم بات یا نصیحت باقی رہ گئی ہے تو ضرور مجھے بتائیے تاکہ وقت ضرورت میں آپ سے کام لے سکوں"۔

سیفا نے ٹھنڈی سانس لے کے کہا۔

"میرے بیٹے سن۔ عورت کمزور ہونے کے باوجود روئے زمین پر وہ زبردست طاقت ہے جس کے حملے کا کوئی جواب نہیں وہ انسان پر فوراً غالب آ سکتی ہے ۔ وہ ہزاروں صورتوں میں جلوہ گر ہو کر ہزاروں گھروں کو تباہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ وہ نہایت ہوشیار اور تیز و طرار ہے مگر ساتھ ہی بڑی صابر بھی۔ جنس مخالف کی طرح اس کے جذبات اس قدر بے پناہ نہیں کہ وہ ان پر قابو نہ رکھ سکے۔ وہ ایک شریف النفس گھوڑے کی طرح خود اپنی راہ تلاش کرتی ہے اور سوار کو جہاں چاہتی ہے لے جاتی ہے لیکن جب کوئی نازک موقعہ آتا ہے باگ موڑ کر کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے۔ وہ جرنیل کی سی دوررس نظر رکھتی ہے اور کوئی ایسا مضبوط قلعہ نہیں جس میں وہ اپنی کامیابی کا راستہ پیدا نہ کر لے۔ اگر تیری رگوں میں عالم شباب کا بیتاب خون موجزن ہے تو اس کی رگوں کا خون اس سے بھی زیادہ تیزی سے رواں ہے اگر تو عالی ہمت اور بلند خیال ہے اور تیرے سامنے کوئی نصب العین ہے تو وہ تیرے پوشیدہ طاقتوں کو بیدار کر کے تجھے بام ترقی پر لے جائے گی----"

ہرمقس نے سیفا کی باتوں سے اکتا کے قطع کلام کیا۔

"ماموں جان۔ مجھے آپ کی باتوں پر ہنسی آ رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کسی عورت کی دہکتی محبت کی آگ کے شکار ہوئے ہیں جبھی آپ عورت کی فریب کاری سے خائف ہیں مگر میں عورت کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے نہیں ڈرتا"۔

"بس بس لڑکے غرور نہ کر----" ماموں سیفا نے ہرمقس کو ڈانٹ دیا۔ تجھے اپنی علمیت' دانائی اور خوبصورتی پر ناز ہے مگر تجھے دیوتاؤں سے ڈرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ناراض ہو جائیں اور تجھے قعرِ ذلت میں دھکیل دیں۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تجھے دنیا کی ہوا و ہوس میں نہ مبتلا ہونے دیں اور تو مصریوں کی توقعات کے مطابق یونانیوں اور رومیوں کو مصر سے نکال کر اصلی فرعون مصر کے مقام پر پہنچے۔ بس اب تو ابوطیس روانہ ہو۔ وہاں پہنچ کے باقی علوم دینیہ سے آگاہی حاصل کرے۔ پھر تجھے چند دانشور تجھے اس بغاوت کے برپا کرنے کا طریقہ بتائیں گے جس میں ہماری نجات مضمر ہے"۔

"آخر ہرمقس ماموں سے رخصت ہو کر جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے واپس ابوطیس پہنچا۔ پانچ سال کے اس طویل عرصہ میں اس کے جاننے والوں میں سے بہت سے چہرے ناپید ہو گئے تھے۔ ابوطیس والوں نے اسے آتے دیکھا وہ استقبال کے لیے بھاگ کے اس کے پاس پہنچے اور ایک جلوس کی شکل میں ہرمقس کو خانقاہ سیلی لے گئے۔

خانقاہ میں سب سے پہلے ہرمقس کی ملاقات اپنی بوڑھی انا آطو سے ہوئی جس کے چہرے پر وقت کی کچھ اور سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔ اس نے ہرمقس کے پیچھے پاپوش پھینک کر میرے لئے نیک شگون کیا تھا اور اس شگون کے طفیل وہ صحیح و سلامت ابوطیس واپس آ گیا تھا۔ مگر اب وہ ایک نوجوان نہیں تھا بلکہ ایک مضبوط اور عالی دماغ جوان تھا جس کی جسمانی طاقت اور علمی طاقت میں ایک توازن قائم ہو گیا تھا۔ ہرمقس کو محسوس ہوا کہ اس نے جتنے علوم حاصل کر لئے ہیں اتنے علوم سے سوائے اس کے دنیا میں اور کوئی واقف نہیں ہے"۔

بوڑھی آطو جو ہرمقس دیکھتے ہی اس سے چمٹ گئی تھی۔ اسے الگ کرتے ہوئے ہرمقس نے کہا۔

"میرا باپ کہاں ہے آطو۔ پورے ابوطیس میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ میں واپس آ گیا ہوں مگر میرا باپ مجھے کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ جلد بتاؤ وہ کہاں۔ کہیں وہ-----"

"گھبراؤ نہیں ہرمقس"۔ آطو نے اسے تسلی دی۔ "تمہارا باپ صحیح و سلامت ہے اور تمہارا انتظار اپنے کمرے میں کر رہا ہے"۔

ہرمقس لوگوں کو سامنے سے ہٹاتا اور بھاگتا ہوا باپ کے کمرے میں پہنچا۔ وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اس کا باپ آج بھی اسی ہاتھی دانت کی بنی کرسی پر بیٹھا ہے جس پر وہ ہرمقس کے رخصت ہونے کے دن بیٹھا تھا۔ یہ ضرور تھا کہ اس کے چہرے کی جھریوں میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا مگر اس کی آنکھوں میں پہلی جیسی تڑپ اور چمک موجود تھی۔

ہرمقس اپنے باپ کے سامنے دوزانوں ہو کے بیٹھ گیا۔ اس کے باپ نے اس

کا سر بلند کر کے اس کے چہرے کے نقوش غور سے دیکھے پھر کہا۔

"اے میرے بیٹے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے تجھے پانچ سال تک اپنے سے دور بھیج کے غلطی نہیں کی۔ اس لیے کہ تو نے اپنے ماموں سے وہ تمام علوم حاصل کر لئے جن کا وہ امین اور حامل تھا"۔

ہرمقس نے ادب سے عرض کیا۔

"اے میرے مقدس باپ علوم پڑھتے پڑھتے میرا سر اس قدر بھاری ہو گیا ہے کہ مجھے سر اٹھانا بھی مشکل ہے۔ کیا ابھی مجھے کچھ اور علوم کا بھی درس حاصل کرنا ہو گا؟"

ہرمقس کے سوال سے اس کی بے چینی اور اکتاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کے باپ انیمت نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اظہار کیا۔

"نہیں ہرمقس۔ اب تمہیں کسی اور علم کی ضرورت نہیں۔ اب تمہیں ان اسرار عرفانی سے آگاہ کیا جائے گا جو صرف خدا کے منتخب بندان کو بتائے جاتے ہیں"۔

ان اسرار عرفانی کے حصول میں ہرمقس کو تین ماہ لگ گئے۔ اس تمام عرصہ میں اسے گوشت کھانے سے روک دیا گیا۔ وہ باقاعدگی سے خانقاہ اور عبادت خانہ میں جا کے مخصوص عبادت کرتا اور عالم لاہوت کی دیوی اور دیوتاؤں سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک بار ہرمقس کی آسمانی ربہ اسیس سے بھی ملاقات ہوئی جو خدائے اوسیرس کی بیوی اور بہن تھی۔ اس زمانہ میں بہن بھائی کی شادی کا عام رواج تھا اور بعض حالات میں بھائی کو بہن کے ساتھ لازمی طور پر شادی کرنا پڑتی تھی۔

پھر ایک رات ہرمقس کو ربہ آسیرس کی ملاقات کے لیے آسمان پر لے جایا گیا اور ربہ آسیس نے اپنی تمام عنائتیں اور مہربانیاں اس پر نچھاور کر دیں اس کے تین ماہ دس دن بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہرمقس کو شمالی اور جنوبی مصر کا خفیہ طور پر فرعون بنایا جائے اور اس کی تاج پوشی کی جائے۔ جشن پوشی کی اس تقریب کے لیے پورے ارض خیم (مصر) سے ابوطیس میں نمائندے آنا شروع ہوئے۔

یہ ملکہ قلوپطرہ کا دور حکومت تھا۔ ملکہ قلوپطرہ اپنے شوہر سیزر کو کھونے کے بعد پہلے سے زیادہ ہوشیار اور بیدار مغز ہو گئی تھی۔ اسے کسی طرح یہ بھنک مل گئی

تھی کہ قدیم مصری اس کا تختہ الٹ کے پرانے فرعون خاندان کے کسی شخص کو فرعون مصر بنانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اس لیے اس نے پورے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا دیا تھا جو ہر آنے جانے والے پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہرمقس کو دنیا کے علائق سے پاک کرنے اور اس کے دل سے تمام نفسانی خواہشات دور کرنے کے لیے ایک شب ہرمقس کو ربہ آسیس کی خانقاہ میں لے جایا گیا تھا۔ وہاں کے کاہن نے ہرمقس کو خانقاہ میں داخل کرنے کے بعد تمام دروازے بند کر دیئے تھے۔

اس کے بعد ہرمقس پر کیا گزری اس کا واضح حال کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ کیونکہ جب ہرمقس تمام شب خانقاہ میں گزارنے کے بعد صبح کو باہر آیا تو وہاں کے کاہن نے اسے منع کیا کہ وہ اس سے (کاہن سے) یا کسی اور سے یہ نہ بتائے کہ اس پر ربہ آسیس کی خانقاہ میں رات کو کیا گزری تھی۔ کاہن نے ہرمقس کو اس بات کی بھی تاکید کی تھی کہ رات کے واقعات یا حادثہ کا مطلب یہ ہے کہ ہرمقس کی ذات کو ربہ آسیس کی ذات میں تحلیل کر دیا گیا ہے۔

بحیثیت ایک عمان کے راقم الحروف ان واقعات سے صرف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ربہ آسیس کی خانقاہ میں ہرمقس نے جن جلووں کی نمائش دیکھی اور جس انداز میں ربہ آسیس نے خود کو ہرمقس کے سامنے پیش کیا وہ سوائے ہم آغوشی اور ہم بستری کے اور کچھ نہ تھا جسے مصر کے مشرکین اور کفار' ربوبیت اور پاکیزگی جیسے مقدس الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہرمقس کی تاجپوشی ہوئی جس کے لیے پورے ملک سے ۳۷ کاہن ربہ آسیس کی خانقاہ میں جمع ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ پانچ اور کاہن تھے جنہیں ہرمقس کی تاجپوشی کی رسومات ادا کرنا تھیں۔ یہ تمام کاہن ایک بڑے کمرے میں جمع تھے اور ہرمقس سفید کپڑے پہنے اس رہگزر پر کھڑا تھا جس کی دیواروں پر مصر کے چھہتر فرعونوں کے نام رقوم تھے۔

ہرمقس وہاں کچھ دیر کھڑا رہا پھر اس کا باپ ایک چراغ ہاتھ میں لئے اس کے

پاس آیا اس نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لئے ہوئے بڑے کمرے میں آیا اور راستہ میں کہیں کہیں شاندار ستونوں کے درمیان قندیلیں جل رہی تھیں۔ دیواروں پر نقش ہوئی مورتیوں اور منقش کرسیوں پر بیٹھے ہوئے رئیسوں' کاہنوں اور شہزادوں کی طولانی قطار پر ہلکی سی روشنی پڑ رہی تھی۔

ان کے سامنے سات مورتیں تھیں۔ جن کے اس طرف ایک تخت پڑا تھا جس کے گرد چند کاہن مقدس شمعیں اور جھنڈے لئے کھڑے تھے۔ جب ہرمقس اس نیم روشن اور مقدس احاطہ میں داخل ہوا تو معززین اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت ادب سے ہرمقس کے سامنے جھک گئے۔ ہرمقس کا باپ اسے تخت کی قدم گاہ میں لے گیا اور اس سے سامنے کھڑے ہونے کو کہا۔

پھر ہرمقس کے باپ انیمت نے حاضرین کو مخاطب کیا۔

"اے سرداران قوم' پیشوانان ملت اور ارض خیم کے پرانے سلسلے کے شہزادوں' سنو۔ میں تمہارے سامنے اس معمولی اہتمام کے ساتھ جس کا یہ موقع اجازت دیتا ہے' شہزادہ ہرمقس کو پیش کرتا ہوں جو نسل' خون اور استحقاق کی رو سے قدیم فراعنہ مصر کا حقیقی وارث ہے۔ یہ "ربہ آسیس کے سب سے اندرونی حلقہ اسرار کاہن" اور تمام حقائق کا شناسا ہے ہرمقس منوف کے ہرم کا موروثی کاہن بھی ہے اور مقدس اوسیرس کے تمام رسوم اور شعائر سے کامل طور پر آگاہ ہے۔ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو اس کی نسل کے متعلق کسی قسم کا شبہ رکھتا ہو؟"

اتنا کہہ کر ہرمقس کا باپ خاموش ہو گیا اور اس کے ماموں نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کیا۔

"اے انیمت اور حاضرین محفل۔ میں نے تمام کاغذات اچھی طرح دیکھ بھال لئے اور ہرمقس کی نسل کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں ہے اور یہی فراعنہ مصر کا حقیقی وارث ہے"۔

ہرمقس کے ماموں کے بعد اس کے باپ نے پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بات سے انکار کرے کہ ہرمقس نے خداؤں

کی اپنی خواہش سے ربہ آسیس کے ساتھ ملاقات کی۔ اس کو آسیرس کا راستہ دکھایا اور آخر میں ہرمقس کو منوف کے اہرام اور عبادت خانوں کا موروثی کاہن قرار دیا گیا"۔

ایک شہزادے نے کھڑے ہو کر سب کی طرف سے جواب دیا۔

"اے مقدس کاہن۔ ہم نے ہر بات کی تحقیق اور ہرمقس کے ہر عمل کی تصدیق کر لی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ہرمقس قدیم فرعونوں کی نسل سے ہے اور اس میں ظاہر اور باطن میں کوئی عیب نہیں۔ ہرمقس اور صرف ہرمقس ہی اس قابل ہے وہ ہمارا بادشاہ بنے اور یونانیوں اور رومیوں کو ارض خیم سے نکال باہر کرے"۔

اس جواب کے بعد ہرمقس کے باپ نے ہرمقس سے کہا۔

"اے ہرمقس تجھے مصر کے تمام بہی خواہوں نے بے عیب تسلیم کیا ہے اگر تو سمجھتا ہے کہ تو اپنی زندگی کو پاک رکھ سکے گا اور خلوص دل سے ارض خیم کی آزادی کے لیے کوشش کرے گا تو تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ مصر کے بیس ہزار سرکٹ سورما تیرے اشارے پر سر کٹانے کو تیار ہیں۔ اگر تو اپنے میں اتنی طاقت پاتا ہے تو اٹھ اور سامنے والے تخت پر اپنی جگہ سنبھال لے"۔

شہزادے ہرمقس نے کھڑے ہو کر بڑے جذباتی انداز میں کہا۔

"اے میرے باپ خانقاہ سیلی کے سردار کاہن انیمت اے منوف کی خانقاہوں کے سردار کاہن، مصر قدیم کے شہزادو اور قدیم مذہب کے پیشواؤ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آزادی کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہوں اور اعلان کرتا ہوں اگر دیوتاؤں نے مجھے سو مرتبہ بھی زندگی عطا کی تو میں اس زندگی کو آزادی کے راستے میں قربان کر دوں گا؟"

ہرمقس کا ماموں سیفا اس کے اس اعلان اور عہدے سے بہت خوش ہوا اس نے پیار بھرے لہجے میں ہرمقس سے کہا۔

"اے ہرمقس اور اے۔ مصریوں کی امیدوں کا مرکز تو اپنے اعلان سے میرے سلگتے ہوئے دل میں ٹھنڈک پیدا کر دی ہے۔ اب چونکہ تجھے مقدس نشانات پر ہاتھ

لگانا ہے اس لیے تو اپنی انا آطو کے ساتھ برابر کے کمرے میں جا کہ وہ تیرے ہاتھ دھلائے اور تیری پیشانی پر تیل لگائے"۔

ہرمقس نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ آطو اسے کمرے میں لے گئی اور ایک طلائی تسلے میں اس کے ہاتھ دھلائے پھر ایک کپڑے کو تیل میں بھگو کر ہرمقس کا مسح کیا۔ پھر آطو نے ہرمقس سے دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

"اے میرے پاک بچے۔ تو مصریوں کی امیدوں کا واحد سہارا ہے۔ تجھے بہت سی خوبصورت عورتیں کاہن سے بہتر منصب پر فائز دیکھنا پسند کریں گی اور تیرے لیے ممکن ہے کہ مذہبی پابندیاں ختم کر دی جائیں تاکہ تو فراعنہ مصر کی نسل کو کسی نہ کسی طور پر برقرار رکھے۔ مجھے مسرت اور فخر ہے کہ میں تجھے اپنے گھٹنوں پر کھلا کر جوان کیا ہے اور تجھے بچانے کے لیے اپنی نسل کے ایک زندہ بچے کو قتل کرا دیا ہے۔ زندہ باش اے وجیہہ اور خوبصورت ہرمقس، تو صرف سطوت، شادمانی اور محبت کے لیے پیدا کیا گیا ہے"۔

ہرمقس نے اکتاتے ہوئے کہا۔

"میری پیاری انا آطو۔ مجھ سے یہ نہ کہو کہ میں محبت کے لیے پیدا ہوا ہوں کیونکہ محبت کے ساتھ غم بھی پیدا ہوتا ہے اور میرا راستہ محبت سے بہت ارفع اور اعلیٰ ہے"۔

آطو نے اس کے جواب میں ہرمقس کو سمجھایا۔

"تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مگر محبت آخر محبت ہے اور وہ اپنی الگ حسرتیں رکھتی ہے۔ ہرمقس کوئی شخص ہر کوشش کے باوجود محبت کی سنہری زنجیر سے نہیں بچ سکتا۔ دیکھ بیٹا۔ محبت سے کبھی بے اعتنائی نہ برتنا کیونکہ میرا ظہور محبت ہی کا مرہون منت ہے۔ دنیا کی رسم بھی ہے اچھا اب تو دوسرے کمرے میں چل اور مصر کے دہرے فرعون کا جانشین بن جا"۔

ہرمقس دوسرے کمرے میں پہنچا تو حاضرین نے کھڑے ہو کر اس کا دوبارہ استقبال کیا۔ ہرمقس کا باپ اس کے قریب آیا اور اس نے صداقت کی دیوی ربہ مع کا سنہری نشان اور رب رع، رب موط اور رب فس کی کشتیوں کے سنہری نشان

بھی رکھے۔ پھر اس کے باپ نے اسے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اے ہرمقس یہ بتا کیا تو رب نع انیں رع رب موط اور رب فنس کی زند... شوکت کی قسم کھاتا ہے؟"

ہرمقس نے جواب میں تمام ربوں کی قسم کھائی۔ اس کے بعد اس کے باپ نے بعض اور قسمیں بھی ہرمقس سے کہلوائیں۔ جب ہرمقس تمام قسمیں کھا چکا تو انیمت نے اس سے کہا۔

"اب تو اس تخت پر بیٹھ جا تاکہ میں تجھے تیری رعایا کے سامنے فرعون مصر کا لقب عطا کروں؟"

ہرمقس تخت پر بیٹھ گیا۔ ہرمقس کا باپ پھر اس کے پاس آیا اور اسے شاہی لباس پہنایا اس کے ہاتھ میں عصائے سلطنت اور تازیانہ دیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا۔

"شہزادے ہرمقس۔ ان ظاہری علامات اور نشانات کے ساتھ ہیں ابوطیس کا سردار کاہن تجھے شمالی اور جنوبی مصر کا فرعون قرار دیتا ہوں۔ اے ارض خیم کی واحد امید اپنی مملکت پر حکومت فرما اور شاد کام رہ---"

تمام حاضرین نے انیمت کے آخری الفاظ دہرائے۔ پھر سب لوگوں نے ہرمقس کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ ہرمقس کو اتنی مبارکیں پیش کی گئی کہ وہ مبارکیں قبول کرتے کرتے تھک گیا۔ ان باتوں کا مقصد یہ تھا کہ ہرمقس خفیہ طور پر مصر کا فرعون بن گیا تھا۔

ہرمقس کی تاجپوشی کے بعد اسے ابوطیس میں کچھ عرصہ اور قیام کرنا پڑا۔ تاجپوشی کے سلسلہ میں اس کے تقریباً" تمام بال تراش دئے گئے تھے اور بال بڑھائے بغیر اس کا ابوطیس سے روانہ ہونا اسے مشکوک بنا سکتا تھا۔ ہرمقس کے تمام امتحانات ... اور ریاضتیں ختم ہو چکی تھیں اور اسے عملی طور پر مصر کے تخت و تاج کے ... میں اترنا تھا اور یہ میدان ابوطیس یا منوف کے بجائے اسکندریہ تھا۔ جہاں ملکہ قلوپطرہ مصر کے تخت و تاج پر قبضہ کئے بیٹھی تھی چنانچہ ہرمقس کو ملکہ کے مقابلہ ... لیے اسکندریہ ہی جانا تھا۔

اسکندریہ ہرمقس کے لیے بالکل نئی جگہ تھی۔ پس اس کے قیام و طعام کے لیے اس کے ہمدردوں اور کارکنوں نے پہلے ہی سے کام شروع کر دیا تھا۔ ہرمقس کا ماموں سیفا اپنا عبادت خانہ چھوڑ کر اسکندریہ پہنچ چکا تھا۔ سیفا نے یہ بہانہ کیا کہ اس کی روز بروز گرتی ہوئی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی کہانت کے فرائض انجام دے سکے اس لیے اس کی جگہ کوئی دوسرا کاہن مقرر کیا جائے۔

سیفا کی اس درخواست کے نتیجہ میں اس کا نائب کاہن اس جگہ پر فائز کر دیا گیا اور سیفا کو تبدیل آب و ہوا کا بہانہ مل گیا اور وہ سمندر کی بہتر ہوا میں اپنی زندگی کے آخری ایام گزارنے کے لیے اسکندریہ روانہ ہو گیا۔ اس بہانہ سے سیفا' اسکندر پہنچ گیا تاکہ جب ہرمقس اپنی جدوجہد کے لیے اسکندریہ پہنچے تو سیفا اس کے قیام کے لیے اسکندریہ میں انتظام کر سکے۔

جب ہرمقس کے بال بڑھ گئے تو اس کے باپ انیمت نے ایک دن اس سے کہا۔

"بیٹے ہرمقس اب تم اسکندریہ کا رخ کرو جہاں سے تمہیں مصر کے تخت و تاج کے لیے عملی قدم اٹھانا ہے-----"

یہ کہہ کر ہرمقس کا باپ اک دم خاموش ہو گیا۔ ہرمقس نے چند لمحے۔ انتظار کیا جب اس کا باپ بالکل نہ بولا اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہا تو ہرمقس نے مجبور ہو کے کہا۔

"اے میرے معزز اور محترم باپ۔ آپ میرے بارے میں کچھ فرما رہے تھے مگر اچانک خاموش ہو کر خیالوں میں کھو گئے ہیں اگر کچھ چیز مانع نہ ہو تو براہ کرم مجھے اس خاموشی کے سبب سے آگاہ فرمائیے؟"

کاہن نے چونک کے بیٹے کو دیکھا اور سرد آہ کھینچتے ہوئے بولا۔

"اے ارض خیم کے آخری سہارے۔ میں نے تیرے انجام پر بہت غور و فکر کیا مگر اس سلسلہ میں دیوتاؤں نے میری کوئی مدد نہ کی اور میں تیرا انجام معلوم کرنے سے اب تک قاصر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ دیوتا تیرے انجام کے معلوم کرنے کی کوشش میں میرا ساتھ کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ اس لیے میں بعض وقت مایوس ہو

جاتا ہوں"۔

ہرمقس نے جواب دیا۔

"اے معزز باپ ہم دنیا والوں کی ضرورتیں اور مصلحتیں اور ہوتی ہیں اور دیوتاؤں کی مصلحتیں ہم سے مختلف ہوتی ہیں اگر دیوتا آپ کی مدد نہیں کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ آپ سے ناراض ہیں یا وہ مجھے نا ممکن بنانے کی فکر میں ہیں اگر ایسا ہوتا تو ابوطیس میں پورے ملک سے اتنے لوگ بھی کس طرح جمع ہو کے میری تاجپوشی کی رسم ادا کر سکتے تھے جبکہ ہر جگہ بلکہ دریا کے کنارے ہر گھاٹ پر شاہی جاسوس باغیوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیے۔ خدائے رع اور ربہ آسیس ضرور میری مدد کریں گے"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے اے فرزند ارجمند----" ہرمقس کے باپ نے کہا۔ "جہاں تک میں نے تمہارے انجام پر غور کیا ہے' مجھے تمہارے خلاف کوئی چیز نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ تم پر کسی عورت کا سایہ پڑ رہا ہے۔ ہمیں یہ بات پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی اور ہم نے اسی لیے تمہیں ربہ آسیس کی خانقاہ میں بھیجا تھا کہ تم اس سے ملاقات کر کے اپنی کامیابی کی ضمانت حاصل کرو اور تمہارے کہنے کے مطابق ربہ آسیس تمہارے سامنے جلوہ گر ہوئی تھیں"۔

"جی ہاں پدر محترم۔ بالکل ایسا ہی ہوا تھا----" ہرمقس نے بتایا۔ "مجھے اس رات کے حالات بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ ربہ آسیس نے کس کس انداز سے مجھے اپنی نوازشوں اور عنایتوں کی بارش کی تھی۔ پدر محترم آپ بالکل مطمئن رہیے اگر کسی عورت کا سایہ مجھ پر ہے تو اس سایہ کو میں تا لنکبوت (مکڑی کا جالا) کی طرح توڑ پھوڑ دوں گا"۔

"مجھے تم سے ایسی ہی امید ہے اے فرزند-----"

اور اس امید کے ساتھ ہی ہرمقس کے باپ نے اسے اسکندریہ روانہ کر دیا۔

ہرمقس راستے میں بے انتہا محتاط رہا۔ جو لوگ اسے جانتے تھے ان سے ہرمقس نے بہانہ کیا کہ اسے کہانت (کاہن) کی ذمہ داریاں پسند نہیں اور چونکہ اس نے علم نجوم اور علم سحر میں کمال حاصل کیا ہے اس لیے وہ اسکندریہ پہنچ کے اپنا مستقبل روشن

کرنا چاہتا ہے۔ یہ بہانہ انتہائی معقول تھا اس لیے ہرمقس کو جاسوسوں نے بالکل تنگ نہیں کیا اور وہ دس دن کے سفر کے بعد اسکندریہ پہنچ گیا۔

ہرمقس اسکندریہ بذریعہ جہاز رات کے وقت پہنچا تھا۔ پورا شہر اسکندریہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اس وقت اس شہر کو ہزار میناروں کا شہر بھی کہا جاتا تھا اور ہر مینار سے روشنی پھوٹتی تھی اور شہر کو منور کرتی تھی۔ روشنی کا سب سے اونچا مینار فیراس تھا جو واقعی عجوبہ روزگار تھا اس کے عکس سے جو روشنی نکلتی تھی وہ سورج کی روشنی کی طرح بندرگاہ کے مضطرب پانی پر دور دور تک پھیل جاتی تھی اور ملاحوں کو تیرہ و تار سمندر میں راستہ دکھاتی تھی۔

مقدونیہ کے اسکندراعظم نے مصر کی فتح کی یاد گار کے طور پر اپنے نام کی مناسبت سے اسکندریہ کا شہر بحر روم کے ایک وسیع قطعہ آراضی پر آباد کیا تھا۔ یہ شہر ایک زمانہ میں دنیا کا ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ اس کے عظیم الشان کتب خانہ میں دو لاکھ چرمی کتابیں تھیں مگر ان کتابوں کو حریت نواز جولیس قیصر نے جلوا دیا تھا۔ اس کے بعد علم دوست لوگوں نے پھر کتابیں جمع کر کے لائبریری قائم کر دی مگر بطریق اعظم نے صلیب لے کر ان کتابوں اور کتب خانہ کو خاکستر کر دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فتح مصر کے چھ سو سال بعد ایک نصرانی مورخ ابو الفرح نے اپنی ایک بے سروپا اور غیر مربوط تاریخ میں اسکندریہ کے عظیم کتب خانہ کی آتش زدگی کا الزام مسلمانوں پر عائد کر دیا جن کی علم روشنی سے آج تک کسی نے انکار ہی نہیں کیا۔

اسکندریہ میں اس وقت بھی حضرت دانیال کا مزار موجود ہے۔ اقلیدس کی تعلیم گاہ بطالحہ کی منارۃ النور۔ کلوپطرہ کا عمود۔ مساجد ذوالقرنین والرحمت۔ مسجد عمود (ہزار ستون کی مسجد) مسجد دین طولون۔ مسجد موسیٰ' مسجد دانیال اور کلیسیائے سینٹ مارک بھی اسی بحر روم کے ساحلی شہر میں ہیں۔

منارۃ النور کو بطلیموس اول نے جو ایک طوائف کے بطن اور فیلقوس کے نطفہ سے تھا' سکندر کی وفات کے بعد حکومت مصر پر فائز ہونے کے بعد تعمیر کر رہا تھا لیکن اس کی تکمیل بطلیموس ثانی کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ بطلیموس ثانی نے سات لاکھ کتابوں پر مشتمل ایک کتب خانہ بھی یہاں بنوایا تھا۔ اس کتب خانہ کو جولیس سیزر نے

تباہ کرا دیا تھا۔ بطلیموس ثانی نے ہی عطا کی مجلس سے توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں کرایا تھا۔ اس نے اپنی سگی بہن سے عقد کیا تھا۔ موجودہ ملکہ قلوپطرہ اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

منارۃ النور چار سو فیٹ بلند تھا۔ اس منارہ کی تعمیر پر اس دور میں ڈھائی کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔ اس کے ایک برج میں ایک بڑا چراغ روشن کیا جاتا تھا کھڑکیوں میں آتشی شیشے نصب کئے گئے تھے جن کی تڑپ سے کئی میل تک روشنی پہنچتی تھی اور جہازوں کی رہنمائی کی جاتی تھی۔ منارۃ النور اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں گر گیا تھا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف کے بھتیجے محمد بن قاسم نے جو اس کا بھتیجا اور داماد تھا سندھ پر حملہ کیا تھا۔ (۹۳ ہجری)۔

ہرمقس نے اسکندریہ جیسا کوئی بڑا شہر نہیں دیکھا تھا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ اور طرح طرح کی آوازیں سن کے پریشان ہو گیا۔ ہرمقس اس پریشانی کے عالم میں ہکا بکا کھڑا تھا کہ کسی شخص نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ ہرمقس نے پلٹ کے دیکھا۔

کاندھے پر ہاتھ رکھنے والے نے ادب سے دریافت کیا۔

"کیا آپ ابوطیس سے آ رہے ہیں؟"

ہرمقس نے ذرا رک کے جواب دیا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں ابوطیس سے آ رہا ہوں مگر آپ کون ہیں اور یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ اس نے دوسرا سوال کر دیا۔

"اگر آپ ابوطیس سے آ رہے ہیں تو کیا آپ کا نام ہرمقس نہیں ہے؟"

ہرمقس کو فوراً یاد آ گیا کہ اس کے باپ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اسکندریہ پہنچ کے قطعی پریشان نہ ہو کیونکہ اس کے آدمی خود ہی اسے شناخت کر لیں گے۔ اس پر ہرمقس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا نام ہرمقس ہی ہے اور آپ جس شخص کو تلاش کر رہے ہیں میں وہی ہوں"۔

یہ سن کر اس نے دو غلاموں کو جو اس کے ساتھ آئے تھے حکم دیا۔

"ان کا سامان جہاز سے اتار لاؤ"۔

ہرمقس ان کے ساتھ گیا اور جہاز سے اپنا سامان اتروا لیا۔ پھر وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ ہرمقس کو شہر کی ہر بات اور ہر چیز نئی اور عجیب معلوم ہو رہی تھی۔ شراب خانے آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ نیم عریاں اور بعض بالکل عریاں عورتیں رقص کر رہی تھیں۔ ہرمقس کا راہنما چراغوں سے منور گھروں کے سامنے سے گزرتا ہوا ایک گھر میں داخل ہوا۔ یہ گھر سفید پتھر کا بنا ہوا تھا۔

اس گھر کے ایک کمرے میں چراغ روشن تھا۔ ہرمقس کمرے میں داخل ہوا تو اندر اس کا ماموں سیفا بیٹھا ہوا تھا۔ ہرمقس کو دیکھ کے وہ کھڑا ہو گیا۔

"دیوتاؤں کی مہربانی سے میں تمہیں صحیح و سلامت دیکھ رہا ہوں۔ راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

ہرمقس نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر وہ دونوں بیٹھ گئے ان کے سامنے فوراً کھانا چن دیا گیا۔ کھانے کے دوران ہرمقس اور سیفا باتیں کرتے رہے۔ ہرمقس نے سفر کی پوری تفصیل بیان کی۔ پھر سیفا نے اسے ایک دلچسپ بات بتائی"۔

سیفا نے کہا۔

"جب میں اسکندریہ آیا تو ملکہ قلوپطرہ کو کسی نے بتایا کہ منوف کا ایک بوڑھا کاہن تبدیل آب و ہوا کے لیے اسکندریہ آیا ہوا ہے۔ اس نے مجھے فوراً" بلوا لیا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ عون کے ہرم میں ایک خزانہ پوشیدہ ہے۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے میں نے حقیقت چھپانے کے لیے اسے ہنس کے جواب دیا کہ اے ملکہ محترم ۔ آپ اس خزانہ کو ایک رنگین خواب سمجھئے۔ عون کا ہرم تو چونو کا محض مدفن ہے اسے لعل و جواہر سے کیا تعلق میرے جواب پر ملکہ برہم ہو گئی اور اس نے قسم کھائی کہ جس طرح میری حکومت مسلم ہے اسی طرح میں قسم کھاتی ہوں کہ میں عون کے ہرم کا ایک ایک پتھر اکھڑوا ڈالوں گی اور اگر اس کے اندر کوئی خزانہ ہے تو اسے حاصل کر کے دم لوں گی ــــ"

ہرمقس ۔ تم کن خیالوں میں گم ہو گئے؟"

ہرمقس چونکا اور جواب دیا۔

"میں ملکہ قلوپطرہ کی حریص طبعیت کے بارے میں سوچ رہا تھا"۔

"تم نے بالکل ٹھیک سوچا ہرمقس"۔ سیفا بولا۔ "اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے اس کی اس قسم کا کس طرح مذاق اڑایا۔ میں نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ محترمہ اسکندریہ میں ایک پرانی کہاوت بہت مشہور ہے اگر ناگوار نہ ہو تو میں عرض کروں۔ ملکہ نے کہاوت سننے کی خواہش کی تو میں نے اسے یہ کہاوت سنائی کہ۔

پہاڑ بادشاہوں سے زیادہ پائیدار ہوتے ہیں۔

ملکہ یہ کہاوت سن کے خوش ہوئی اور مجھ پر کسی قسم کی سختی نہ کی۔

ہرمقس تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اسے تجربہ کار سیفا کی تجربے سے بھری باتیں بھی اچھی نہ لگ رہی تھیں۔ سیفا نے ہرمقس کی بے چینی محسوس کی اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا اور ہرمقس جس بستر پر بیٹھا تھا اسی بستر پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کی مگر باہر کے شور و غل نے اسے جلدی سونے نہ دیا۔ ہرمقس بہت دیر بعد نیند آئی مگر وہ جلد ہی اٹھ گیا۔ اس وقت ہر طرف صبح کا دھندلکا پھیلا ہوا تھا۔

ہرمقس نے اسکندریہ میں طلوع کا منظر دیکھنے کے لیے اوپر جانے کے لیے سیڑھیوں کو تلاش کیا تو اسے مینار پر جانے کا زینہ مل گیا۔ ہرمقس مینار پر چڑھ گیا اور طرح اسکندریہ میں طلوع آفتاب کا ایک نیا انداز دیکھا۔ رات کی وہ روشنی جس پر کا شبہ ہوتا تھا وہ سورج کے طلوع ہوتے ہی معدوم پڑتے پڑتے سورج کی کرنوں میں تحلیل ہو گئی۔

ہرمقس اتر کے نیچے آیا تو اس کا ماموں اس کے انتظار میں تھا۔ ہرمقس کو سیڑھیوں سے اترتا دیکھ کر اس نے کہا۔

"کہاں گئے تھے ہرمقس بیٹے؟"

"میں اسکندریہ میں طلوع آفتاب کا منظر دیکھ رہا تھا"۔

"پھر کیسا لگا تمہیں اسکندریہ؟" سیفا نے پوچھا۔

"یہ تو مجھے دیوتاؤں کا شہر معلوم ہوتا ہے"۔ ہرمقس نے مختصر سا جواب دیا۔

سیفا شاید اسکندریہ کی اس تعریف پر جل گیا تھا۔ اس نے غصہ سے منہ

کہا۔

"دیوتاؤں کا نہیں بدمعاشوں کا اسکندریہ۔ عیاشوں اور مکاروں کا اسکندریہ۔ اس اسکندریہ نے اپنے قیام کے وقت سے اب تک اس ملک اور قوم کو تباہ ہوتے دیکھا ہے اور اگر بدقسمتی سے تمہیں دیوتاؤں کی آشیرباد حاصل نہ ہوتی یا تم نے غلطی سے کوئی غلط قدم اٹھا لیا تو تمہاری نجات کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور تمہیں کسی سمت سے کسی طرح کی بھی امداد نہ ملے گی۔ پھر یہ شیطانوں کا اسکندریہ اسی طرح گناہوں میں لپٹا رہے گا اور تم اور تمہاری قوم قیامت تک یونہی سسکتی اور شیطانیوں کی غلامی میں جکڑی پڑی رہے گی"۔

ہرمقس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا تاکہ اس کے ماموں کا غصہ کم ہو جائے۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ سیفا بہت جلد خوش نظر آنے لگا۔ پھر اس نے بڑے پیار سے ہرمقس سے کہا۔

"پیارے بیٹے ہرمقس جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں اب روانہ ہو جانا چاہیے"۔

"اس وقت ہمیں کہاں جانا ہے معزز ماموں سیفا؟" ہرمقس نے چونک کے پوچھا۔

سیفا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"پیارے بیٹے۔ کیا میں نے نہیں بتایا کہ اس وقت ہمیں ملکہ کے جلوس کے بارے میں کوئی بات کی ہو۔ براہ کرم ایک بار پھر بتا دیجئے تاکہ میری یاد تازہ ہو جائے کہ مجھے اس قدر جلد بھول جانے کی عادت تو نہیں ہے پھر بھی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے"۔

"نہیں بیٹے ہرمقس یہ تمہاری غلطی نہیں بلکہ غلطی میری ہے"۔ ماموں سیفا نے اعتراف کیا۔ "آج کے پروگرام کے بارے میں اس نے تمہیں کچھ بھی نہیں بتایا۔ اچھا تم سنو۔ میں اب بتاتا ہوں۔ آج ملکہ قلوپطرہ کی پیدائش کا دن ہے----"

"تو پھر آج میری پیدائش کا بھی دن ہے"۔ ہرمقس نے سیفا کی بات کاٹتے ہوئے بڑی مسرت سے بتایا۔ "میرے بابا نے مجھے بتایا کہ میں اور ملکہ قلوپطرہ دونوں ایک ہی دن اور ایک ہی گھڑی میں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح ہم دونوں کی عمریں بھی

برابر ہیں"۔

سیفا خاموشی سے سنتا رہا جب ہرمقس چپ ہوا تو اس نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم دونوں کی عمریں برابر ہیں اور تم دونوں ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے تھے مگر شاید تم یہ نہیں جانتے کہ تم دونوں کے ستارے آپس میں ٹکرا رہے ہیں کیونکہ تم میں سے ایک ہی صاحب اقتدار رہ سکتا ہے۔ پس تمہیں اس لیے یہاں بھیجا گیا ہے کہ تم اپنے خنجر سے ملکہ قلوپطرہ کا خاتمہ کرو اور فرعون بن کر مصر پر حکومت کرو"۔

"مگر میں یہ کس طرح کر سکوں گا۔ کیا مجھے اس جلوس میں ملکہ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دینا ہو گا؟" ہرمقس نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں ہرمقس"۔ سیفا نے کہا "ملکہ کو صرف قتل ہی نہیں کرنا ہے بلکہ تمہیں خود بھی زندہ رہنا ہے۔ اگر تم نے اس جلوس کے دوران ملکہ پر حملہ کیا تو کیا تم اس کے محافظوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاؤ گے؟"

"اس کے متعلق میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ معزز ماموں"۔ ہرمقس نے بے بسی سے جواب دیا۔

سیفا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بیٹے ہرمقس ابھی تمہیں اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔ دراصل تمہارا پورا پروگرام میرے ہاتھ میں رہے گا کیونکہ مجھے منوف سے اسی لیے اسکندریہ بھیجا گیا ہے۔ میں جس طرح کہتا رہوں گا تم اسی طرح کرتے رہو گے۔ آج کے جلوس میں تمہیں لے جانے کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں کسی طرح ملکہ کا قرب حاصل ہو سکے۔ جب تک تم ملکہ کے حلقہ میں داخل نہیں ہو گے اس وقت تک تم ملکہ پر قابو نہیں حاصل کر سکتے۔ ہاں تو ملکہ آج اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ یوکیاس سے جہاں اس کا شاہی محل ہے روانہ ہو گی اور سیرا پیم کے عبادت خانہ میں جائے گی تاکہ وہاں عبادت کرے اور اپنے اقتدار کے استقلال کے لیے دعا کرے"۔

اس خبر سے ہرمقس اور زیادہ خوش ہوا کہ اسے آج ہی ملکہ قلوپطرہ کو دیکھنے کا موقعہ ملے گا۔ اس نے بڑے اشتیاق سے کہا۔

"معزز ماموں سیفا۔ میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔ میرے لئے کوئی ہدایت ہو تو ضرور فرمایئے"۔

"تمہارے لئے کوئی ہدایت نہیں ہے ہرمقس"۔ سیفا نے جواب دیا۔ "یہ ہمارا کام ہے کہ ہم تمہیں ملکہ کے حلقے میں کس طرح داخل کریں۔ ہم نے جلوس کے راستے میں ایک اونچی جگہ لکڑی کا ایک چبوترہ سا بنوا لیا ہے۔ وہاں بیٹھ کے ہم دونوں ملکہ کے جلوس کو پوری طرح دیکھ سکیں گے"۔

دونوں ماموں بھانجے یعنی سیفا اور ہرمقس۔ ملکہ قلوپطرہ کے جلوس کا نظارہ دیکھنے روانہ ہوئے۔ ملکہ کے جلوس کو شہر کی اس سڑک سے گزرنا تھا جو بیچ شہر سے گزرتی تھی۔ سیفا نے اپنے لیے کرایہ پر ایک جگہ حاصل کر لی تھی۔ انہیں اس جگہ پہنچنے میں بڑی دقت ہوئی کیونکہ راستے میں بڑی بھیڑ بھاڑ اور ریل پیل تھی۔ ملکہ کے آنے میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے مگر سیر سپاٹے کے شوقین لوگ سیٹیاں بجاتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے کبھی گلی میں اور کبھی سڑک پر آ جا رہے تھے۔

بڑے انتظار کے بعد ملکہ کے آنے کے آثار پیدا ہوئے۔ پہلے چند سپاہی رومی زرہیاں اور زرہ بکتر پہنے راستہ صاف کرنے آئے۔ ان کے پیچھے ہراول دستہ تھا جو اعلان کر رہا تھا کہ ملکہ کی سواری آنے والی ہے اس لیے سب لوگ خاموشی سے اپنی اپنی جگہ کھڑے رہیں ہراول دستہ کے پیچھے سلیقہ، تھریس، مقدونیہ اور گال کے ہزار ہزار کے دستے اپنے اپنے ملک کے لباس میں نمودار ہوئے۔ ان کے بعد پانچ سو سواروں کا ایک آہن پوش دستہ آیا۔ ان کے عقب میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں زرق برق لباسوں میں ملبوس، سروں پر تاج سجائے نمودار ہوئیں۔ آخری گروہ جو ملکہ کے آگے رواں تھا وہ ان خوبصورت عورتوں پر مشتمل تھا جو سڑک پر عطرپاشی کرتی آ رہی تھیں۔

اس کے بعد قلوپطرہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ہرمقس کے ماموں نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ ملکہ قلوپطرہ آج کے دن ربہ آسیس کا لباس پہنتی ہے۔ ہرمقس کو بڑا اشتیاق تھا کہ وہ اس ہستی کو دیکھے جو ربہ آسیس کا لباس پہننے کی جرات کرتی ہے۔ ہرمقس ملکہ قلوپطرہ کو دیکھنے کے لیے لکڑی کے مچان سے اتر آیا اور لوگوں کو ڈھکیلتا

ہوا سڑک کے کنارے جا کے کھڑا ہو گیا۔

اس وقت نوبیہ کے سیاہ فام غلام عشق پیچاں کے تاج لگائے اور ہاتھوں میں موٹے ڈنڈے لئے لوگوں کو پیٹ پیٹ کے سڑک کے پیچھے ڈھکیل رہے تھے۔ ہرمقس جہاں کھڑا تھا اس کے قریب ہی ایک عورت اپنے شیر خوار بچہ کو دبائے کھڑی تھی۔ ان حبشی غلاموں میں ایک غلام کافی موٹا تازہ تھا۔ وہ اپنا رعب دکھانے کے لیے خواہ مخواہ لوگوں پر ڈنڈے برسا رہا تھا۔

اچانک وہ ہرمقس کی طرف مڑا اور اس کے قریب کھڑی عورت کے سر پر اس زور کا ڈنڈا رسید کیا وہ غریب زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئی اور اس کا بچہ زور زور سے رونے لگا۔ قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے اس ظلم کو دیکھا مگر خاموش رہے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکے۔ ہرمقس کو حبشی غلام کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری کیونکہ عورت کے گر کے بے ہوش ہونے پر وہ قہقہ لگا رہا تھا۔

ہرمقس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے زیتون کا وہ عصا جسے وہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوتے تھا، گھما کر اس غلام کے سر پر بھرپور دے مارا جس کے ساتھ ہی اس کے سر سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ حبشی غلام نے پہلے تو ایک چیخ ماری پھر پلٹ کر ہرمقس کی طرف بڑھا۔ لوگ دور دور تک پیچھے ہٹ گئے اور تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

ہرمقس کا زیتون کا عصا حبشی کے سر پر لگ کر ٹوٹ چکا تھا اور اب وہ خالی ہاتھ تھا جبکہ اس کے دشمن کے ہاتھ میں وہی موٹا لٹھ تھا جس سے اس نے غریب عورت کو مار کر بے ہوش کر دیا تھا۔ ہرمقس نے سوچا کہ اگر اس نے غلام سے لپٹنے کی کوشش کی تو اس قدر موٹا ہے کہ اس کے قابو میں نہیں آ سکے گا۔ پس ہرمقس نے پینترا بدل کر ایک بھرپور گھونسہ غلام کی آنکھ پر رسید کر دیا جس سے غلام کی دوسری چیخ نکل گئی اور دیکھنے والوں نے ہرمقس کی بہادری کے حق میں نعرے بلند کر دیئے۔

حبشی غلام اگرچہ ہرمقس کے زیتون کے عصا سے زخمی ہوا تھا۔ مزید اس کے گھونسے نے اسے اور زیادہ بے تاب کر دیا تھا مگر وہ ایک بھاری بھرکم اور تنومند شمشیر زن تھا اس لیے گھونسہ کھا کر بھی وہ مقابلہ سے نہ ہٹا اور اس نے سنبھل کر

ہرمقس پر اپنے موٹے لٹھ سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اس کا لٹھ ہوا میں لہرایا اور پوری رفتار سے ہرمقس کے سر پر گرا۔ اگر ہرمقس فوری طور پر اس کی زد سے ہٹ نہ گیا ہوتا تو وہ اس وقت زمین پر گرا تڑپتا دکھائی دیتا۔

ہرمقس نے خود نہ صرف غلام کی زد سے بچا لیا بلکہ اس نے لپک کے غلام کی گردن دبوچ لی اور ناخن اس کی گردن میں چبو دئے اس کے جواب میں غلام نے ہرمقس کی پسلیوں پر بے تحاشہ گھونسوں اور مکوں کی بارش کر دی۔ غلام کا ہر گھونسہ ہرمقس کی پسلی پر لوہار کے بھاری ہتھوڑے کی طرح پڑتا مگر سوائے برداشت کرنے کے ہرمقس کے پاس اس کا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

ادھر جب غلام کی گردن ہرمقس نے کسی طرح نہ چھوڑی اور اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی تو اس نے گھومنا شروع کر دیا مگر ہرمقس بس لٹک گیا اور اس نے گردن کو اور زیادہ زور سے دبانا شروع کیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں تیورا کر زمین پر گرے مگر اس کی کوشش اور لڑائی جاری رہی۔ ہرمقس کے ناخن غلام کی گردن میں اتنے گھس گئے تھے کہ ان سے خون نکلنے لگا تھا۔

آخر غلام بیدم ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ ہرمقس نے چاہا کہ غلام کا گلہ گھونٹ کر ہمیشہ کے لیے اس کا خاتمہ کر دے کہ اسی وقت اس کے ماموں سیفانے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

"ہوش میں آؤ ہرمقس"۔

اور ہرمقس کو واقعی ہوش آ گیا۔ وہ غلام کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے تمام لوگ اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ ٹھیک اس وقت ملکہ قلوپطرہ کا سونے کا رتھ ہرمقس کے قریب آ پہنچا۔ رتھ لوگوں کے شور و غل اور مجمع کی وجہ سے رک گیا تھا۔ ہرمقس نے نظریں اٹھا کر رتھ کی طرف دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نظریں چمکتے سورج سے ٹکرا کے چندھیا گئی ہیں۔

ملکہ قلوپطرہ جس رتھ میں بیٹھی تھی اس کے آگے ہاتھی اور پیچھے بغیر کسی زنجیر یا کٹہرے کے ایک سدھا ہوا شیر چل رہا تھا۔ رتھ میں دو سفید گھوڑے جتے ہوئے

تھے۔ ملکہ کی پشت پر دو خوبصورت خوامیں یونانی وضع کا لباس پہنے کھڑی پنکھا جھل رہی تھیں ملکہ کے سر پر ربہ آسیس کی اوڑھنی اور سنہرے سینگ تھے جن کے درمیان چاند کی مدد ٹکیہ اور رب اسیرس کے تخت کا نشان رکھا تھا۔

ملکہ قلوپطرہ کی اوڑھنی کے نیچے گدھ کی شکل کی سنہری کلاہ اور نیلے رنگ کے شہپر تھے جن پر بہت کچھ مینا کاری کی گئی تھی۔ ان کے ساتھ گدھ کا سر بھی تھا جس میں موتیوں کی سی چمکتی ہوئی آنکھیں جڑی ہوئی تھیں۔ ان سب کے نیچے اس کی لمبی اور سیاہ زلفیں تھیں جو اس کے پاؤں تک لہرا رہی تھیں۔ ملکہ کی گول اور سفید گردن میں ایک نفیس سونے کا گلوبند تھا جس میں زمرد اور مونگے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں "زندگی" کا مقدس نشان تھا جو بلور کا بنا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ میں عصائے شاہی تھا۔ اس کا سینہ تقریباً" عریاں تھا مگر اس کے نیچے ایک عبقری چولی تھی جو سانپ کے حلقہ در حلقہ کینچلی کی طرح آئینہ کار تھی۔

اس نظر فریب لباس کے نیچے زربفت کا پیراہن تھا جو کوش کے نفیس ریشم کے ڈوپٹہ سے تقریباً" نصف ڈھکا ہوا تھا۔ یہ ڈوپٹہ خوبصورت حلقے اور شکنیں پیدا کرتا ہوا اس کے پاؤں تک پہنچ گیا تھا۔ ملکہ کے خوبصورت پاؤں دو نہایت خوشنما نعلین میں منور تھے جن کے سرے آپس میں بڑے بڑے موتیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

ہرمقس نے ایک ہی نظر میں یہ سب کچھ دیکھ لیا پھر اس نے ملکہ کے چہرے کو دیکھا جس نے پر عظمت جولیس سیزر کو مسحور کیا تھا۔ اس کے چہرے کے بے عیب خط و خال۔ سرخ ہونٹ' گول ٹھوڑی' چوڑی پیشانی' ستواں ناک' سیپیوں کی طرح سانچے میں ڈھلے ہوئے سفید اور نازک کان اور خوبصورت سیاہ بال دیکھے جو بھاری کنڈلیوں میں لٹکتے ہوئے سورج کی روشنی میں ایک درخشاں بادل کی کیفیت پیدا کر رہے تھے۔ ملکہ کی قوس بھنویں اور لمبی گھنیری پلکیں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے ہاتھی دانت کے کھلونے ہوں جن میں لطیف سیسے سے نہایت خوشنما نقش کندہ کیے گئے ہوں اور اس کی حیرت انگیز آنکھیں جو پر اسرار اشیاء پر اس طرح کھلی ہوئی معلوم ہوتی تھیں جس طرح سیاہ رات صحرا پر سوتی ہے۔ وہ آنکھیں قبرص کے بنفشی پھولوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

ملکہ قلوپطرہ ایک انسانی ہستی نہ تھی بلکہ شعلوں سے بنی ہوئی دیوی تھی۔ اس میں وہ تمام خوبیاں نمایاں تھیں جو قدرت تمام عورتوں کو رعب اور تسکین کے لیے الگ الگ عطا کرتی ہے اس کے ساتھ ہی اس میں وہ مافوق الفطرت طاقتیں بھی جمع ہو گئی تھیں جو قدرت مردوں کو عطا کرتی ہے۔ ایک طرف قلوپطرہ میں اتنی خوبیاں تھیں تو دوسری طرف اس میں کچھ عیوب بھی تھے اس میں سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ وہ اصول و آئین کی کوئی پرواہ نہ کرتی اور اپنی مقصد براری کے لیے وہ اپنے ہم جنسوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کرتی تھی۔

اس شور غل کو سن کر قلوپطرہ اپنے رتھ سے تھوڑا سا جھکی اور اس کی نظریں ہرمقس کی نظروں سے ایک دم ٹکرا گئیں جو ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہرمقس کو دیکھتے ہی ملکہ جیسے خواب سے بیدار ہو گئی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے پر پہلے غصہ نمودار ہوا مگر فوراً" ہی اس میں نرمی پیدا ہو گئی شاید اس وجہ سے کہ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ایک جوان نے اس کے ایک لحیم شحیم شمشیرزن کو زمین پر گرا دیا تھا۔

ملکہ قلوپطرہ تھوڑی سی مڑی اور اس نے اپنے پہریداروں سے کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی دو پہریدار ہرمقس کے پاس آئے اور اسے اپنے ساتھ ملکہ کے حضور لے گئے۔

ملکہ نے ہرمقس کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"اے شخص تو کون ہے اور تو نے میرے پہریدار سے دست و گریباں ہونے کی کیوں کوشش کی جبکہ تجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میری سواری نکلنے والی ہے"۔

"اے عالی مقام ملکہ----" ہرمقس نے سنبھل کے جواب دیا۔ "میرا نام ہرمقس ہے۔ میں ابوطیس کی خانقاہ کے کاہن کا بیٹا ہوں میں نے علم نجوم حاصل کیا ہے اور اسکندریہ اس لیے آیا ہوں کہ کسب معاش کر سکوں"۔

"اس قدر تفصیل کی ضرورت نہیں"۔ ملکہ نے قطع کلام کیا۔ "یہ بتا کہ تو میرے پہریدار سے کیوں الجھا؟"

"میں اس سے نہیں الجھا ملکہ عالیہ" ہرمقس نے جواب دیا۔ "جب اس مغرور

اور ظالم پہریدار نے ایک غریب عورت کے سر پر ڈنڈا مار کر اسے زمین پر گرا دیا تو ہم سے برداشت نہ ہو سکا اور میں اس سے الجھنے پر مجبور ہو گیا"۔

ملکہ نے پشت پر کھڑی لڑکی سے جس کے بالوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے آنکھیں چمکدار اور صورت بھولی بالی تھی۔ گفتگو کی اور پھر پلٹ کے حکم دیا۔

"اس نمک حرام پہریدار اور اس عورت کو معہ ان لوگوں کے جو اس واقعہ کے عینی ہیں میرے سامنے پیش کیا جائے"۔

ملکہ کے سپاہی دوڑ کے گئے اور طلب کئے لوگوں کو لا کے ملکہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ملکہ نے حبشی پہریدار سے دریافت کیا۔

"تو اس عورت پر کیوں ظلم کیا جس کے نتیجے میں یہ فساد کھڑا ہو گیا؟"

حبشی زخمی بھی تھا اور اس کے حواس بھی درست نہ تھے ملکہ کے سوال پر وہ گھبرا گیا اور جواب دینے کے بجائے ملکہ کا منہ دیکھنے لگا۔

اس وقت ملکہ نے انتہائی طیش کے عالم میں حکم دیا۔

"اس کی خاموشی ثابت کرتی ہے، کہ یہ مجرم ہے۔ پس حکم دیا جاتا ہے کہ اس بزدل اور ظالم کا دایاں ہاتھ قلم کر دیا جائے"۔

یہ کہہ کے ملکہ نے دوبارہ پلٹ کے اس لڑکی کو دیکھا۔ اس سے کچھ کہا پھر سواری آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ سواری آگے بڑھ گئی۔ لوگوں نے ملکہ کے انصاف کی تعریف کی اور اس پہریدار کا دایاں ہاتھ اسی دم قلم کر دیا گیا۔ لوگوں نے ہرمقس کو بھی لیا کہ اس کی تعریف کریں مگر ہرمقس اور اس کا ماموں سیفا بھیڑ کو چیرتے ہوئے بچ سے نکل گئے اور سیدھے گھر جا کے دم لیا۔

ہرمقس کا ماموں سیفا راستے بھر بڑبڑاتا آیا کہ اس نے شاہی پہریدار کو زخمی کے اچھا نہیں کیا مگر گھر پہنچ کے اس نے بڑی محبت سے ہرمقس کو گلے لگا لیا اور کہا۔

"اے میرے بچے۔ تقدیر تیرا ساتھ دے رہی ہے ورنہ شاہی ملازم کو تکلیف دینے والے کو تو ملکہ کھڑے کھڑے قتل کرا دیتی ہے۔ تمہاری اگرچہ اس نے تعریف نہیں کی لیکن آئندہ جب بھی تمہارا اس کا سامنا ہو گا تو ملکہ تمہیں فوراً پہچان لے گی"۔

ہرمقس دل ہی دل میں کڑھتا ہوا گھر پہنچا تھا مگر ماموں کی اس محبت بھری باتوں سے خوش ہو گیا۔

اس شام جب ہرمقس اور سیفا کھانا کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایک عورت سیاہ لبادے میں لپٹی ہوئی داخل ہوئی۔ سیفا نے کہا۔

"بیٹی شارمیاں۔ لبادہ اتار دے۔ یہ تیرا بھائی ہرمقس ہے۔ اس سے کیا پردہ۔ یہی تو ہماری امیدوں کا آخری سہارا ہے۔ اتنے دن سے اس کا انتظار کر رہا تھا"۔

لڑکی نے فوراً" اپنا لبادہ اتار دیا اور بڑی مسرت سے بولی۔

"اچھا آپ شہزادہ ہرمقس ہیں۔ ہمارے مصر کے فرعون۔ میں آپ کی کنیز ہوں شہزادے----"

ہرمقس نے اسے فوراً" پہچان لیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو ملکہ قلوپطرہ کے ساتھ سوار تھی اور اسے پنکھا جھل رہی تھی۔ شارمیاں کی صورت بڑی من موہن تھی مگر ہرمقس اسے ماموں کی وجہ سے زیادہ دیر نہ دیکھ سکا۔ شارمیاں نے یونانی لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس میں وہ بہت بھلی لگ رہی تھی۔ اس لباس کو دیکھ کر سیفا کو تاؤ آ گیا۔ اس نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

"او کمبخت شارمیاں۔ تجھے ہمارے دشمن یونانیوں کا لباس پہنتے ہوئے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ میں نے تجھے اس لیے پرورش نہیں کیا کہ تو قلوپطرہ کی صحبت میں رہ کر اس کے رنگ میں رنگ جا۔ تیرا کام تو اس کا دل جیتنا اور اس پر اپنا اعتماد قائم کرنا ہے تاکہ ہمارا کام آسان ہو اور ہم ان یونانیوں کا خاتمہ کر کے شہزادے ہرمقس کو اپنا فرعون بنائیں"۔

"اے میرے باپ"۔ شارمیان نے مترنم آواز میں جواب دیا۔ "آپ میری طرف سے بالکل مطمئن رہیے۔ جس کے لیے آپ نے مجھے محل میں بھیجا ہے میں صدق دل سے اس کام میں لگی ہوئی ہوں۔ میں نے ملکہ کا دل ایسا جیتا ہے کہ وہ اب میرے بغیر نوالہ تک نہیں اٹھاتی----"

"مگر یہ لباس؟" سیفا نے بات کاٹی۔

"میرے باپ"۔ شارمیاں نے کہا۔ "یونانیوں کا لباس میں مصلحت کے طور پر

پہنتی ہوں اگر میں قدیم مصری لباس پہن کے محل میں جاؤں لوگوں کو خواہ مخواہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ میرے یونانی لباس پہننے سے ملکہ یونانی اور رومی تمام غلام اور کنیزیں میری دوست بن گئی ہیں"۔

"اچھا۔ ان باتوں کو چھوڑ اور یہ بتا کہ تو آج کس لیے آئی ہے؟" سیفا نے بات مختصر کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا کام طویل سے طویل تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہر وقت راز کھل جانے کا خطرہ بھی ہے۔ اس لیے جلد کوئی حکمت عملی تیار کر----؟"

شارمیاں نے بڑی متانت سے کہا۔

"میرے باپ۔ میں اسی لیے اپنی بیماری کا بہانہ کر کے آپ کے پاس آئی ہوں۔ میں نے ایک ترکیب سوچی ہے جس سے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی اور سانپ بھی مر جائے گا"۔

"پہیلیاں بجھانے کی ضرورت نہیں۔ جلد بتا تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟" سیفا بے چین ہو گیا اور اس نے نظریں شارمیاں پر جما دیں"۔

شارمیاں نے اپنی تدبیر بتانا شروع کی۔

"میرے باپ میں نے یہ سوچا ہے کہ جب شہزادے ہرمقس محل میں داخل ہو کے ملکہ کا اعتماد حاصل کر لیں تو انہیں ایک دن دوپہر کو محل کے اس حصہ میں پہنچا دوں گی جہاں ملکہ قلوپطرہ دوپہر کے کھانے کے بعد شام تک سوئی رہتی ہے۔ اس وقت شہزادہ ہرمقس کا یہ کام ہوگا کہ وہ اپنے خنجر سے قلوپطرہ کو قتل کر دیں۔ پھر میں اسی وقت تمام دروازے ھلواؤں گی تاکہ ہمارے فوجی جو پہلے سے محل کے باہر موجود ہوں گے وہ سب محل میں داخل ہو کر یونانیوں اور رومیوں کو چن چن کے قتل کر ڈالیں گے۔ پھر آپ شہزادے کو تخت مصر پر بیٹھا دیجئے گا اور یہاں سے بطلیموسیوں کی تین سو سالہ حکومت کا جنازہ نکل جائے گا"۔

ہرمقس کو اس چھریرے بدن کی خوبصورت سی شارمیاں کی ذہانت اور عقلمندی پر بڑا تعجب ہوا اور اسے خواہ مخواہ اس سے دلچسپی سی پیدا ہو گئی۔ ہرمقس کی دلچسپی میں محبت کا شائبہ بھی نہ تھا مگر شارمیاں کے لیے اس کے دل میں ہمدردی اور ایک قسم کے خاص لگاؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

ہرمقس نے شارمیاں سے کہا۔

"عقلمند شارمیاں۔ بلاشبہ تمہارا منصوبہ قابل تعریف ہے اور اگر میرے دیوتاؤں نے میری مدد کی تو میں بھی اپنا کام تم لوگوں کی توقع کے مطابق ہی سرانجام دوں گا مگر یہ سب کچھ تو اس وقت ممکن ہو گا جب میں شاہی محل میں داخل ہوں۔ سب سے بڑا مسئلہ تو میرے شاہی محل میں داخلہ کا ہے۔ اس کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"وہ بھی میں سوچ لیا ہے شہزادے"۔ اور شارمیاں اس وقت کچھ اس انداز سے مسکرائی کہ ہرمقس کے دل کے لطیف تار جھنجھنا کے رہ گئے۔

ہرمقس نے بھی مسکرانے کی کوشش کی مگر سیفا کی موجودگی میں وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پس اس نے نہایت ملائم آواز میں پوچھا۔

"شارمیاں۔ تم میرے محل میں داخل ہونے کی ترکیب مجھے کب بتاؤ گی تاکہ میں اس سلسلہ میں پوری طرح تیار ہو سکوں؟"

شارمیاں ایک بار پھر مسکرائی اور بولی۔

"آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی شہزادے۔ کل دوپہر سے پہلے آپ محل کے شمالی دروازے پر تشریف لے آئیے اور پہیرے داروں سے بے تکلف کہہ دیجئے کہ آپ مجھ سے یعنی شارمیاں سے ملنا چاہتے ہیں۔ ملکہ مجھ پر اس قدر مہربان ہے کہ ہر کنیز اور غلام میری خوشامد میں لگا رہتا ہے۔ وہ میرا نام سنتے ہی آپ کو نہ صرف محل میں داخل ہونے دیں گے بلکہ آپ کی آمد کی اطلاع بھی مجھے پہنچا دیں گے"۔

"واہ ری میری بچی"۔ سیفا چیخ اٹھا۔ "اس کامیابی کا سہرا تیرے ہی سر رہے گا۔ فریاد رکھ کہ اگر تیرے قدم بہکے اور تو نے کوئی غلط کام کیا جو ہماری ناکامی کا باعث ہوا تو تجھ پر مصریوں اور مصر کے تمام قدیم دیوتاؤں کی اس قدر لعنتیں پڑیں گی کہ تو ان کے بوجھ سے عمر بھر گردن نہ اٹھا سکے گی"۔

"میں جانتی ہوں میرے باپ"۔ شارمیاں نے بڑے عزم سے کہا۔ "آپ میری فکر نہ کیجئے۔ ہاں اگر ممکن ہو سکے شہزادے بہادر کو سمجھاتے رہیے۔ اسکندریہ ان

کے لیے نیا ہے۔ کہیں یہاں کی روشنیوں سے ان کی آنکھیں چکا چوند نہ ہو جائیں"۔

"کمبخت شارمیاں اپنا منہ سنبھال"۔ سیفا نے اسے ڈانٹ دیا۔ "تو مصر کے ہونے والے فرعون پر الزام دھر رہی ہے۔ ہمارا شہزادہ ہرمقس تو اس اعلیٰ کردار کا مالک ہے جس پر دیوتا بھی فخر کرتے ہیں۔ شہزادے کو ہوش سنبھالتے ہی یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ انہیں مصر کے قدیم فرعونوں کا تخت و تاج حاصل کرنا ہے اور اس تک پہنچنے کا واحد طریقہ ملکہ قلوپطرہ کی لاش پر سے گزرنا ہے۔ یہ بات تو شہزادے کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے"۔

شارمیاں شرمندہ ہو گئی۔ بولی۔

"میرے باپ۔ میں عالی مقام ہرمقس اور آپ دونوں ہی سے شرمندہ ہوں۔ مجھے ان کے بارے میں ایسا نہیں سوچنا چاہیے تھا"۔

"شارمیاں۔ یاد رکھ شہزادے کے بارے میں تیرے دل میں ایسے خیالات کا پیدا ہونا تیرے لئے گناہ سے کم نہیں"۔ سیفا کو اب بھی غصہ سوار تھا---- "ہم شہزادے کو تیرے سپرد کر رہے ہیں۔ اگر تو نے ان کا دل دکھایا تو ہماری تین سو برسوں کی عبادت و ریاضت اور کوششوں پر پانی پھر جائے گا"۔

شارمیاں نے جلدی سے اپنا سیہ لبادہ اٹھایا اور بولی۔

"میرے باپ اب مجھے جانا چاہیے"۔ پھر وہ ہرمقس کی طرف مڑ کے بولی۔ "شہزادے بہادر۔ امید ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہو گا"۔

"کوئی بات نہیں شارمیاں"۔ ہرمقس نے خوش دلی سے کہا۔ "انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اس کی زبان سے صحیح اور غلط دونوں قسم کی باتیں نکل سکتی ہیں"۔

"نہیں بیٹے ہرمقس----" سیفا نے فوراً ٹوکا۔ "تمہیں جس انداز سے پرورش کیا گیا ہے اس کے پیش نظر تمہارے بارے میں غلطی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا"۔

"بے شک میرے باپ۔ آپ نے بالکل درست کہا۔" یہ کہتی ہوئی شارمیاں لپ چھپ باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد ہرمقس نے سیفا سے کہا۔

"بزرگ و محترم ماموں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے آج شارمیاں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا"۔

سیفا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہرمقس بیٹے۔ تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے شارمیاں کو پالا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شارمیاں ایک ایسا منہ زور گھوڑا ہے کہ اس کا جس طرف منہ اٹھتا ہے چل پڑتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اسے اپنے مقصد سے محبت ہے مگر اس کے ساتھ وہ ایک عورت بھی ہے اور عورت بھی جوان اور امنگوں سے بھرپور۔ اس میں سمندروں جیسا سکون مگر تلون ہے۔ جب وہ بلند ہوتی ہے تو آسمانوں کو چھو لیتی ہے مگر جب پستی کی طرف مائل ہو تو پاتال سے بھی نیچے چلی جاتی ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ بیٹے ہرمقس۔ اس کی نیلی رگوں میں جوانی کا خون بڑی تیزی سے گردش کر رہا ہے۔ تمہیں اس سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے"۔

میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں محترم ماموں"۔ اتنا کہہ کر ہرمقس نے خاموشی اختیار کر لی۔

سیفا بھی چپ ہو گیا۔

دوسرے دن ہرمقس نے اپنی حالت ایک منجم اور ساحر جیسی بنائی۔ اس نے ایک لمبا چغہ پہنا۔ سر پر ایسی ٹوپی پہنی جس پر ستارے بنے ہوئے تھے۔ کمر میں ایک تختی لٹکائی اور ہاتھ میں صنوبر کی چھڑی پکڑی جو عام طور پر شعبدہ کرنے والوں کے پاس ہوتی تھی۔ اس طرح تیار ہونے کے بعد میں اور میرا ماموں شاہی محل کی طرف روانہ ہوئے۔

"محترم ماموں"۔ ہرمقس نے سیفا سے پوچھا۔ "کیا میری یہ ہیئت کذائی درست ہے کہ نہیں"۔

سیفا مسکرایا اور بولا۔

"اگر میں نے تمہیں پہلے نہ دیکھا ہوتا تو یقیناً" تمہیں دیکھ کے دھوکہ کھا جاتا۔ شہزادے تم بالکل منجم اور شعبدے باز معلوم ہوتے ہو"۔

سیفا نے ہرمقس کا زیادہ دور تک ساتھ نہ دیا اور محل کے سامنے پہنچ کے واپس چلا گیا۔ ہرمقس نہایت اطمینان سے محل کے صدر دروازہ پر پہنچا۔ وہاں کے

ایک نیزہ بردار نے فوراً" نیزہ سامنے کر دیا۔

"تم کون ہو اور کہاں جانا چاہتے ہو؟"

ہرمقس نے بڑے وقار سے کہا۔

"میں ابوطیس کا ایک منجم ہوں اور اس محل میں رہنے والی ایک خاتون جس کا نام شارمیاں ہے' سے ملنا چاہتا ہوں"۔

نیزہ بردار نے فوراً" ہرمقس کے سامنے سے نیزہ ہٹا لیا کیونکہ شارمیاں نے سب کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کوئی شخص اس سے ملاقات کے لیے آئے تو اسے روکا جائے۔ نیزہ سامنے سے ہٹتے ہی ہرمقس نے دروازے میں قدم بڑھایا مگر ٹھیک اس وقت پہریداروں کا سردار وہاں آ گیا۔

نیزہ بردار نے سردار کو بتایا۔

"یہ منجم' شارمیاں سے ملنا چاہتا ہے"۔

سردار جو نشہ میں دھت تھا وہ زور سے ہنسا اور بولا۔

"اوہو یہ شارمیاں سے ملنا چاہتا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ شارمیاں میری محبوبہ ہے۔ ہاں اگر یہ جادو گر ہے تو اپنے جادو سے محل کے اندر پہنچ جائے یوں تو میں اسے اندر۔۔۔۔"

ہرمقس نے دیکھ لیا تھا کہ سردار نشہ میں ہے اس لیے اس نے سردار سے بحث نہ کی اور نرمی سے کہا۔

"اگر سردار یہ چاہتے ہیں کہ میں جادو کے زور سے محل کے اندر چلا جاؤں تو میں یہ بھی کر کے دکھا سکتا ہوں۔ اس صورت میں صرف میں ہی اندر نہیں جاؤں گا بلکہ سردار کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا"۔

نشہ میں دھت سردار اور زور سے ہنسا۔ اس نے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ تم جادو کے زور پر کیسے اندر جاتے ہو؟"

ہرمقس نے اپنی ریاضت کے زمانہ میں انجم شناسی کے ساتھ ساتھ "سحر" کی بھی مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے کہا۔

"سردار۔ آپ ذرا مجھ سے آنکھیں تو ملائیے"۔

سردار اکڑ کے کھڑا ہو گیا اور ہرمقس کو گھورتے دیکھنے لگا۔ ہرمقس نے پہلے سردار سے آنکھیں ملائیں پھر اس کے سامنے اپنی چھڑی کر دی۔ چند لمحوں بعد ہرمقس نے چھڑی کو محل کے دروازے کی طرف گھمایا۔ سردار کے نظریں بھی چھڑی کے ساتھ ہی گھوم گئیں اب ہرمقس چھڑی لے کر صدر دروازے میں داخل ہو گیا اور اس کے پیچھے ہی سردا بھی چھڑی پر نظریں جمائے دروازے میں داخل ہوا اور ہرمقس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

صدر دروازے کے جتنے پہریدار تھے وہ منہ کھولے اس حیرت انگیز جادو کو دیکھ رہے تھے۔ کہاں تو اس کا سردار اکڑ رہا تھا اور کہاں اب وہ چھڑی کے اشارہ پر چپ چاپ چل رہا تھا۔ ہرمقس تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اسے سامنے سے شارمیاں ایک غلام کے ساتھ آتی دکھائی دی۔

ہرمقس نے چھڑی نیچے کر لی اور اس کے ساتھ ہی سحر ٹوٹ گیا سردار نے گھبرا کے شارمیاں کو دیکھا اور مودب ہو گیا۔

"یہ کیا شور مچا رکھا ہے تم لوگوں نے؟" شارمیاں نے ڈپٹ کے کہا۔ ایک پہریدار نے جواب دیا۔

"یہ منجم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ سردار نے انہیں روک لیا تھا مگر یہ جادو کے زور پر اندر آ گئے ہیں"۔

شارمیاں نے ہرمقس پر ایک غلط انداز نظر ڈالی اور بولی۔

"اچھا تم ہو۔ مجھے یاد آ گیا۔ ملکہ نے تمہارے شعبدے دیکھنے کی خواہش کی ہے مگر وہ ابھی تک سو رہی ہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ان کے بیدار ہوتے ہی تمہیں ملکہ کے حضور پیش کر دیا جائے گا" پھر اس نے پلٹ کر پہریداروں سے کہا۔

"خبردار۔ اب شور نہ ہو۔ ورنہ جانتے ہو کہ ملکہ تمہارا کیا حشر کریں گی"۔

شارمیاں پہریداروں کو ڈانٹ ڈپٹ کے بعد ہرمقس کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اب شارمیاں آگے آگے اور ہرمقس اور شارمیاں کا پہریدار جو اس کے ساتھ آیا تھا پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ باغ کے تختوں سے گزر کر ایک ڈیوڑھی میں پہنچے جس کے ستون نہایت خوبصورت تھے۔ ان ستونوں کی وضع قطع یونانی تھی۔ وہاں سے یہ لوگ ایک

دالان میں پہنچے یہ دالان مرمر کا تھا جس میں خوبصورت فوارہ چل رہا تھا۔ وہاں سے گزر کر یہ لوگ سنگ سفید کے ایک کمرے میں پہنچے جو فن تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس کی چھت سنگ سیاہ کے ستونوں پر ٹھہری ہوئی تھی۔

شارمیاں نے اس مقام پر اپنے پہریدار کو رخصت دیا اور ہرمقس کو لے کر آگے بڑھی وہاں دو خواجہ سراؤں کے سوا جو ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے تھے اور کوئی نہ تھا۔ شارمیاں کو تنہائی میسر آئی تو اس نے شرماتے ہوئے ہرمقس سے کہا۔

"آقا ہرمقس"۔ شارمیاں کسی وقت ہرمقس کو شہزادہ، کسی وقت مستقبل کے فرعون اور کبھی آقا کے نام سے مخاطب کرتی تھی"۔ آقا مجھے افسوس ہے کہ آپ کو پہریداروں کے ہاتھوں زحمت اٹھانا پڑی۔ دراصل اس میں خود میری ہی غلطی تھی"۔

ہرمقس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر اس میں شارمیاں کی کیا غلطی تھی۔

شارمیاں نے اس کی نظروں کا سوال پڑھ لیا اور پہلے سے زیادہ شرماتے ہوئے بولی۔ "میرے آقا۔ دراصل صدر دروازے کے پہریداروں کو دن میں دو بار تبدیل ہونا پڑتا تھا۔ میں غلطی سے ان پہریداروں کو آپ کی آمد کے بارے میں پہلے سے آگاہ کر دیا تھا جو آپ کے آنے سے پہلے ہی تبدیل ہو چکے تھے اور جن سے آپ کا سابقہ پڑا۔ ان سے میں نے کوئی بات نہیں کی تھی"۔

ہرمقس نے بھی ذرا کھل کے کہا۔

"ایسی کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ اب یہ پہریدار میرے اس قدر مطیع ہو گئے کہ آئندہ ان سے کسی قسم کی بدتمیزی کا امکان باقی نہیں رہ گیا"۔

شارمیاں نے رک کے کہا۔

"آقا۔ آپ تھوڑی دیر یہاں انتظار فرمایئے۔ میں ملکہ کی خوابگاہ میں جا کے دیکھتی ہوں۔ اگر وہ جاگ چکی ہیں تو میں آپ کو فوراً" ان کے سامنے پیش کر دوں گی۔ سونے سے پہلے انہوں نے آپ کے بارے میں کئی بار دریافت فرمایا تھا"۔

شارمیاں اسے وہیں چھوڑ کے چلی گئی مگر چند ہی لمحوں بعد واپس آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ دنیا کی حسین ترین عورت کو حالت خواب میں دیکھنا پسند فرمائیں گے۔ ملکہ نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ آپ جب بھی یہاں پہنچیں، آپ کو بلا تاخیر اس کی خوابگاہ میں پہنچا دیا جائے؟"

ہرمقس نے اثبات میں صرف سر ہلا دیا۔

شارمیاں اپنا ہاتھ ذرا آگے بڑھا کر ہرمقس کو ایک ہیرے کی انگوٹھی دکھائی اور بولی۔ "یہ دیکھئے یہ وہ انگوٹھی ہے جسے پہریداروں کو دکھا کر میں ہر وقت ملکہ قلوپطرہ کے پاس جا سکتی ہوں۔ آپ میرے ساتھ آیئے۔ ملکہ جب بیدار ہو گی تو آپ کو اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہو گی"۔

شارمیاں، ہرمقس کو لئے ہوئے ایک خوبصورت کمرے کے سامنے پہنچی۔ وہاں دو خواجہ سرا ننگی تلواروں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے۔ ان دونوں کو قریب آتا دیکھ کر ان میں سے ایک بڑھ کے شارمیاں کے پاس آیا شارمیاں نے فوراً" انگوٹھی والا ہاتھ آگے کر دیا خواجہ سرا انگوٹھی کو بغور دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ پھر دونوں نے تلواریں جھکا دیں اور ملکہ کی خوابگاہ میں جانے کا اشارہ کیا۔

شارمیاں نے زردوزی کام کا بنا ہوا خوابگاہ کا بھاری پردہ اٹھایا اور ہرمقس کو لے کر اندر پہنچی یہ کمرہ اس قدر خوبصورت تھا جس کا انسانی ذہن تصور بھی مشکل سے کر سکتا تھا کمرے میں قسم قسم کے مرمر کے پتھر لگے تھے۔ ہاتھی دانت سونے، لعل و جواہر اور پھولوں کا استعمال نہایت کثرت سے کیا گیا تھا۔ دنیا کی ہر وہ چیز جو انسانی کاریگری سے پیدا ہو سکتی تھی یا جسے ذوق عیش مہیا کر سکتا تھا وہ اس کمرے میں موجود تھی۔ مرقعے اس قدر سچے اور فطری معلوم ہوتے تھے کہ اگر پرندے وہاں کے پھلوں کی تصویروں کو دیکھ پاتے تو یقیناً" دھوکہ کھا جاتے اور ان پر چونچیں مارنا شروع کر دیتے۔

خوابگاہ میں سنگ مرمر کے دو دوشیزاؤں کے جو مجسمے رکھے تھے انہیں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے نسوانی حسن پتھروں کی صورت میں ڈھل گیا ہے۔ وہاں کے ملبوسات سونے کے تاروں سے بنے گئے تھے اور نفیس اور اس قدر ملائم تھے کہ ریشم کو بھی مات دیتے تھے۔ فرش پر ایسے ایسے قالین جنہیں دیکھ کر انسان حیران رہ

جائے۔ خوابگا میں قسم قسم کی خوشبوئیں' فضا کو معطر کر رہی تھیں اور سمندر کی طرف کھلنے والی ایک کھڑکی سے موجوں کی دل نشیں آواز سنائی دے رہی تھی۔

ان تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ دنیا کی حسین ترین عورت ریشم کے مندھے ہوئے پلنگ پر ایک انداز دلربائی سے محو خواب تھی۔ قلوپطرہ کی آنکھیں عالم خواب میں بھی نیم وا تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ۔

"فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے"۔

ملکہ قلوپطرہ عالم خوابیدگی میں بھی دست قدرت کا ایک معجزہ معلوم ہوتی تھی۔

نسوانی حسن کا شاید اس سے بہتر مظہر پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ قلوپطرہ رنگین سے رنگین خوابوں سے بھی زیادہ حسین تھی۔ اس کے نازک جسم کے گرد سیاہ بالوں کا ایک جال سا بکھرا ہوا تھا۔ اس کے رسیلے ہونٹوں پر ایک شیریں تبسم کھیل رہا تھا۔ ملکہ کے نرم و نازک جسم کی سفیدی کوش کے نہایت باریک ریشم کے لباس میں سے جھلک رہی تھی جو اس کے بدن سے ایک مرصع کمربند کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔

عبادت و ریاضت میں ڈوبا ہوا ہرمقس' حسن کے اس زندہ مجسمہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اگرچہ اس کے خیالات ابھی تک ملکہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے تھے پھر بھی قلوپطرہ کے حسن و جمال نے ہرمقس کے دل پر ایک شدید ضرب لگائی اور اسے ایک لمحہ کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے وہ حسن و نور کے بے پناہ سیلاب میں وہ بہہ گیا ہو۔ ہرمقس نے شاید اپنے دل میں افسوس کیا ہو گا کہ حسن کا یہ بے مثال پیکر بیدرد ہاتھوں سے فنا ہو جائے گا اور وہ بیدرد ہاتھ خود اس کے ہی ہوں گے۔

ہرمقس کی حسن بے پناہ میں کھوئی نظروں کو اس کے قریب ہی کھڑی شارمیاں بڑے غور اور بہت زیادہ فکر مند انداز میں دیکھ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ شارمیاں جیسی ذہین دوشیزہ نے ہرمقس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے دل میں اٹھنے والے طوفان کو پڑھ لیا ہو اور اس لیے اس نے ہرمقس کی طرف جھک کے سرگوشی کی۔

"آقا ہرمقس۔ کیا یہ افسوسناک بات نہیں۔ آپ کا دل ایک مرد کا دل ہے۔ اس لیے آپ کو اس ناگوار حرکت (قتل) کے لیے اپنی تمام قوت ارادی کو کام میں لانا

ہو گا؟"

ہرمقس فوراً" سنبھلا اور اس کے جواب کے لیے الفاظ بھی ترتیب دیئے گئے مگر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی شارمیاں کا نازک ہاتھ اس کے کاندھے سے مس ہوا اور اس نے ملکہ کی طرف اشارہ کیا۔ ملکہ کی خوابی کیفیت میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے ہاتھ بھینچ گئے تھے اور اس کا چہرہ عالم خواب میں سرخی مائل تھا۔ اس وقت اسپر خوف کا ایک بادل چھا گیا تھا۔ اس کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں اور اس نے اپنا ایک ہاتھ ہوا میں اس طرح بلند کر دیا جیسے وہ خود کو کسی سے بچانا چاہتی ہو۔

پھر دفعتاً" ملکہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ بیدار ہو گئی۔ ملکہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں جو سیاہ رات کی طرح تاریک تھیں۔ پھر جب اس کی آنکھیں روشنی سے دوچار ہوئیں تو اس میں ایسی اداہٹ پیدا ہو گئی جیسی طلوع آفتاب سے پہلے آسمان پر پیدا ہوتی ہے۔

ہوش سنبھالتے ہی ملکہ کی زبان سے فوراً" نکلا۔

"سیزیرین کہاں ہے سیزیرین"۔ پھر اس نے شارمیاں کو مخاطب کیا۔

کیا یہ محض ایک خواب تھا۔ میں نے دیکھا کہ جولیس سیزر میرے پاس آیا۔ اس کا چہرہ اس کے خون آلود چغے میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنی باہیں اپنے بیٹے سیزیرین کے گلے میں ڈال دیں اور اس کو اٹھا کر لے گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ مجھے موت آ چکی ہے ایک خونی اور کرب ناک موت۔ اور ایک شخص جس کو میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکی' میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ آہ یہ میرے سامنے کون شخص ہے؟"

شارمیاں نے بہت سنبھل کے جواب دیا۔

"اے ملکہ مصر۔ آپ اطمینان رکھئے۔ یہ وہی منجم ہرمقس ہے جس کو آپ نے یاد فرمایا تھا۔ وہ آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے"۔

ملکہ قلوپطرہ نے ہرمقس کو دوبارہ دیکھا پھر بولی۔

"اچھا تو یہ وہی ہرمقس ہے جس نے اس تنو مند انسان کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اے منجم اور راز دار فطرت کیا تم ان بے ربط اور خوفناک قسم کے خوابوں کے بارے میں کچھ علم رکھتا ہے اور بتا سکتا ہے کہ عالم فانی کے لوگ ہم

انسانوں کو پریشان کرنے خوابوں کے دوران کیوں ظاہر ہوتے ہیں؟"

ہرمقس جس نے علم نجوم اور سحر کو نہ صرف حاصل کیا تھا بلکہ اس میں پورا مَلکہ بھی حاصل کیا تھا نے کہا۔

"اے ملکہ مصر۔ معلوم ہوتا ہے آسمانی دیوتاؤں نے مجھے آپ کے پاس صحیح وقت پر بھیجا ہے اس لیے کہ میں علم نجوم اور تعبیر خواب کی نہ صرف تعلیم حاصل کی ہے بلکہ میں ان علوم پر عبور بھی رکھتا ہوں------"

"تو پھر بتا اے راز دار فطرت----" ملکہ نے ہرمقس کی بات کاٹ دی۔۔۔

"میں نے اس وقت جس ہستی کو خواب میں دیکھا ہے۔ کیا وہ سیزر ہی تھا اگر وہ سیزر تھا تو پھر اس نے سیزیرین کو مجھ سے چھین کے کیوں جدا کر دیا۔

"ہرمقس نے بڑی متانت سے ملکہ کو جواب دیا۔

"اے عالی مقام ملکہ۔ خوابوں میں مردوں کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اب بھی اپنے زندہ رہنے والے عزیز و اقارب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی بھلائی کے خواہاں ہیں۔ پھر سیزر کا اپنے بیٹے کو اٹھا کر لے جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا بیٹا مصر اور روم دونوں ممالک کا شہنشاہ بنے گا جس کی خواہش اور تمنا سیزر کے دل میں تھی آپ کا خواب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتاتا یا پھر قدرت نے وہ باتیں پوشیدہ رکھی ہیں اور کسی اور موقعہ پر اس کا اظہار ہو گا۔ بہرحال اس خواب سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک سچا خواب تھا۔

ممکن ہے کہ ہرمقس نے ملکہ کو تعبیر کی صرف وہی باتیں بتائیں جن سے وہ خوش ہو سکتی تھی اس کے علاوہ اگر وہ کچھ بھی جانتا تھا تو اس نے اس وقت ملکہ کے خیالات کو مکدر کر کے اسے صدمہ نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

چنانچہ ملکہ پر ہرمقس کی بتائی ہوئی تعبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ملکہ نے اس تعبیر کو درست سمجھتے ہوئے ہرمقس کی تعریف کی۔ ملکہ نے مسہری کو ایک طرف دھکیلے ہوئے پلنگ کے کونہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہرمقس تم مصر کے تمام جادوگروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ہوشیار ہو۔ تم نے میرے دل کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے اور تعبیر کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ

ناگوار باتوں کا اس پر شائبہ تک نہیں پڑنے دیا"۔

اس وقت شارمیاں نے بھی بڑے پر خلوص انداز میں ہرمقس کی تعریف کی۔

"اے مصر کی عظیم ملکہ۔ آپ کے لیے اس منجم کے انتہائی خوشگوار الفاظ کے علاوہ اور کوئی پیشین گوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ میری دعا ہے کہ ملکہ عالم کے گوش ہوش ہمیشہ بہترین پیشین گوئیاں سنتے رہیں اور کوئی بھی بدشگونی آپ کے گوش گزار نہ ہو"۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو شارمیاں"۔ قلوپطرہ نے اسے جواب دیا پھر ہرمقس کی طرف گھومتے ہوئے کہا۔ "ہاں اے دور اندیش منجم۔ اب ہمیں چند ایسے نادر شعبدے دکھاؤ جو ہماری آنکھوں نے اب تک نہ دیکھے ہوں مگر یہ خیال رہے کہ ہمیں عام اور بازاری قسم کے شعبدے قطعی پسند نہیں"۔

"ملکہ محترم"--- ہرمقس نے مخمور آنکھوں سے ملکہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "سحر اور شعبدہ بازی تو عام لوگ بھی جانتے ہیں مگر وہ سحر دکھانے میں محنت' خلوص اور جدت سے کام نہیں لیتے اس لیے ان کے سحر غیر موثر رہتے ہیں۔ میری کوشش ہو گی کہ میں ایسا شعبدہ دکھاؤں جسے دیکھ کر آپ کی خوابیدہ آنکھیں کھل جائیں اور دل و دماغ کی تھکن بھی دور ہو جائے"۔

"بے شک۔ بے شک۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں"۔ ملکہ قلوپطرہ نے انگڑائی کے انداز میں اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے مگر پھر نہ جانے کس خیال سے ہاتھ چھوڑ دیئے "دراصل چند یہودی سفیر آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یروشلم کی لایعنی اور طول طویل باتیں سنا سنا کر میرا دماغ چاٹ لیا ہے۔ اگر تم نے میرے ذہن کو سکون بخشا تو میں تمہیں دربار میں اعلیٰ مقام عطا کروں گی اور عطیات اس کے علاوہ ہوں گے"۔

"گستاخی معاف ملکہ عالیہ----" ہرمقس نے معذرت کے انداز میں کہا۔ "اگر میں کوئی خوفناک شعبدہ پیش کروں تو وہ ملکہ کو بار خاطر تو ہو گا اور آپ خوفزدہ تو نہیں ہو جائیں گے"۔

"ہرگز نہیں منجم"۔ ملکہ نے بڑے استقلال سے کہا۔ پھر شارمیاں سے بولی۔

"شارمیاں جلدی سے جاؤ اور اپنی سہیلیوں ۔ عروس اور عریر کو بھی بلا لاؤ ۔ انہیں بھی شعبدے دیکھنے کا بہت شوق ہے"۔

ایسا نہ کیجئے ملکہ عالم۔۔۔۔" ہرمقس نے ادب سے کہا۔ "زیادہ لوگوں میں شعبدہ کا لطف ضائع ہو جاتا ہے۔ آپ کسی اور کو نہ بلوائیں تو زیادہ بہتر ہو گا"۔

"ٹھیک ہے"۔ ملکہ نے کہا۔ "شارمیاں تم میرے پاس آ کے بیٹھ جاؤ۔ کسی دوسری سہیلی کو بلانے کی ضرورت نہیں"۔

"اچھا تو ملاحظہ فرمائیے۔ میرا شعبدہ شروع ہوتا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے ہرمقس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی جس کے سرے پر ہاتھی دانت کا خول چڑھا ہوا تھا زمین پر رکھ دی اور کوئی منتر پڑھنا شروع کیا۔

ہرمقس کے منتر ختم ہونے پر لکڑی میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک سرے پر کھڑی ہو کر چاروں طرف لہرانے لگی۔

ملکہ قلوپطرہ نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ یہ بھی کوئی شعبدہ ہے۔ یہ تو عام مداری بھی کر سکتے ہیں۔ میں اس طرح کئی شعبدے دیکھ چکی ہوں"۔

"ذرا انتظار فرمائیے ملکہ عالم۔ ہرمقس نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "ابھی میرا شعبدہ ختم نہیں ہوا ہے"۔

پھر ہرمقس نے کوئی منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس کی وہ لکڑی جو سانپ کی شکل اختیار کر گئی اور ہوا میں لہرانے لگی اور ہرمقس کے منتر سے ایک دم پارہ پارہ ہو کر زمین پر بھکر گئی۔ پھر اس پارے کے ہر قطرے سے بڑی تیزی کے ساتھ سانپ پیدا ہونا شروع ہو گئے اور وہ سب کے سب ہرمقس کے جسم سے چمٹ گئے۔ یہاں تک کہ ہرمقس کی آنکھیں اور منہ باقی رہ گیا اور سانپوں نے اسے پوری طرح ڈھانپ لیا۔

ملکہ نے گھبرا کر شارمیاں کے پلو میں اپنا چہرہ چھپا لیا اور لرزتی آواز میں کہا۔

"بس کرو اے مصر کے عظیم ساحر۔ تمہارے شعبدے نے ہمیں واقعی متاثر کر دیا"۔

ملکہ کی آواز سنتے ہی ہرمقس نے کوئی اور منتر پڑھا جس کے اثر سے تمام سانپ ایک ایک کر کے غائب ہو گئے۔ پھر ملکہ اور شارمیاں نے دیکھا کہ فرش پر

ہرمقس کی وہ چھڑی اسی جگہ پڑی ہے جہاں ہرمقس نے رکھا تھا۔

ہرمقس نے فرش پر سے اپنی لکڑی اٹھا لی پھر دست بستہ کھڑے ہو کر کہا۔

"کیا میں یہ محسوس کروں کہ ملکہ عالیہ کے لیے میرا شعبدہ باعث تسکین اور خوشنودی کا سبب ہوا ہے؟"

"ہم نے تمہارا شعبدہ پسند کیا"۔ ملکہ نے سنبھل کے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بے شک ہم نے ایسا شعبدہ اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ہرمقس خوش ہو جاؤ کہ ہم نے تمہیں آج سے اپنا منجم مقرر کیا اور تمہیں ہمارے کمرے میں ہر وقت آنے جانے کی اجازت ہو گی"۔

"میں ملکہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ ملکہ مجھے کم از کم ایک اور شعبدہ پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں؟" ہرمقس نے ادب سے درخواست کی۔

"ہم تمہیں دوسرے شعبہ کے اظہار کی اجازت دیتے ہیں"۔ ملکہ نے ہرمقس کو فوراً اجازت دے دی۔

"اب میری درخواست ہے کہ اس کمرے کو قدرے تاریک کر دیا جائے تاکہ ملکہ عالیہ شعبدے کو واضح طور پر ملاحظہ فرما سکیں؟"

"ہم نے تمہاری یہ درخواست بھی قبول کی"۔

ملکہ قلوپطرہ نے شارمیاں کو اشارہ کیا۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے گرا دئے جس سے کمرے میں تھوڑی تاریکی پھیل گئی اور ماحول پر اسرار ہو گیا۔

ہرمقس نے ہاتھ کی لکڑی کا رخ ایک سمت کرتے ہوئے کہا۔

"اب ملکہ عالیہ اس سمت نظریں جمائیں جس طرف میں لکڑی سے اشارہ کر رہا ہوں۔ پھر ملکہ کو اس جگہ وہ چیز نظر آئے گی جو ان کے دل میں موجود ہے"۔

ملکہ قلوپطرہ نے منجم کے کہنے کے مطابق بڑی بیتابی سے اس سمت دیکھنا شروع کیا جدھر اس نے لکڑی سے اشارہ کیا تھا۔ شارمیاں نے بھی ملکہ کے ساتھ ہی اس طرف نظریں جما دیں جدھر ہرمقس اپنے عصا سے اشارہ کر رہا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد اس جگہ ایک جگہ ایک ہلکا سا بادل نمودار ہوا۔ اس بادل میں

ایک بے چینی سی تھی۔ اس وقت ہرمقس نے پر وقار لہجے میں بادل کو حکم دیا۔

"اے روح میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو اپنی اصل شکل و صورت میں ہماری آنکھوں پر آشکار ہو؟"

ہرمقس کی آواز کے ساتھ ہی بادل پہلے ایک ہیولے میں تبدیل ہوا پھر اس کی شکل و صورت کے خطوط آہستہ آہستہ نمودار ہونا شروع ہوئے اور مزید چند لمحوں بعد اس صورت نے جولیس سیزر کی شکل اختیار کر لی جو اپنے چغے میں منہ چھپائے کھڑا تھا اور اس کا خون آلود لبادہ لرز رہا تھا۔ منظر چند ساعت پیش نظر رہا پھر ہرمقس نے اپنے عصا کو جنبش دی اور زخمی سیزر کی صورت تاریکی میں ڈوب گئی۔

ہرمقس نے گھوم کر ملکہ قلوپطرہ اور شارمیاں کو دیکھا۔ قلوپطرہ کا حسین چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی تھیں اور آنکھیں پتھرائی پتھرائی نظر آ رہی تھیں اس کا تمام بدن اس طرح لرز رہا تھا جیسے رعشہ طاری ہو گیا ہو۔

قلوپطرہ نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔

"اے انسان۔ تیرے ہاتھوں میں وہ کونسی طاقت ہے جو مردہ انسانوں کو بھی ہماری نظروں کے سامنے لا سکتی ہے؟"

ہرمقس نے ہنستے ہوئے عرض کیا۔

"اے عالی قدر ملکہ۔ میں آپ کا خادم' اختر شناس اور ایک معمولی ساحر ہوں۔ فرمایئے کیا یہ وہی خیالی صورت نہیں تھی جو آپ کے دل میں مستور تھی"۔

ملکہ نے ہرمقس کو دئی جواب نہ دیا۔ وہ اٹھی اور لغزیدہ قدموں سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ہرمقس نے شارمیاں کی طرف دیکھا جواب تک منہ چھپائے خوفزدہ سی بیٹھی تھی۔

"شارمیاں" ہرمقس نے اسے آواز دی۔

شارمیاں نے منہ پر کپڑا ہٹا کر پھٹی پھٹی نظروں سے ہرمقس کو دیکھا اور بولی۔

"اے عالی گہر ہرمقس۔ میں سخت حیران ہوں کہ آپ یہ سب کچھ کیسے کر لیتے ہیں۔ مجھے تو آپ سے خوف معلوم ہونے لگا ہے"۔

ہرمقس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ڈر اور خوف کی کوئی ضرورت نہیں شارمیاں۔ واہمہ آخر واہمہ ہی ہوتا ہے۔ ہاں یہ بتاؤ کہ اس تماشے کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں نے یہ سب کچھ ایک مقصد کے تحت کیا ہے"

شارمیاں جو سنبھل چکی تھی نظریں جھکا کر بولی۔

"آغاز تو بہت اچھا ہے۔ کل تک یہ واقعہ پورے اسکندریہ میں مشہور ہو چکا ہو گا اور ہر شخص آپ سے خائف ہو جائے گا۔ اچھا اب چلئے میں آپ کو محل کے باہر تک چھوڑ آؤں"۔

○

دوسرے دن ہرمقس کو شاہی منجم اور ساحر اعظم مصر کے عہدے پر سرفراز کر دیا گیا۔ اسے محل کے اندر ہی چند کمرے دئے گئے۔ ملازموں اور آرام و آسائش کی تو انتہا ہی نہ تھی۔ ہرمقس کے ساحر اعظم ہوتے ہی پورے اسکندریہ اور اس کے باہر تک اس کی شہرت پھیل گئی۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن اپنے ماموں سیفا سے ملنے جاتا تھا۔ سیفا نے حکومت کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر لیا تھا۔ جو لوگ پہلے اس کی ہم نوائی سے کتراتے تھے ہرمقس کے منجم اور ساحر اعظم کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد وہ بھی سیفا اور ہرمقس کے ہمنوا ہو گئے تھے۔

ہرمقس نے انجم شناسی میں اور زیادہ مہارت پیدا کرنے کے لیے کواکب کا گہرا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ وہ رات ہوتے ہی محل کے اس بلند مینار پر چڑھ جاتا جو شاہی ستارہ شناسوں کے لئے بنوایا گیا تھا۔ وہاں وہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ ستاروں کی رفتار اور ان کے اثرات کا مطالعہ کرتا تھا۔ ملکہ قلوپطرہ نے جب سے ہرمقس کے کرشمے دیکھے تھے وہ ہرمقس سے کچھ خائف رہنے لگی تھی وہ ایک طرح سے اسے اپنا دوست بنانا چاہتی تھی۔ ہرمقس خود بھی قلوپطرہ سے قریب تر ہونے کا خواہشمند تھا۔ اسے اپنے کام کی تکمیل کے لیے قلوپطرہ کی زیادہ سے زیادہ قربت ضروری تھی۔

ملکہ قلوپطرہ ان دنوں پریشان پریشان رہتی تھی۔ یہ پریشانی دراصل سلطنت روم کی خانہ جنگی کی وجہ سے تھی۔ قلوپطرہ کی ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ وہ روم پر کوئی

ایسی طاقت قابض ہو جائے جو اس کے بیٹے سیزارین کو شہنشاہ روم تسلیم کر لے مگر اب تک کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو سکی تھی۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سیزر کے قتل کے بعد روم کے مارک انطونی نے ملکہ مصر قلوپطرہ کو مصر واپس جانے کا مشورہ دیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ روم کے ایوان حکومت (سینٹ) کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ سیزر کے وصیت نامہ کے خلاف سیزارین کو روم کا بادشاہ تسلیم کر لے گا مگر محبت اور جنگ میں ہر بات اور ہر حربہ استعمال کرنا جائز سمجھا جاتا ہے چنانچہ مارک انطونی نے اپنے دعوے کے خلاف سیزر کے بھتیجے آکٹیوین اور ایک اور سردار لیپی ڈس نے ایک مشترکہ محاذ بنایا اور دونوں گروہوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

ملکہ قلوپطرہ کی ہمدردی دونوں گروہوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہ تھی۔ بروٹس اور کیسس نے اس کے شوہر سیزر کو قتل کیا تھا اس لیے ان کا ساتھ دینے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ دوسری طرف مارک انطونی نے قلوپطرہ سے وعدہ خلافی کی تھی اور سیزارین کے بجائے اس نے سیزر کے بھتیجے سے صلح کر کے سلطنت روم کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا اس طرح ملکہ روم کے ان دونوں گروہوں سے نفرت کرتی تھی۔

ملکہ مصری حکومت، سلطنت روم کے ماتحت تھی اور اس خانہ جنگی میں جو گروہ روم کا مالک ہو گا وہی مصر کا بھی شہنشاہ بنے گا اس لیے قلوپطرہ اس فکر میں تھی کہ وہ دونوں فریقوں میں سے اس فریق کا ساتھ دے جس کی خانہ جنگی میں فتح یقینی ہو۔ جنرل کیسس کی فوجیں ایک بار مصر پر قبضہ کے لیے حملہ آور ہو چکی تھیں مگر قلوپطرہ کے بحری بیڑے نے اسے مار بھگایا تھا۔ ایسی صورت میں قلوپطرہ کو مارک انطونی کا بہرصورت ساتھ دینا چاہیے تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے جنرل کیسس کی حمایت میں اپنی بحری فوج روانہ کر دی۔

اپنے دشمن جنرل کیسس کی حمایت ملکہ قلوپطرہ نے محض اس وجہ سے کی تھی کہ اس کے جاسوسوں نے خبر پہنچائی تھی کہ مارک انطونی اور جنرل کیسس کی جنگ میں فتح کیسس کو حاصل ہو گی۔ جنرل کیسس کی حمایت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملکہ

کے سابق منجم ڈائس کوریدس نے بھی یہ پشین گوئی کی تھی کہ روم کی خانہ جنگی میں جنرل کیسس کو فتح حاصل ہو گی۔

واضح رہے کہ اس خانہ جنگی کا میدان جنگ یونان کا علاقہ مقدونیہ تھا۔ یہ مقدونیہ وہی مقام ہے جہاں سے سکندر اعظم اٹھا تھا اور اس نے تقریباً" نصف دنیا فتح کی تھی۔ جب روم کے ان دونوں لشکروں میں مقدونیہ میں جنگ ہوئی تو قلوپطرہ کی امید اور اس کے منجم ڈائس کوریدس کی پشین گوئی کے برخلاف کیسس کو شکست اور مارک انطونی کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

مارک انطونی کی اس فتح سے قلوپطرہ بہت پریشان ہوئی کیونکہ فاتح مارک انطونی اس سے کسی وقت بھی جواب طلب کر سکتا تھا۔ چنانچہ چالاک اور ذہین ملکہ نے اپنے جرنیل سراپین پر یہ الزام لگا کر قتل کرا دیا کہ سراپین نے ملکہ کے حکم کے خلاف جرنیل کیسس کی مدد کی تھی۔ پھر اس نے حفظ ما تقدم کے طور پر یہ خبر کسی نہ کسی طرح مارک انطونی تک پہنچا دی تھی تاکہ جب مارک انطونی اس سے جواب طلب کرے تو وہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکے کہ اس کے جنرل سراپین نے اس کی حکم عدولی کی تھی بس کی سزا میں اسے قتل کرا دیا گیا ہے۔

ہرمقس کو اس جنگ کے بعد ہی مصر کے منجم اور ساحر اعظم کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا۔ کیونکہ قلوپطرہ نے اپنے سابق منجم ڈائس کوریدس کو بھی اسی الزام میں معزول کر دیا تھا کہ اس نے غلط پشین گوئی کی تھی۔ ہمارا مذہب اسلام پشین گوئی، دست شناسی، اختر شماری، جفر رمل کو صرف علم کی حد تک تسلیم کرتا ہے۔ حضور پاکؐ کی ایک حدیث کے مطابق یہ تمام علوم میں داخل ہیں ان میں جو لوگ حساب لگا کر نتیجہ نکالتے ہیں ان میں وہی نتیجہ درست ہوتا ہے جس کا حساب صحیح طور پر لگایا گیا ہے۔ اس لیے ان علوم کے زور پر کوئی شخص "حکم" نہیں لگا سکتا۔ یعنی یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ ایسا ضرور ہو گا۔

اس زمانہ میں ملکہ قلوپطرہ نے ہرمقس کو اپنے جلوس کے دوران دیکھا پھر اس کے دو شعبدے ملاحظہ فرمائے اور شاہی منجم کے عہدے پر جو پہلے سے خالی تھا ہرمقس کو فائز کر دیا۔ قلوپطرہ بیرونی خطرات کے تحت ہی ہرمقس کو تقریباً" روز طلب کرتی اور

اس سے ستاروں کی چالوں پر گفتگو کرتی تھی۔ ہرمقس بھی قلوپطرہ کے سوالوں کا ایسا جواب دیتا جو اس کے مقصد کے لیے مفید ہو سکتے تھے۔

ان دنوں ہرمقس اور شارمیاں کی تقریباً" روزانہ ملاقات ہوتی تھی بلکہ اکثر ایسا ہوتا کہ ہرمقس کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ شارمیاں اس کے کمرے میں کب آئی۔ کتنی دیر کھڑی رہی اور کب واپس چلی گئی۔ اکثر یوں ہوتا کہ ہرمقس خیالوں سے چونک کے جب نظر اٹھاتا تو شارمیاں اپنی لمبی لمبی پلکوں کے درمیان سے اسے شرمیلی شرمیلی نظروں سے دیکھتی نظر آتی۔ اس سے ہرمقس کے دل میں کئی طرح کے وسوسے اور خدشے پیدا ہونے لگتے جن کی تصدیق کے لیے وہ شارمیاں سے کہتا۔

"شارمیاں۔ تم جس تندہی سے میرے لیے مشکل سے مشکل کام کر گزرتی ہو اس کا میں صرف شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں مگر آئندہ جب ہم کسی مقام پر پہنچیں گے تو تمہاری ان خدمات کا ضرور لحاظ رکھا جائے گا"۔

مگر شارمیاں' اس کی بات پر بچوں کی طرح مچل جاتی اور پر زور الفاظ میں جواب دیتی تھی۔

"میں نے دنیا کی تمام باتیں سیکھی ہیں مگر میں نے یہ نہیں سیکھا کہ محبت کی نیاز مندی کا صلہ طلب کیا جائے کیونکہ محبت اپنا معاوضہ آپ ہی ہے"۔

اس کے اس جواب سے ہرمقس اور زیادہ گھبرا جاتا مگر یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ شارمیاں کا ذہن ابھی ناپختہ ہے اور وہ اپنے کہے کا مطلب خود بھی نہیں سمجھتی ہے۔ اس میں شائد ہرمقس کی نا سمجھی کو بھی کچھ دخل تھا۔ ہرمقس نے جس ماحول میں تربیت پائی تھی اور جسے ایک مقصد کے لیے پرورش کیا جا رہا تھا اس فضا میں وہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ شارمیاں جیسی حساس لڑکی نے اپنی محبت کا پورا خزانہ اس پر نچھاور کر دیا ہے۔

ہرمقس کی یہی نادانی اور شارمیاں کی الھڑ جوانی اور بے لگام محبت نے آئندہ وقت میں ہرمقس اور مصر کی آزادی کے خواہاں لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچایا اس کا کوئی تدارک ممکن ہی نہ ہو سکا تھا۔ بہرحال ہرمقس جب بھی شارمیاں کے قریب ہوتا یا شارمیاں اس کی پشت پر کھڑی ہو کر اس پر اس قدر جھک جاتی تھی کہ اس کی تیز

تیز سانسیں ہرمقس کو اپنی گردن پر رینگتی محسوس ہوتیں تو کسی بہانہ سے شارمیاں سے دور ہو جاتا اور اپنے خداؤں کے حضور بڑے عجز سے کہتا۔

"اے میرے خداؤ۔ مجھے معاف کر دینا اگر مصر پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے اس لیے کہ میں شارمیاں کے اس جذبہ سے نا آشنا ہوں اور میرے دل میں خیم (مصر) کی آزادی سے محبت کے سوا اور کوئی جذبہ موجود نہیں ہے"۔

ہرمقس کو اس کے علم نے یہ تو بتا دیا تھا کہ عورت کی محبت ایک پہاڑی ندی کی طرح زور آور اور تند و تیز ہوتی ہے اور وہ امیدوں کی کھیتی کو اپنی سیلابی لہروں سے تباہ کر دیتی ہے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عورت کی محبت تمام تجویزوں' تدبیروں اور اپنے راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو توڑ پھوڑ کر برباد کر دیتی ہے یہاں تک کہ عورت کی محبت پاکیزگی کے کاشانوں اور ایمان کے منور عبادت خانوں کو کھنڈرات کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ مگر اس پر کوئی بند نہیں باندھ سکتا تھا۔

ہرمقس کو صرف اپنے اوپر اختیار تھا اور اس نے خود کو محبت کی وادی سے دور کیا تھا مگر وہ شارمیاں کی یک طرفہ محبت کے طوفانی جھکڑوں کو کس طرح روک سکتا تھا۔ وہ تو شارمیاں کو ایک بہن کی محبت کا شاہکار سمجھتا تھ اور آخر ہرمقس کی اس خود فریبی نے ہرمقس کو اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا جس کے لے اس نے اس کے والد' ماموں اور مصر کے ہزاروں آدمیوں نے برسوں عبادت و ریاضت کی تھی اور اپنی جانوں کو داؤں پر لگا دیا تھا۔

آیئے اب ہم اب اس کی تفصیل میں جاتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں ایک طرف قلوپطرہ کے حسن عالمتاب اور جہاں سوز نے ہرمقس کے بال و پر کس طرح جلائے اور دوسری طرف شارمیاں کی ہرمقس کے ساتھ یک طرفہ محبت نے کیا کیا گل کھلائے اور اسے اپنے مقصد سے کس طرح ہٹا کر ناکامی کے غار میں دھکیل دیا۔

یہ اس رات سے ایک رات پہلے کا احوال ہے جس رات کو ہرمقس کو اپنا خنجر قلوپطرہ کی پشت میں پیوست کرنا تھا۔ اس رات پورا محل ناؤ نوش کی ایک عظیم محفل کا تبدیل ہو گیا تھا۔ محل کا ہر کمرہ اور ہر راہداری میں میزوں پر جام و مینا سجی ہوئی تھی اور ملکہ کے امراء اور وزراء مستی کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ اگر جنت کی

ہر مستیوں کا کوئی تصور ہو سکتا ہے تو ہرمقس کو یہ جنت ہی کا ایک ٹکڑا نظر آتا تھا۔

ہرمقس نے دن کے وقت اپنے ماموں سیفا اور ان پانچ سو جاں بازوں سے بھی ملاقات کی تھی جو دوسرے رات کو محل میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا میدان گرم کریں گے۔ ہرمقس کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ماموں سیفا نے خفیہ طور پر پورے ملک میں اپنے ہمدردوں کو یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ جیسے ہی انہیں قاصد کے ذریعہ ملکہ قلوپطرہ کے قتل کی اطلاع ملے اسی وقت وہ شمشیر بکف ہو کر بغاوت کر دیں اور جہاں بھی کوئی یونانی یا رومی نظر آئے اسے تہ تیغ کر ڈالیں۔

یہ تمام انتظامات ہرمقس کی کامیابی کی کھلی ہوئی نشانیاں اور ثبوت تھے مگر ہرمقس اس رات کچھ غمگین غمگین نظر آ رہا تھا۔ اس کے خیالات منتشر تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ ہرچند اس کا نصب العین اور مقصد اپنے ملک مصر کو غیرملکیوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانا ہے مگر اس کے لیے اسے دنیا کی حسین ترین عورت کے پہلو میں خنجر اتارنا پڑے گا۔ اپنے تمام مضبوط ارادوں کے باوجود وہ ملکہ قلوپطرہ کو قتل کرنے کو کوئی اچھا فعل نہیں سمجھ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ اگر قلوپطرہ کو اس کے ہاتھوں قتل ہونے کے بجائے کسی اور طرح سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔

شارمیاں ملکہ کی پشت پر کچھ فاصلہ پر کھڑی تھی۔ ہرمقس کی اچانک اس پر نظر پڑی تو اس نے محسوس کیا کہ شارمیاں حسب معمول اپنی گھنیری اور لانبی پلکوں کے پیچھے سے مشتاقانہ انداز میں اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس محفل میں سوائے ہرمقس کے کسی اور کو یہ شبہ تک نہ تھا کہ اس گھنیری پلکوں والی نازک اندام دوشیزہ نے ملکہ قلوپطرہ کے قتل کا خطرناک منصوبہ تیار کیا تھا جبکہ قلوپطرہ نے اسے اپنی بہنوں سے زیادہ محبت دی تھی۔

کل رات محل کے اندر پیش آنے والے اس خونی منظر کے تصور ہی سے ہرمقس اس قدر پراگندہ خاطر ہو گیا تھا کہ اسے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ ان گھناؤنے فعل کو کرنے سے یہ زیادہ بہتر تھا کہ وہ کسی کھیت کا کسان ہوتا، وقت پر زمین پر بیج بوتا اور وقت ہی پر اسے کاٹ کر اپنا پیٹ بھرتا۔

شاید ملکہ نے ہرمقس کو دیکھ لیا تھا اور اس کے چہرے سے یہ اندازہ بھی لگا

لیا کہ ہرمقس آج پریشان پریشان ہے۔ آخر ملکہ قلوپطرہ نے ہرمقس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ہرمقس۔ تم آج اس قدر پریشان کیوں ہو؟'' کیا ستاروں کے پیچ در پیچ جال میں کچھ زیادہ گنجلک پیدا ہو گئی یا تم پھر کسی نئے شعبدے کی تلاش میں ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خدائے محبت نے تمہیں اپنا اسیر بنا لیا ہے؟؟''

ہرمقس نے اپنی خود داری کو پامال ہوتے دیکھا تو فوراً جواب دیا۔

''اے عظیم ترین ملکہ۔ ستاروں کا پرستار حسین عورتوں کی حسین آنکھوں سے پھوٹنے والی محبت کی روشنی کو خاطر میں نہیں لایا کرتا اور ہرمقس کو اس بات پر فخر ہے۔''

ملکہ قلوپطرہ کا چہرہ فوراً متغیر ہو گیا۔ یہ سراسر اس کے حسن اور عورت کی ذات کی توہین تھی۔ وہ ذرا دیر تک ہرمقس کو ایسی نظروں سے گھورتی رہی جو جوان دل مردوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ ایسی ہی نظریں عابدوں اور زاہدوں کو جادہ حق سے ہٹا دیتی ہیں۔

پھر قلوپطرہ نے پرغرور مگر اتنی دھیمی آواز میں جو صرف شارمیاں اور ہرمقس ہی سن سکتے تھے، کہا۔

''اے نخوت پسند مصری منجم خود پر اس قدر مغرور نہ ہو کہ مجھے اپنے نسوانی جادو کو تیرے جادو کے سامنے کھڑا کرنا پڑے۔ بھلا دنیا کی کون عورت یہ برداشت کر سکتی ہے کہ مرد اسے حقیر سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کرے یہ تو عورتوں کی شدید توہین ہے اور مادر فطرت اسے برداشت نہیں کر سکتی۔''

ملکہ نے ہرمقس پر اپنے حسن اور جوانی کا بھرپور وار کیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اس کی رگوں میں دوڑنے والے جوان خون کی گردش اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ اس کی شریانیں پھٹنے لگی تھیں مگر اس نے خود پر فوراً قابو پایا اور اس سے آنکھیں چار کرنے کے بجائے اپنا سر اونچا کر کے قلوپطرہ کی پشت کی طرف نظریں دوڑائیں مگر وہاں شارمیاں کی تیز نظروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت شارمیاں کی پیشانی شکن آلود تھی اور اس نے زبان کو دانتوں میں دبا رکھا تھا۔ شارمیاں کا یہ رد عمل سمجھنے

سے ہرمقس بالکل قاصر رہا۔

ہرمقس مختلف خیالات کے ہجوم میں گھر گیا تھا۔ اسے ملکہ اور اس کی شاہانہ محفل کا بھی لحاظ تھا اس لیے اس نے بہت سنبھل کے کہا۔

"اے محترم ملکہ۔ مجھے معاف فرمایا جائے اگر میں یہ کہوں کہ آسمان کی شہزادی کے سامنے ستارے بھی مانند پڑ جاتے ہیں"۔

ہرمقس نے اس جملہ میں چاند کی طرف اشارہ کیا تھا جسے مصری مادر مقدس کی علامت سمجھتے ہیں مگر قلوپطرہ نے یہ اشارہ اپنی طرف خیال کیا۔ کیونکہ وہ خود کو مادر مقدس کا بہروپ کہتی تھی۔ اس لیے اس کی باچھیں کھل گئیں اور وہ کمال مسرت سے بولی۔

"ہرمقس۔ تم ہرصد آفریں۔ کیا کوئی خشک منجم بھی اتنا بامذاق ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایسا برمحل فقرہ کہے۔ تمہارے حسن کلام کی تعریف نہ کرنا بڑی زیادتی ہو گی"۔

پھر ملکہ قلوپطرہ نے مڑکر شارمیاں کو دیکھا اور حکم دیا۔

"شارمیاں آگے بڑھو اور میرے سرکا یہ پھولوں کا تاج اتار کر علم و دانش کے بادشاہ ہرمقس کے سر پر جما دو۔ ہم آج ہرمقس کو خدائے محبت ضرور قرار دیں گے خواہ یہ اسے پسند کرے یا نہ کرے"۔

قلوپطرہ کا حکم پاتے ہی شارمیاں نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ اس نے ملکہ کے سر سے پھولوں کا تاج اٹھایا جس میں قلوپطرہ کے بالوں کی مہک بسی ہوئی تھی پھر مسکراتے ہوئے اسے ہرمقس کے سر پر رکھ دیا مگر شارمیاں کے تاج رکھنے میں اس قدر سختی تھی کہ ہرمقس کو اپنی پیشانی پر دیر تک درد محسوس ہوتا رہا۔

ہرمقس کو فوراً محسوس ہوا کہ شارمیاں کو محفل کا یہ انداز یا پھر قلوپطرہ اور اس کے مکالموں سے تکلیف پہنچی ہے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ شارمیاں نے تاج ہرمقس کے سر پر ٹھیک سے جمانے کے بہانے سرگوشی کی۔

"اے والا قدر ہرمقس۔ یاد رکھنا یہ بھی ایک شگون ہے"۔

"ہرمقس اس کے اس جملے کا پوری طرح مطلب تو نہ سمجھ سکا مگر وہ اس پر ضرور پہنچا کہ عورت کی فطرت اگرچہ نرم خو ہوتی ہے لیکن غصہ اور رشک

موقعوں پر اس کا مزاج بچوں کی طرح برہم ہو جاتا ہے"۔

شارمیاں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہرمقس کو پھولوں کا تاج پہنانے کے بعد اس نے کورنش پیش کی پھر یونانی زبان میں ہلکے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہرمقس، خسرد عشق زندہ باد"

شارمیاں کے اس جملہ پر ملکہ قلوپطرہ ہنس دی اور اس نے ہرمقس کی طرف دیکھتے ہوئے خسرد عشق کا جام صحت نوش کیا۔ پھر ملکہ کی تقلید میں تمام حاضرین نے ہرمقس کا جام صحت پیا۔ ہرمقس کو بھی مجبوراً آداب مجلس کا لحاظ کرتے ہوئے حاضرین کے مذاق میں شریک ہونا پڑا اور وہ بھی ان کے ساتھ ہنستا رہا۔

ہرمقس بظاہر ہنس رہا تھا مگر اس کے سینے کے اندر شدید غصہ کا لاوا کھول رہا تھا۔ اسے اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ وہ اس وقت قلوپطرہ اور اس کے اوباش درباریوں کے تمسخر کا نشانہ بنا ہوا تھا جبکہ اس کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ بلند تھا۔

ہرمقس کو سب سے زیادہ غصہ شارمیاں پر تھا کیونکہ وہ سب سے زیادہ زور سے ہنستی تھی۔ ہرمقس نے اپنے ایام عبادت اور ریاضت میں گزارے تھے اور اپنے تمام انسانی جذبات کو مردہ کر لیا تھا اسی لیے اسے شارمیاں کی ہنسی اپنے اوپر طنز محسوس ہو رہی تھی حالانکہ شارمیاں کی اس وقت کی ہنسی اس کے لیے ایک ایسا پردہ تھی جس کے پیچھے اس نے اپنے درد و غم کو چھپا لیا تھا۔ ہرمقس کو بھٹکتے دیکھ کر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی تھی۔ اسے ہرمقس سے شدید محبت ہو گئی تھی جس کا اظہار وہ اشاروں اور کنایوں یا ذومعنی مکالموں میں اکثر کیا کرتی تھی مگر ہرمقس نے اس طرف التفات ہی نہیں کیا اس لیے کہ وہ شارمیاں کے خلوص و ایثار کو ایک بہن کی محبت سے زیادہ کوئی اور جذبہ سمجھتا ہی نہ تھا۔

جب رات کا آخری پہر ہوا تو ہرمقس اپنی جگہ سے اٹھ کے ملکہ کے پاس گیا اور بڑی شگفتگی سے عرض کیا۔

"اے ملکہ عالم۔ اب زہرہ عروج پر ہے اور مجھے خسرد عشق کا لقب عطا کیا گیا ہے اس لیے میں اپنی ملکہ کے سامنے اظہار نیاز کرنے جانا چاہتا ہوں"۔

خیال رہے کہ رومی زہرہ کو "ملکہ عشق" کہتے ہیں۔ زہرہ حسین عورت کو بھی

کہتے ہیں۔ اس نام کی بابل میں ایک حسینہ تھی جس پر ہاروت ' ماروت دو فرشتے عاشق ہو کر مبتلائے عذاب الٰہی ہوئے تھے۔ صبح کے ستارے کو بھی زہرہ کہا جاتا ہے۔ زہرہ۔ زبر کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ مصر میں زہرہ کے دو نام تھے۔ صبح کے وقت اس ستارے کو "بونو" اور شام کے وقت اس کو "دوناؤ" کہتے تھے۔

ہرمقس درباریوں کے قہقہوں کے درمیان قلوپطرہ سے اجازت لے کر تیز تیز قدم اٹھاتا جلا بھنا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس نے ملکہ کے دیئے پھولوں کے تاج کو جو اس وقت اس کے سر پر سجا ہوا اس کا مذاق اڑا رہا تھا اپنے سر سے اتار کر اپنے آلات نجوم میں نفرت سے پھینک دیا پھر برج کی شہ نشین پر اس طرح بیٹھ گیا گویا وہ ستاروں کے مشاہدوں میں بے انتہا غرق ہے۔

ہرمقس کو شارمیاں پر غصہ آنے کے باوجود اس کا انتظار بھی تھا کیونکہ آج کی رات شارمیاں کو ان لوگوں کی فہرست پہنچانا تھی جن کا قتل ہمارے مقصد کے لیے نہایت ضروری تھا۔ اس کے علاوہ شارمیاں کو ہرمقس کے وہ پیغامات بھی لے کے آنا تھا جن کا تعلق کل کی خطرناک اور اہم ترین رات کے سلسلے میں تھے۔ چنانچہ وہ ستاروں پر نظریں جمائے بڑی بے چینی سے شارمیاں کا انتظار کر رہا تھا۔

آخر اس کا انتظار ختم ہوا اور شارمیاں اسی سفید لباس کے ساتھ جو وہ ضیافت کے دوران پہنے ہوئے تھی ' برج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

شارمیاں اس کے قریب آ گئی تو اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"شارمیاں۔ آج تم نے دیر کر دی۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا"۔

"میرے آقا ہرمقس"۔ میں نے بہت کوشش کی کہ قلوپطرہ سے جان چھڑا کے آپ کے پاس پہنچ جاؤں مگر میرا اس پر کوئی بس نہیں چلا۔ پتہ نہیں آج قلوپطرہ پر کیسی آشفتگی طاری ہو گئی ہے۔ وہ عجیب طرح کے وسوسوں اور خرمستیوں میں مبتلا ہے۔ میری جان ہی نہیں چھوڑ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے آپ تک پہنچی ہوں"۔

ہرمقس نے اکتاتے ہوئے کہا۔

"قلوپطرہ کا ذکر چھوڑو اور یہ بتاؤ کیا تم ماموں سیفا کے پاس گئی تھی؟"

"بھلا کیوں نہ جاتی وہاں"۔ شارمیاں نے جواب دیا۔ "آپ کا حکم تھا کہ ان تمام فہرستوں کو لے کر آؤ سو وہیں سے سیدھی یہاں آ رہی ہوں"۔

"بہت اچھا کیا"۔ ہرمقس نے اطمینان کا سانس لیا۔ "اچھا لاؤ وہ فہرستیں کہاں ہیں؟"

شارمیاں نے کاغذ کا ایک پلندہ ہرمقس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ فہرست ان لوگوں کی ہے جن کا قتل کیا جانا ہمارے مقصد کے لیے نہایت ضروری ہے"۔

ہرمقس نے فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے پھر شارمیاں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ شارمیاں نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ ہرمقس کو پکڑایا۔

"اس فہرست میں وہ نام درج ہیں جو یا تو ہمارے مقصد سے اتفاق کرتے ہیں یا پھر غیر جانبدار ہیں۔ ان کے قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

ہرمقس نے اس فہرست پر نظر ڈال کر اسے ایک طرف رکھ دیا تو شارمیاں نے ایک کاغذ اور اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ ان شہروں کی فہرست ہے جو قلوپطرہ کے قتل کی خبر پاتے ہی اپنے اپنے شہروں میں بغاوت کر دیں گے اور ان تمام لوگوں کو تہ و تیغ کر ڈالیں گے جو حکومت کے طرفدار ہیں۔"

ہرمقس نے اس فہرست پر سرسری نظر ڈال کر شارمیاں سے کہا۔

"اچھا یہ فہرستوں کا کام تو ہو گیا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے قلوپطرہ کو قتل کرنے کا کیا طریقہ سوچا ہے۔ کیا یہ بات ضروری ہے کہ قلوپطرہ میرے ہی خنجر سے موت کے گھاٹ اتاری جائے؟"

شارمیاں نے حیران نظروں سے ہرمقس کو دیکھا۔

"میرے آقا ہرمقس۔ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ یہ بات تو آپ کے لیے باعث فخر ہو گی کہ آپ کے خنجر کے ایک وار نے دنیا کی بدترین عورت کا خاتمہ کر کے ارض مصر کو اس کے گندے ہاتھوں سے نجات دلا دی"۔

ہرمقس نے گریز کرتے ہوئے کہا۔

"شارمیاں۔ میں تم سے ایک سے زیادہ بار بتا چکا ہوں کہ میں یہ کام میں صرف اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ میں نے اس کے لیے بیڑا اٹھایا ہے اور قسمیں کھائی ہیں ۔ ورنہ میں دل سے یہ بات پسند نہیں کرتا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ کیا ہم قلوپطرہ کو زہر دے کر اس کا خاتمہ نہیں کر سکتے یا پھر یہ کام ان تین خواجہ سراؤں میں سے کسی ایک کے ہاتھوں سرانجام نہیں دلا سکتے؟"

"گستاخی معاف میرے آقا۔۔۔" شارمیاں نے تلخ لہجے میں کہا۔ یہ کام آپ اور صرف آپ کو کرنا ہو گا۔ قلوپطرہ کو زہر اس لیے نہیں دیا جا سکتا کہ کھانے پینے کی ہر چیز کو اس سے پہلے تین آدمی چکھتے ہیں جہاں تک خواجہ سراؤں سے کام لینے کا تعلق ہے تو اس کے لیے میں عرض کروں گی کہ تین میں سے دو خواجہ سرا تو ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں مگر تیسرا خواجہ سرا ہمارا ساتھ دینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا۔ اسے بعد میں ضرور قتل کرنا پڑے گا"۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہ کام بہ امر مجبوری کروں گا"۔ ہرمقس نے وضاحت کی۔ "مگر مجھے تمہاری باتوں پر حیرت ہو رہی ہے۔ تم اس عورت کے بارے جو تمہیں اپنی بہن کا تمہارے لیے بالکل درجہ دیتی ہے۔ اس قدر بے پروائی سے گفتگو کر رہی ہو جیسے وہ تمہارے لئے بالکل غیر ہو"۔

شارمیاں جیسے چڑ گئی۔ بولی۔

"آقا ہرمقس۔ میں پھر یہی کہوں گی کہ یہ کام صرف آپ ہی کو کرنا ہو گا۔ میں ایک عورت ہوں اس لیے یہ کام انجام نہیں دے سکتی مگر آپ کے خنجر کا ایک اشارہ قلوپطرہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا"۔

"اچھا ان باتوں کو بھی چھوڑو"۔ ہرمقس نے اکتاتے ہوئے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ کل رات مجھے یہ ناگوار کام کس طرح کرنا ہو گا؟"

"یہ کام اس طرح ہو گا میرے آقا"۔ شارمیاں نے تفصیل بتانا شروع کی۔ "کل رات جب نصف شب سے تین گھنٹے پہلے ستارہ زہرہ آسمان پر بلند ہو تو آپ اس وقت ملکہ قلوپطرہ کو ستاروں کی چالیں اس انداز سے بتائیں جو قلوپطرہ چاہتی ہے۔ ملکہ

ان دنوں رومیوں کی خانہ جنگی سے پریشان ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ کس کا ساتھ دے اور کس کی مخالفت کرے اس لیے آپ اسے ستاروں کی گردش سے حالات سناتے جائیں۔ ظاہر ہے کہ قلوپطرہ ستاروں کا پیغام پڑھنے کے لیے مفتون نیروں پر نظریں دوڑائے گی اور آپ کے لیے وہی موقع بہترین ہو گا کہ آپ اپنا خنجر اس کی پشت میں اتار دیں۔ مگر یہ خیال رکھئے گا کہ کہیں اس موقع پر آپ کی ہمت جواب نہ دے جائے"۔

پھر شارمیاں نے ہرمقس کو ایک انگوٹھی دیتے ہوئے آگے کا پروگرام بتایا۔

"قلوپطرہ کو قتل کرنے کے بعد آپ یہ انگوٹھی لے کر اس طرف جائیں جہاں صرف ایک خواجہ سرا کھڑا ہو گا باقی دو کل وہاں نہیں ہوں گے۔ اگر خواجہ سرا آپ سے حجت کرنے لگے تو آپ اسے بے تکلف ختم کر دیں اس وقت میں آپ سے آملوں گی پھر ہم دونوں پالس کی طرف جائیں گے جسے آپ اپنے جادو کے زور سے اندر لے گئے تھے۔ اب وہ ہمارا ساتھی ہے۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ہم مشرقی دروازے پر پہنچ کے اسے کھول دیں گے۔ دروازہ کھلتے ہی ماموں سیفا ان پانچ سو آدمیوں کے ساتھ محل میں داخل ہو جائیں گے اور سوئے ہوئے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

"میرے آقا۔ یہ کام مجھے تو بالکل آسان معلوم ہوتا ہے بس آپ کو ذرا حوصلہ کرنا ہو گا۔ ہم عورتوں کی طرح آپ پر کسی قسم کا خوف نہیں طاری ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ کے حوصلہ ہی پر مصر بلکہ پوری دنیا کے حالات کا دارومدار ہے"۔

شارمیاں کی زبان سے آخری لفظ ادا ہوا تھا کہ ہرمقس نے چونک کے کہا۔

"شارمیاں دیکھو۔ سنو یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟"

شارمیاں بھی چوکنا ہوئی اور تیزی سے نیچے جانے والی سیڑھیوں کے دروازے پر پہنچی۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اندھیرے میں سیڑھیوں پر جھانکا پھر تیزی سے پلٹ کے ہرمقس کے پاس واپس آئی۔

"غضب ہو گیا۔ آقا ہرمقس۔ ملکہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ رہی ہے"۔

ہرمقس پر بھی گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"میں کہاں چھپوں آقا ہرمقس۔ جلدی کیجئے وہ پہنچنے ہی والی ہے۔" شارمیاں کے لہجے میں خوشامد، التجا اور خوف کے ملے جلے جذبے سما گئے تھے۔

ہرمقس کی نظریں تیزی سے شہ نشیں میں گردش کر رہی تھیں پھر اس نے ایک دم رک کے کہا۔

"شارمیاں۔ اس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ"۔

شارمیاں بھاگ کے اس پردے کے پاس پہنچی جس کی طرف ہرمقس نے اشارہ کیا تھا۔ پھر اس نے خود کو اس کے پیچھے پوشیدہ کر لیا۔ یہ پردہ ایک قوس کے آگے لٹکایا گیا تھا جہاں ہرمقس اپنے فالتو آلات نجوم رکھا کرتا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد دروازے پر دستخط ہوئی۔

ہرمقس نے بڑی ملائمت سے کہا۔

"تشریف لے آیئے"۔

ملکہ قلوپطرہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ سیڑھیاں چڑھنے سے اس کا سانس پھول گیا تھا اس نے ایک اسٹول پر بیٹھتے ہوئے پھولی سانسوں کے درمیان کہا۔

"ان رومیوں کی خانہ جنگی نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ جنگ کا ہر فریق مجھے اپنا محکوم سمجھتا ہے اور فوجی امداد طلب کرتا ہے۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے تمہارے پاس چلی آئی۔ تمہیں ناگوار تو نہیں گزرا؟"

"آپ کی آمد میری عزت افزائی ہے اے ملکہ والا قدر"۔ ہرمقس نے ادب سے جواب دیا۔

قلوپطرہ نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آج دربار میں میں نے تمہیں پھولوں کا تاج پہنا کر تمہاری دل آزاری کی تھی۔ میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں"۔

"مگر میں نے اس کا برا تو نہیں منایا"۔ ہرمقس نے جواب دیا۔ "میں سمجھ گیا تھا کہ وہ آپ کا ایک مذاق ہے اور میں نے اسے مذاق ہی سمجھ کر قبول کیا تھا"۔

"مگر وہ تاج ہے کہاں؟" ملکہ نے پوچھا۔ "کہیں تم نے اسے حقیر تحفہ سمجھ کے اپنے آلات کے ڈھیر میں پھینک تو نہیں دیا؟"

اسی وقت ملکہ کی نظر پھولوں کے تاج پر پڑی جسے ہرمقس نے واقعی اپنے آلات کے ڈھیر پر پھینک دیا تھا۔

ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اب تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس کا حشر دیکھ لیا ہے"۔

اس کے ساتھ ہی ملکہ کی نظر ایک زنانہ رومال پر پڑی جو فرش پر گرا پڑا تھا۔ ملکہ نے رومال اٹھایا اور ہرمقس کو دکھاتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اے خشک مزاج منجم۔ آخر تمہاری چوری پکڑی گئی۔ یہ ضرور تمہاری کسی محبوبہ کی نشانی ہے جسے تم نے اس بے پروائی سے فرش پر پھینک دیا ہے"۔

وہ رومال شارمیاں کا تھا جو گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ ہرمقس نے فوراً اپنے کو بچانے کے لئے کہا۔

"مجھے بالکل علم نہیں کہ رومال کس کا ہے اور یہاں کیسے آ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کنیزوں میں سے کسی کا ہو جنہیں آپ نے میری نگہداشت پر لگا رکھا ہے"۔

"بہرحال یہ کسی کا بھی رومال ہو"۔ ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہیں اسے سنبھال کے رکھنا چاہیے بلکہ اسے دل کے پاس رہنا چاہیے۔ لو سنبھال لو اسے"۔

ہرمقس نے مصنوعی غصہ سے رومال کو مروڑا اور اسے برج کے نیچے پھینک دیا۔ ملکہ ہنسی اور بولی۔

"یہ کیا کیا تم نے ہرمقس۔ کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں ہوتا۔ کہیں میرے پھولوں کے تاج کا بھی تم یہ حشر نہ کرنا"۔

"نہیں نہیں ملکہ"۔ ہرمقس جلدی سے بولا۔ "وہ آپ کا تحفہ ہے۔ اسے میں سنبھال کے رکھوں گا"۔

اس کے بعد قلوپطرہ کے رویہ میں اس قدر لوچ پیدا ہو گیا کہ یوں لگا کہ چالاک، شاطر اور مصر بلکہ دنیا کی حسین ترین عورت ہرمقس پر نچھاور ہو جائے گی۔ اس نے اور اپنی باتوں اور اداؤں سے ہرمقس کو اس قدر رجھایا کہ اس کے دل و دماغ میں لرزہ پیا ہو گیا۔ قلوپطرہ نے صاف الفاظ میں ہرمقس کو اپنے ساتھ برابری کی

بنیاد پر مصر پر حکومت کرنے کی پیش کش کی جس نے ہرمقس کے پائے ثبات میں لرزش پیدا کر دی۔

آخر میں قلوپطرہ نے صاف الفاظ میں کہا۔

"ہرمقس۔ اب میں یہ جانکاہ تنہائی برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جس کے ساتھ میں اپنے دل کی باتیں کر سکوں۔ میرے پاس عاشقوں' خدمت گاروں' درباریوں اور سائیلوں کی کمی نہیں لیکن ان میں ایک بھی ایسا نہیں جس کو میں اپنا مونس اور دوست قرار دے سکوں"۔

پھر قلوپطرہ' ہرمقس کی طرف جھکی اور آہستہ سے مس کرتے ہوئے اپنی سحر بھری آنکھوں سے دیکھا۔ ہرمقس باوجود انتہائی احتیاط کے قلوپطرہ کے حسن کی سطوت سے مغلوب ہو گیا اور اسے دوسری شب کو اپنے خنجر سے قلوپطرہ کو قتل کرنے کے تصور سے ندامت ہونے لگی۔

چالاک اور شاطر قلوپطرہ نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہرمقس اس کی مہربان گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہے' نہایت شیریں انداز میں گویا ہوئی۔

"ہرمقس۔ اب بہت دیر ہو رہی ہے۔ کل رات جب تم ستاروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد میرے پاس آؤ گے تو ہم ان امور پر زیادہ کھل کے باتیں کریں گے۔ اس وقت تم میرے سوال کا جواب دینا"۔

یہ کہہ کر قلوپطرہ اپنا ہاتھ ہرمقس کی طرف بڑھایا تاکہ وہ اس کو بوسہ دے اور ہرمقس نے بغیر یہ سوچے ہوئے کہ وہ کیا کر رہا ہے قلوپطرہ کا ہاتھ جھک کر چوم لیا اور وہ ہرمقس کے برج سے رخصت ہو گئی۔ ہرمقس اپنی جگہ حیرت زدہ کھڑا رہ گیا جیسے وہ عالم خواب میں کھو گیا ہو۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قلوپطرہ' ہرمقس سے باتیں کرنے اور اسے رجھانے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر برج کے اوپری حصہ میں چلی گئی تھی اور وہاں کچھ اور باتیں کرنے کے بعد شہ نشین پر پھر واپس آ گئی تھی۔ اس دوران اگر شارمیاں چاہتی تو بڑی آسانی سے پردے کے پیچھے سے نکل کر برج سے واپس جا سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور وہیں ٹھہرنے کا خطرہ مول لیا۔

اس طرح شارمیاں نے یہ خطرہ مول لے کر قلوپطرہ اور ہرمقس کی تمام گفتگو معہ ان کی حرکات اور سکنات کے سنی اور دیکھ لیں۔

پھر جب ہرمقس عالم خواب و خیال سے عالم ہوش و حواس میں واپس آیا اور اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کے سامنے شارمیاں کھڑی تھی۔ شارمیاں کا چہرہ غصہ سے تمتمایا ہوا تھا ہرمقس قلوپطرہ سے اتنی دیر تک گفتگو کے دوران شارمیاں کی وہاں موجودگی کو بالکل بھول گیا ورنہ ممکن تھا کہ وہ قلوپطرہ کے جاتے وقت اس کے ہاتھ کا بوسہ نہ لیتا۔

ہرمقس نے تمام باتیں نظرانداز کرتے ہوئے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے شارمیاں۔ تم اب تک یہیں ہو۔ جب میں اوپر برج میں گیا تھا تو تم بڑی آسانی سے یہاں سے جا سکتی تھیں"۔

شارمیاں نے جیسا اس کا سوال سنا ہی نہیں بلکہ خود اس سے سوال کیا۔

"میرا رومال کہاں ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ یہاں گر گیا تھا؟"

ہرمقس نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔

"تم دیکھ رہی ہو گی کہ قلوپطرہ اس رومال کے حوالے سے مجھے چڑا رہی تھی اس لیے میں نے اسے برج سے نیچے پھینک دیا"۔

"ہاں میں جانتی ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ تم نے میرا رومال باہر پھینک دیا مگر پھولوں کا تاج اپنے پاس رکھ لیا اس لیے کہ وہ ایک ملکہ کا تحفہ تھا"۔

ہرمقس کو غصہ آ گیا۔ تلخ لہجے میں بولا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے شارمیاں۔ اس گفتگو سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"میرا اس سے مطلب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں"۔ شارمیاں کے لہجے کی تلخی بڑھ گئی تھی۔ اے میرے آقا۔ آپ میرا مدعا معلوم کرنا چاہتے ہیں تو سنئے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آج آپ اک جرم عظیم کے خطرے میں ہیں۔ قلوپطرہ نے آپ پر اپنے تلک ڈورے ڈال دیئے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے دام فریب میں لے آئی ہے اور آپ اس کی محبت کے جال میں پھنسنے والے ہیں۔ آپ اس عورت کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں جسے آپ کو کل رات قتل کرنا ہے۔ ہرمقس میں آپ سے پوچھنا

چاہتی ہوں کہ آپ نے اس برج پر اپنا راز و نیاز کس حد تک پہنچایا ہے کیونکہ میں اس کونے سے دبکی ہوئی تھی اور آپ دونوں کی گفتگو سننے سے قاصر تھی"۔

آخر ہرمقس کے غصہ کا پیمانہ بھی چھلک پڑا۔ اس نے نہایت تند لہجے میں کہا۔

"او لڑکی تو کس طرح جرات کرتی ہے کہ مجھ سے اس لہجے میں گفتگو کرے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟"

شارمیاں نے تیزی سے جواب دیا۔

"میں یہ نہیں جانتی کہ آپ کیا ہیں۔ میں صرف وہ باتیں جانتی ہوں جو آپ کے شایان شان نہیں ہیں"۔

"کیا یہ میرا قصور ہے کہ اگر ملکہ کسی رات خود یہاں آ جائے اور مجھ سے گفتگو" شارمیاں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"گفتگو ضرور کرے مگر صرف ستاروں کے بارے میں کچھ اور موضوع پر نہیں"۔

ہرمقس غصہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں اس نے اس دیوانگی کے عالم میں شارمیاں کو کیا کیا کہا۔ غیظ و غضب میں آگ کا بگولہ بن گیا تھا۔ ہرمقس کی طبیعت کے اس انداز سے شارمیاں خوفزدہ ہو گئی اور ایک طرف کونے میں دبک گئی مگر اس سے اس کی انا کو بہت تکلیف پہنچی۔ شارمیاں نے اپنا لہجہ تو دھیما کر لیا مگر ہرمقس کو جواب برابر دیتی رہی۔

الفاظ کی اس جنگ کے دوران ہرمقس نے جھلا کے کہہ دیا۔

"بس اب اپنی زبان کو لگام دے شارمیاں۔ تیرا مجھ پر کیا حق ہے کہ تو مجھ سے ایسے تلخ لہجے میں گفتگو کرے؟"

"حق" کا لفظ شارمیاں کے سینے میں تیر بن کے آویزاں ہو گیا اور وہ تڑپ اٹھی۔ آخر اس نے اپنی سیاہ آنکھیں اٹھائیں جو اشکوں کے طوفان سے شرابور تھیں اور ان آنکھوں سے شارمیاں کے خوبصورت چہرے پر آنسوؤں کی بوندیں اس طرح ٹپک رہی تھیں جس طرح صبح دم چنبیلی کے پھولوں پر شبنم کے قطرے نثار ہوتے ہیں۔

"میرا حق کیا ہے۔ تم یہی پوچھنا چاہتے ہو؟" شارمیاں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم اندھے ہو اور نہیں دیکھ سکتے اور بہرے ہو کہ نہیں سن سکتے یا پھر تمہارا دل احساس سے خالی ہے کہ تم محسوس نہیں کر سکتے تو میں خود تمہیں بتاتی ہوں کہ میرا تم پر کیا حق ہے۔ سنو ہرمقس۔ میں عورت کے اولیں اور مقدس حق کی بنا پر گفتگو کرتی ہوں اور یہ حق ہے تمہارے لیے میری محبت۔ وہی محبت جس میں میری ہلاکت بھی مضمر ہے اور ذلت بھی۔ ہرمقس اس افشائے راز پر مجھ سے ناراض نہ ہو اور نہ مجھے بد اخلاق خیال کرو۔ اگر تم میرے ناخدا بن کے میری رہنمائی کرو تو میرا یہ جذبہ بیتاب مجھے ایسے اعلیٰ مقاصد کی طرف لے جا سکتا ہے جس کا تم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر تم نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تو یاد رکھو تمہارا یہ قدم ہم دونوں کی تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ ہاں اگر تم مجھے اپنے دل میں جگہ دو اور اپنے ساتھ مصر کے دوہرے تخت پر بٹھاؤ تو میں قسم کھاتی ہوں کہ میں تمہیں اس بلندی پر لے جاؤں گی جہاں تک اب تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکا ہے اور اگر تم مجھے نظرانداز کر دو گے تو پھر تم محتاط رہنا کہ کہیں میں تمہارے زوال کا سبب نہ بن جاؤں۔ میں نے بے حجاب ہو کر اپنے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اب مجھے جواب دو کیونکہ میری زندگی کا دارومدار تمہارے جواب پر ہے"۔

بات کھل کر ہرمقس کے سامنے آ گئی تھی۔ اس لیے کسی بحث و مباحثہ یا دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر شارمیاں نے اس سے جواب مانگا تھا۔ چنانچہ ہرمقس نے شارمیاں کی طویل اور جذبات سے پر تقریر کا مختصر سے مختصر جواب دینے کی کوشش کی۔

ہرمقس نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"شارمیاں۔ تجھ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ میں کون ہوں اور میرا نصب العین کیا ہے۔ تجھے بخوبی معلوم ہے کہ میں ربہ اسیس کا حلیف ہوں اور قانون الٰہی کی رو سے میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو سکتا"۔

ہرمقس اگر یہ جواب قلوپطرہ کی محبت میں گرفتار ہونے سے پہلے دیتا تو یقیناً درست ہوتا اور شارمیاں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا مگر اس وقت جو حالات پیش آئے تھے

وہ اس کی نفی کرتے تھے۔ اس لیے شارمیاں نے اس کی بات پکڑ لی اور نیچے نظریں کر
نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔ بظاہر تمہاری قسمیں نہیں ٹوٹیں مگر حقیقت یہ ہے کہ و
قسمیں ان ابر پاروں کی طرح ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں جن کو تند ہواؤں نے پریشان کر دیا
ہو۔ کیونکہ تم قلوپطرہ سے محبت کرتے ہو"۔

ہرمقس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا مگر اس نے خفت مٹانے اور شکست
کو چھپانے کے لیے کہا۔

"سن شارمیاں میرا تیرے ساتھ اس سے زیادہ اور کوئی تعلق نہیں جتنا کہ
میرے فرائض انجام دینے کے لیے ضروری ہے۔ تیرے طرز عمل نے میرے دل
میں یہ شبہ پیدا کر دیا ہے کہ اب تو میری خیر خواہ ہے بھی کہ نہیں۔ مگر یاد رکھ اگر تو
نے ہمارے نصب العین کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ تیرے حق
میں اچھا نہ ہو گا۔ اب صاف صاف بتا کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟"

شارمیاں میرے سخت لہجے سے سہم گئی اور پیچھے ہٹ کر دیوار تک پہنچ گئی اور
اس نے خوفزدہ بچے کی طرح دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اس طرح چند لمحے
گزرے پھر شارمیاں نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا لئے۔ وہ بہت پر سکون معلوم ہو
رہی تھی۔ اس نے بڑی سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا۔

"میرے آقا ہرمقس۔ میں تم سے التماس کرتی ہوں کہ تم میری اس شورہ
سری کو بھول جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں پہلے کی طرح تمہاری خدمت
گزار اور وطن کی خیر خواہ ہوں"۔

یہ کہتی ہوئی شارمیاں دیوار کا سہارا لیتی ہوئی باہر نکل گئی۔

وہ رات ہرمقس نے بڑی بے چینی سے کاٹی۔ صبح کو وہ اپنے ماموں سیفا سے
ملنے گیا۔ وہاں اس کی آیا آطو بھی آئی ہوئی تھی۔ ان دونوں سے گفتگو کرنے
ہرمقس کا دل کچھ ٹھہرا پھر وہ وہاں سے واپس ہوا۔ ہرمقس لوگوں سے بھرے ہوئے
بازاروں سے گزر رہا تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر راستہ دے دیتے تھے کیونکہ وہ
قلوپطرہ کا نجومی ہونے کی وجہ سے کافی مشہور ہو گیا تھا۔

جب ہرمقس محل کی طرف واپس آ رہا تھا تو اسے ہر طرف سے یہاں تک کہ
اپنے قدموں کی دھمک سے بھی ایک ہی آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ آواز یہ
تھی"۔

"ہرمقس جرات سے کام لے۔ جرات اور استقلال سے"۔

○

دوسری شب مصری تاج کا خواب دیکھنے والے اور بوڑھے سیفا کے بھانجے
ہرمقس کی عظمت و ریاضت کی آخری رات تھی۔ اس نے بھولی بھالی دوشیزہ شارمیاں
کا دل توڑا تھا۔ اس نے شارمیاں کی پر خلوص محبت کو ٹھکرایا تھا۔ عورت کو کمزور اور
اپنے ہاتھ کا کھلونا سمجھا تھا۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ عورت کے مضبوط ارادے اگر اپنے
چاہنے والے کو عرش جیسا عروج بخش سکتے ہیں تو عورت کی نفرت اسے ذلت اور نفرت
کے ایسے غار میں بھی دھکیل سکتی ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا۔

آج رات اسے قلوپطرہ کو قتل کر کے اپنے لیے تخت و تاج اور مصریوں کے
لیے آزادی حاصل کرنا ہے۔ وہ لمبا اور خوفناک خنجر جس سے اسے قلوپطرہ کو ہمیشہ کے
لیے ختم کر دینا ہے۔ اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ شارمیاں کے آنے کا بے چینی
سے انتظار کر رہا ہے۔ وہی شارمیاں کل جس کی محبت پر ہرمقس نے پیر رکھ دیا تھا
اور اس سے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی مدد گار اور چچا زاد بہن تو ہو سکتی
ہے اس کے آگے وہ کسی اور بات کی امید نہ رکھے۔

اسی شارمیاں کا وہ بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ وہ آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ
کے اسے مصر کے تخت پر بٹھا دے۔ مرد بھی کس قدر نادان ہوتا ہے۔ ہرمقس اس
عورت سے تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ پاکباز ہے اور اس نے اپنی زندگی مصر کی آزادی کے
لیے داؤں پر لگا رکھی ہے مگر دوسری طرف وہ قلوپطرہ کے ہاتھ کو بوسہ دے رہا ہے۔
شارمیاں کے رومال کو برج سے نیچے پھینک رہا ہے اور ملکہ کے تاج کو کہہ رہا ہے کہ
وہ تو ایک ملکہ کا تحفہ ہے اور وہ یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھے گا۔

کل رات تک ہرمقس کے پاس یہ موقعہ تھا کہ شارمیاں سے اگر محبت نہ کر
سکتا تھا تو اسے بہلا تو سکتا تھا وہ مصر کی آزادی کے نام پر شارمیاں کو کچھ دن انتظار

کرنے کے لیے تو کہہ سکتا تھا لیکن ہرمقس نے اس کی محبت کو ٹھکرا دیا تھا اور پھر بھی شارمیاں کا انتظار کر رہا تھا اس خیال کی بنا پر کہ شارمیاں اس کے ماموں سیفا کی پیدائش کردہ ہے جو سوائے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے اور دنیا کے تمام جذبوں سے خالی تھا۔

رات کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا اس لیے ہرمقس نے آنکھیں بند کر کے استخارہ کیا اور اپنے مستقبل میں جھانکنے کی کوشش کی مگر اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ سوائے تاریکی کے روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہ آئی۔ اس نے گھبرا کے آنکھیں کھولیں تو شارمیاں اس کے سامنے کھڑی تھی مگر اس وقت اس کا چہرہ معمول کی طرح گلنار نہ تھا۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی معلوم ہوتی تھیں۔

"کیا بات ہے شارمیاں"۔ ہرمقس نے شاید مزاج پرسی کے خیال سے پوچھا۔

"تم آج کچھ مضمحل نظر آ رہی ہو"۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے میرے آقا ہرمقس"۔ شارمیاں نے ہونٹ دباتے ہوئے کہا۔ "دراصل کل میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور شاید آپ نے بھی ایک خواب دیکھا تھا۔ آگے قدم اٹھانے سے پہلے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کل جو میں نے خواب دیکھا تھا وہ محض ایک خواب ہی تھا یا اس میں کچھ رد و بدل ہونے کا امکان ہے؟"

شارمیاں نے بڑے لطیف انداز میں ہرمقس سے ایک بار پھر اپنی محبت کا جواب مانگا تھا مگر ہرمقس تو ملکہ قلوپطرہ کے پھولوں کے ہار کی خوشبو میں جیسے رچ بس گیا تھا۔ اس نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا۔

"شارمیاں۔ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز ایک واہمہ ہے ایک خواب ہے۔ اگر تمہیں کل رات میری کسی بات سے تکلیف پہنچی ہو تو اس کا مجھے افسوس ہے۔ جہاں تک میرے خواب کا تعلق اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں نے تم سے وہی کچھ کہا جو میرے دل میں تھا تم میری مدد گار اور چچیری بہن کے سوا میرے لیے اور کچھ نہیں ہو"۔

"یہی تو میں کہتی ہوں کہ میں نے خواب دیکھا تھا"۔ کہتے ہوئے شارمیاں نے

گردن کو پشت کی طرف جھٹکا دے کر ایسا تبسم کیا کہ ہرمقس جیسا سنگدل انسان بھی کانپ اٹھا۔

ہرمقس نے گھبرا کے کہا۔

"شارمیاں۔ یہ کس قسم کا تبسم ہے۔ مجھے تم پر کچھ شبہ ہونے لگا ہے؟"

شارمیاں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"میرے آقا ہرمقس اطمینان رکھئے۔ ایسے خوابوں میں ایسے ہی تبسم کیا جاتا ہے۔ اب آپ میرے ساتھ تشریف لے چلئے قلوپطرہ آپ کے انتظار میں ہو گی۔ مگر دل پر قابو رکھئے گا تاکہ کامیابی آپ کے قدم چومے"۔

ہرمقس نے سامنے رکھا ہوا لانیا خنجر اپنے کپڑوں میں چھپا لیا اور شارمیاں کے پیچھے چلتے ہوئے کہا۔

"کیا سب کام ٹھیک ٹھاک ہے۔ کسی قسم کی کوئی کمی تو باقی نہیں رہ گئی؟"

"بالکل نہیں میرے آقا"۔ شارمیاں نے جیسے خوابوں میں کہا۔ "مشرقی گیٹ پر صرف خواجہ سرا ہے۔ وہ آپ کی مزاحمت نہیں کرے گا اگر مزاحمت کرے تو آپ ختم کر سکتے ہیں۔ گیٹ کے باہر آپ کے ماموں سیفا پانچ سو آدمیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ جب آپ قلوپطرہ ستاروں کی چالوں کا چارٹ دیکھنے کے لیے جھکے تو آپ بڑی آسانی سے اس کی پشت میں خنجر اتار سکتے ہیں۔ بس پھر دوسرے لوگوں کا کام شروع ہو جائے گا"۔

سیڑھیوں سے اتر کر وہ دونوں خالی کمرے سے گزرتے ہوئے سنگ سفید کے دالان میں پہنچے جس کی چھت سنگ سیاہ کے ستونوں پر قائم تھی۔ اس سے آگے قلوپطرہ کا وہ کمرہ تھا جس میں ہرمقس نے اسے پہلے دن سوتے ہوئے دیکھا تھا۔

شارمیاں نے کہا۔

"آپ یہاں تھوڑی دیر انتظار فرمائیے تاکہ میں قلوپطرہ کو آپ کے آنے کی اطلاع پہنچا دوں"۔

ہرمقس نے احتیاط" پوچھا۔

"اگر کوئی ادھر آ جائے اور مجھ سے سوال کرے تو میں کیا کہوں؟"

"ادھر کوئی نہیں آئے گا میرے آقا"۔ شارمیاں نے شاید بے دلی سے کہا۔ "شاہی محل کے ہر شخص کو آپ کا مقام معلوم ہے"۔

یہ کہہ کر شارمیاں اس سے رخصت ہوئی اور قلوپطرہ کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

ہرمقس تقریباً" نصف گھنٹے تک سنگ سفید کے دالان میں کھڑا رہا اور حالت اضطراب میں اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنتا رہا۔ ہرمقس نے اس دوران کئی بار استفسار کیا اور ربہ آسیس کو آواز دی مگر نہ اسے کچھ دکھائی دیا اور نہ اسے کسی طرف سے کوئی جواب ملا۔ ہرمقس بے شک نڈر تھا اس لیے اس نے آنے والی کشمکش کے لیے اپنا سارا حوصلہ فراہم کیا اور بیتابی سے شارمیاں کا انتظار کرنے لگا۔

آخر شارمیاں واپس آئی۔ اس کا سر جھکا ہوا اور قدم بھاری تھے۔ اس نے کہا۔

"آقا۔ آپ اندر چلے جایئے۔ قلوپطرہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ بے خطر اندر جایئے دروازے پر کوئی پہریدار نہیں ہے"۔

ہرمقس نے جس کا گلا خشک ہو رہا تھا' پوچھا۔

"شارمیاں ۔ اس ناگوار کام کو انجام دینے کے بعد میں تمہیں کہاں ملوں گا؟"

شارمیاں نے کھوکھلی آواز میں جواب دیا۔

"آپ یہیں واپس آیئے گا پھر ہم گیٹ کی طرف چلیں گے۔ آقا دل مضبوط رکھئے گا کامیابی کا تاج آپ کے سر پر ہو گا۔ الوداع"۔

ہرمقس' قلوپطرہ کے کمرے کی طرف چلا مگر پردے کے پاس پہنچ کر اس نے دفعتاً" پلٹ کے دیکھا تو اسے کچھ عجیب منظر دکھائی دیا۔ اس نے دیکھا کہ شارمیاں اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھکائے کھڑی ہے اور روشنی سیدھی اس کے جسم پر پڑ رہی ہے۔ وہ اپنی سفید باہیں اس طرح پھیلائے ہوئے تھی جیسے کسی چیز کو اپنی آغوش میں لینا چاہتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جس شخص سے محبت کرتی ہے وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے اور وہ اسے ہمیشہ کے لیے رخصت کر رہی ہے۔

ہرمقس نے منہ موڑ کر پردے کو ایک طرف ہٹایا اور قلوپطرہ کے کمرے میں

داخل ہو گیا۔

قلوپطرہ اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ ریشم سے منڈھی ہوئی مسہری پر تکیوں کے سہارے لیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ میں مور کے پروں کا پنکھا تھا۔ مسہری کے قریب ہی صراحی میں شراب بھری رکھی تھی۔ اور دو بلوریں ساغر رکھے تھے۔ کمرہ خوشبوؤں سے مہک رہا تھا جس میں قلوپطرہ کی بالوں سے اڑتی ہوئی خوشبوؤں کی لپٹیں بھی شامل تھیں۔

ہرمقس نے قلوپطرہ کو سلام پیش کیا جس کے جواب میں ملکہ نے اسے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ملکہ نے برق پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"اے شاہی منجم بتاؤ تو آج تمہارے ستارے کیا کہہ رہے ہیں؟"

ہرمقس اسی انتظار میں تھا اس نے فوراً" جواب دیا۔

"اے ملکہ جہاں۔ میں نے بڑی توجہ اور محنت سے ستاروں کے نقشے تیار کئے ہیں"۔ یہ کہتے ہوئے ہرمقس نے جیب سے کاغذات کا پلندہ نکالا اور مزید کہا۔

"آپ یہ نقشے ملاحظہ فرمایئے۔ میں ادھر آ کر آپ کو ہر ستارے کی چال کے بارے میں تفصیل سے بتاتا جاؤں گا"۔

یہ کہتے ہوئے ہرمقس اپنی جگہ سے اٹھ کر ملکہ کی پشت پر جا کے کھڑا ہو جائے جب قلوپطرہ کاغذ پھیلا کر ستاروں کی چالیں دیکھنے میں مصروف ہو تو وہ اپنا خنجر اس کے پہلو میں اتار دے۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ ملکہ اس سے زیادہ ہوشیار تھی یا کسی نے اسے ہوشیار کر دیا تھا۔

ہرمقس کو جگہ سے اٹھتا دیکھ کر ملکہ نے تبسم کرتے ہوئے کہا۔

"ہرمقس ۔ تمہیں اپنی جگہ اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل آج تمہاری صورت مجھے اس قدر بھلی معلوم ہو رہی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ تم میری نظروں سے ایک لمحہ کے لیے بھی الگ ہو۔ اس لیے تم یہ نقشے مجھے دیدو اور بتاؤ کہ تمہارے ستارے کیا کہہ رہے ہیں۔

ہرمقس کی پہلی چال ناکام ہو چکی تھی۔ اس نے ستاروں کے کاغذات ملکہ کو

دے دیئے اور کہا۔

"آج ستارے بہت سعد ہیں۔ ملکہ کو آج کی رات مبارک ہو"۔

قلوپطرہ مسکرائی اور کہا۔

"ہرمقس۔ تمہاری طبعیت کچھ پریشان معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے تم کرسی چھوڑ کر میرے پاس مسہری پر آجاؤ"۔

یہ کہہ کر قلوپطرہ نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر قلوپطرہ کی سانسیں ہرمقس کی گردن پر رینگنے لگیں اور اس کے بدن کی خوشبو نے ہرمقس کو اس قدر پاگل کر دیا کہ وہ دنیا و مافیھا سے منہ موڑ کر قلوپطرہ کی آغوش میں سمٹ گیا۔ اس طرح ہرمقس نے اپنا دین و ایمان' عبادت و ریاضت قومی حمیت و غیرت یہاں تک کہ خیم کے قدیم خاندان کے اس شاہی خانوادے کی جانیں بھی قلوپطرہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے فروخت کر دیں۔

اس راز کو شارمیاں نے نہیں بلکہ اس پولس نے کھول دیا تھا جسے ہرمقس پہلی ملاقات پر اپنے طلسم کے ذریعہ اپنے ساتھ محل کے اندر تک کھینچ لے گیا تھا۔ اس دن سے پولس' ہرمقس کا غلام ہو گیا تھا اور اس نے ملکہ قلوپطرہ کے خلاف سازش میں بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ پولس ایک معمولی سا محافظ سردار تھا۔ خیال ہے کہ اس نے یہ راز قلوپطرہ کی ہمدردی میں نہیں بلکہ اپنے مفاد میں کھولا ہو گا اور یہ امید ہو گی قلوپطرہ اس کی احسان مند ہو گی اور اس کے صلہ میں وہ اسے کوئی عہدہ عطا کرے گی۔

پولس ایک اوچھی طبعیت کا مالک تھا وہ اس کے سوا اور کچھ سوچ بھی نہ سکتا تھا مگر قلوپطرہ بے انتہا حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ ذہین اور شاطر واقع ہوئی تھی اس راز کے معلوم ہوتے ہی قلوپطرہ نے فوراً" پولس کو قتل کرا دیا اس پر غداری کا الزام لگا کر اس کی لاش کی تشہیر کی۔ ذہین لوگ اپنے ارد گرد جیسے اوچھے اور کم ظرف کو برداشت نہیں کیا کرتے اور یہی وجہ پولیس کے قتل کی تھی۔

قلوپطرہ کو معلوم تھا کہ ہرمقس نے اپنے کپڑوں میں اسے قتل کرنے کا

خنجر چھپا رکھا ہے چنانچہ پہلے تو اس نے ہرمقس کو اپنی جوانی کی گرمی سے پگھلا کر نیم پاگل کر دیا تھا۔ پھر اس نے ایک جام بھر کے ہرمقس کو پیش کیا اور اپنی محبت کی قسم دے کے اس کے حلق سے اتروا دیا۔ جام پیتے ہی ہرمقس کو علم ہو گیا کہ اس شراب میں بے ہوش کرنے والی کوئی چیز شامل ہے مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر ایسے مفلوج ہو گئے کہ قلوپطرہ نے اس کے کپڑوں سے خنجر نکال لیا وہ کوئی مزاحمت نہ کر سکا۔

اب ہرمقس کی کیفیت قلوپطرہ کے ایک پالتو کتے جیسی ہو گئی جو اس کے اشاروں پر چلنے لگا۔ قلوپطرہ نے سوائے ہرمقس کے ماموں سیفا کے اور کسی قابل ذکر نوبی کو قتل نہیں کرایا۔ ہاں اس واقعہ کے بعد اس کے اپنے پہریداروں پر نظر ثانی کی اور حفاظت کے زبردست انتظامات کیے۔ ہرمقس کی طرف سے وہ بالکل بے پروا ہو گئی۔ کیونکہ اس نے ہرمقس کو اپنی محبت کے جال میں ایسا جکڑ لیا تھا کہ وہ دم بھی نہیں مار سکتا تھا۔

شارمیاں اب بھی قلوپطرہ کی معتبر ترین ملازمہ اور سہیلی تھی۔ قلوپطرہ کی باقی دو کنیزیں ایروس اور عروس بھی بدستور اس کے حلقے میں شامل تھیں۔ شارمیاں اور ہرمقس کا اکثر آمنا سامنا ہوتا۔ شارمیاں کو ہرمقس کی قوم وطن فروشی کا بے حد ملال تھا۔ بظاہر وہ ہرمقس کی عزت کرتی مگر اس کے دل میں ہرمقس کی ذرا بھی عزت نہ تھی اس لیے ہرمقس نے ایک خوبصورت عورت کی زلف گرہ گیر میں پھنس کر ہزاروں سال کی مصر کی آزادی کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ ہرمقس خود بھی شارمیاں سے دور ہی دور رہتا۔ دراصل وہ شارمیاں سے شرمندہ تھا اور اس کے سامنے اس کی نظریں نہیں اٹھتی تھیں۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سیزر کے قتل کے بعد جب روم میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو قلوپطرہ نے مارک انطونی کے بجائے سیزر کے قاتل کیسس کی اپنی فوج کے ذریعہ مدد کی تھی۔ مگر کیسس نے شکست کھائی اور انطونی کامیاب ہوا۔ انطونی کو محبت کا بڑا ملال تھا۔ وہ کچھ دن تو خاموش رہا مگر جب اس کے حالات پوری طرح درست ہو گئے تو اس نے اپنے سردار کو قلوپطرہ کے پاس روانہ کیا۔

مارک انطونی کے سفیر کا نام ڈیلیس تھا۔ قلوپطرہ اپنے عمائدین سلطنت کے ساتھ جن میں ہرمقس بھی شامل تھا۔ شاہی محل کے بڑے کمرے میں سونے کے تخت پر جلوہ فرما تھی۔ اس نے حکم دیا کہ انطونی کے سفیر کا استقبال کیا جائے۔ چنانچہ محافظ سپاہیوں نے سفیر کو سلامی دی۔ پھر ڈیلیس سنہری زرہ بکتر اور سرخ ریشمی چغہ پہنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ملکہ کے دربار میں آیا۔

اس کا چہرہ وجیہ اور جسم چست و توانا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے سرد مہری ٹپکتی تھی ڈیلیس نے جب نظر اٹھا کر ملکہ قلوپطرہ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ملکہ تخت پر جلوہ افروز تھی اور ڈیلیس کا فرض تھا کہ وہ ملکہ کو سلام پیش کرے مگر ڈیلیس ملکہ کو دیکھ کر نقش حیرت بن گیا اور اس کی گویائی جیسے سلب ہو گئی۔

ملکہ قلوپطرہ نے ڈیلیس کی حیرانی اور بوکھلاہٹ کا اندازہ لگا لیا اور خود ہی رومی زبان میں اسے مخاطب کیا۔

"معزز ڈیلیس۔ پر شوکت انطونی کے سفیر جس کا طویل سایہ اس دنیا پر اس طرح چھایا ہوا ہے جیسے جنگ کا دیوتا بہ نفس نفیس ہم معمولی بادشاہوں کی محفل میں کھڑا ہے۔ میں قلوپطرہ ملکہ مصر، تم سے استدعا کرتی ہوں کہ تم اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان کرو؟"

حیرت زدہ یا مکار سفیر نے ملکہ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور پہلے ہی طرح بت بنا کھڑا رہا۔ یہ دیکھ کر ملکہ نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"معزز ڈیلیس، کیا وجہ ہے کہ تم اس طرح خاموش کھڑے ہو اور ہمارے سوال کا جواب نہیں دیتے کیا تم نے سرزمین ایشیا پر اس قدر طویل عرصہ تک قیام کیا ہے کہ تم رومی زبان سمجھنا اور بولنا بھی بھول گئے ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ اب تم کونسی زبان بولتے ہو تاکہ ہم تم سے اس زبان میں گفتگو کریں؟"

اب چالاک ڈیلیس نے صاف لہجے میں کہا۔

"اے پرسطوت ملکہ مصر۔ اگر میں آپ کے سامنے قوت گویائی سے محروم ہوں تو آپ مجھے معاف فرمائیے کیونکہ کوئی شخص بھی آپ کے حسن سے متاثر

بغیر نہیں رہ سکتا۔ مشہور ہے کہ سورج کے دیکھنے کے بعد کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ یہی حال میرا ہے۔ میں آپ کو دیکھنے کے بعد سوائے آپ کے میرے ذہن سے تمام چیزیں فراموش ہو گئی ہیں"۔

ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"معزز ڈیلیس۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے وطن میں چاپلوسی کی خوب مشق کرائی جاتی ہے؟"

ڈیلیس نے جواب دیا۔

"معزز ملکہ۔ آپ اس سلسلہ میں مطمئن رہئے اس لیے کہ اسکندریہ میں ایک مثل مشہور ہے کہ خوشامد کا سانس بادلوں کو جنبش نہیں دے سکتا۔ خیر اب میں اس بات کی طرف آتا ہوں جس سلسلہ میں مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ میرے آقا نے آپ کے لیے ایک خط بھیجا ہے۔ اس پر ان کی مہر ثبت ہے۔ آپ اجازت دیجئے کہ میں مہر توڑ کے آپ کو آقا کی تحریر سے روشناس کراؤں؟"

ملکہ نے کہا۔

"ہم مارک انطونی کی تحریر سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہیں؟"

ڈیلیس نے مہر توڑ کر انطونی کا مراسلہ پڑھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"حکومت عالیہ روما کے رکن اعظم مارک انطونی کی طرف سے قلوپطرہ کو تسلیمات جو ہمارے لطف و کرم سے شمالی اور جنوبی مصر کی ملکہ ہے۔

"ہرچند کہ یہ بات ہماری سماعت تک پہنچی ہے کہ تم قلوپطرہ ملکہ مصر نے اپنے عہد و پیماں کے خلاف اپنے سپہ سالار اور گورنر کو ہدایت کی کہ وہ انطونی کے خلاف سیزر کے قاتل کیسس کی مدد کرے۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم نے ہمارے خلاف ایک

مضبوط بحری بیڑہ تیار کیا ہے اس لیے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم بغیر حیل و حجت اور بغیر کسی خطرے کے سلیفہ پہنچو اور ہمارے سامنے اپنے عذرات پیش کرو۔ واضح رہے کہ اگر تم نے حکم عدولی کی تو یہ بات تمہارے حق میں بری ہو گی"۔

مغرور ملکہ قلوپطرہ کو انطونی کے اس سخت مراسلہ پر بہت غصہ آیا اور اس نے ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

"معزز ڈیلیس ۔ پہلے تم نے ہماری شان میں قصیدہ خوانی کی پھر ہمیں دوا کا ایک تلخ گھونٹ پیش کیا جو بات اس مراسلہ میں درج ہے وہ حقیقت سے دور ہے اور ہر شخص اس کی تصدیق کر سکتا ہے پھر بھی ہم تمہارے سامنے اس سلسلے میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے اور نہ سلیفہ کا دور دراز کا سفر اختیار کر کے مغرور انطونی کے حضور میں ایک مجرم کی طرح پیش ہو کر عذر خواہی کریں ۔۔ اگر معزز انطونی ہم سے گفتگو یا باز پرس کرنا چاہیں تو سمندر کا راستہ کھلا ہے وہ ضرور تشریف لائیں ہم ان کا شایان شان استقبال کریں گے"۔

ڈیلیس بڑا جہاندیدہ اور تجربہ کار امیر تھا۔ اس نے انطونی کا وہ انداز بھی دیکھا تھا جب اس سخت تحریر کے بعد اس نے حکم دیا تھا کہ یہ خط ضائع کر دیا جائے اور ڈیلیس' اسکندریہ جا کر قلوپطرہ کو اس سے (انطونی) ملاقات کے لیے آمادہ کرے۔ اس وقت اس چالاک اسیر نے انطونی کو مشورہ دیا تھا کہ یہ خط ضرور بھیجا جائے اور جہاں تک قلوپطرہ اور انطونی کی ملاقات کا معاملہ تھا اس نے انطونی کو یقین دلا دیا تھا کہ قلوپطرہ کو بہرصورت ملاقات پر آمادہ کر لے گا۔

ڈیلیس نے ملکہ قلوپطرہ کا جواب سنا جو تلخ بھی تھا اور شیریں بھی تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اے ملکہ مصر۔ اگر میری گستاخی ناگوار خاطر نہ ہو تو آپ کے حضور ایک ایسی بات عرض کروں جس کا تعلق حسن و عشق سے ہے؟"

قلوپطرہ اس کی اس درخواست پر بہت متعجب ہوئی کیونکہ اس کا جواب اس

شخص کے لیے جو نصف یورپ کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک کے آمر مطلق تھا' بہت سخت تھا۔ ملکہ نے ایک نظر اپنے درباریوں پر ڈالی جس میں خاص طور پر ہرمقس قابل ذکر تھا۔ ملکہ کو ہرمقس کے چہرے پر خفگی کے آثار نظر آئے۔

پھر ذہین ملکہ نے ڈیلیس کو گفتگو کی اجازت دیدی۔ اس نے کہا۔

اگر معزز ڈیلیس۔ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی گفتگو ہماری موجودہ گفتگو کی ہی کوئی کڑی ہے تو وہ عرض کر سکتے ہیں ہم ان کی بات کو بار خار نہیں سمجھیں گے"۔

ڈیلیس کو اجازت مل گئی تو وہ کھل کے بولا۔

"اے مغرور مگر قابل ستائش ملکہ مصر قلوپطرہ۔ میرے آقا کے خط کے جملے بیشک" بہت سخت ہیں۔ میں اس سختی کے لیے ملکہ سے معذرت خواہ ہوں مگر یہ ضرور عرض کروں گا کہ میرے آقا دل کے غنی اور حسن و محبت کے دلدادہ بھی ہیں۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے میں ملکہ کو دیکھ کر اس قدر حیران ہو گیا تھا کہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ اسی طرح جب ملکہ مصر میرے آقا سے رو برو گفتگو فرمائیں گی تو میں یقین رکھتا ہوں کہ مصر کی مغرور ملکہ قلوپطرہ دنیا کے سب سے بڑے آمر مطلق کو مات دینے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ اس لیے میں درخواست کرتا ہوں کہ ملکہ میرے آقا کو اپنے تلخ جواب سے نہ نوازیں"۔

ڈیلیس کی بات ملکہ کے دل کو لگ گئی۔ اس نے فوراً" اپنا رخ تبدیل کیا اور کہا۔

"معزز ڈیلیس۔ یہ مسئلہ بہت سنگین ہے اور اسی قدر اہم بھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ہم ہفتہ عشرہ غور فرمائیں پھر معزز انطونی کو جواب بھجوائیں"۔

ڈیلیس خوش ہو گیا۔ اس نے ملکہ کے غرور کو کسی اور انداز سے شکست دی تھی۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"اے مصر کی مغرور ملکہ اور دنیائے معلوم کی سب سے زیادہ خوبصورت خاتون۔ میں آج سے گیارہویں دن حاضر خدمت ہو کر ملکہ کا جواب حاصل کروں گا"۔

اور ملکہ نے دربار برخاست کر دیا۔

رات کو قلوپطرہ پریشانی کے عالم میں دیر تک ٹہلتی اور اس مسئلہ پر غور کرتی

رہی۔ ہرمقس، شارمیاں اور ملکہ کی دونوں وفادار کنیزیں بھی وہاں موجود تھیں مگر کسی میں دم مارنے کا یارا نہ تھا۔ سب چپ چاپ کھڑے قلوپطرہ کے جوتوں سے اٹھنے والی کھٹ کھٹ کی آواز سن رہے تھے۔ ایک دو بار ہرمقس اور شارمیاں کی نظریں بھی ملیں مگر ان کی نظروں میں غموں کے بادل اور بے بسی امڈ رہی تھی۔

جب اسی عالم میں نصف شب گذر گئی تو ہرمقس نے شارمیاں کی طرف اس انداز میں دیکھا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ کوئی علاج کرو کہ ملکہ کو سکون نصیب ہو مگر شارمیاں نے بھی اپنی بے بسی نظروں ہی نظروں سے ظاہر کر دی۔

سب طرف سے مجبور ہو کر آخر ہرمقس نے زبان کھولی۔

"اے والا قدر ملکہ۔ کیا اس مصیبت کو کسی طور بھی ٹالا نہیں جا سکتا"۔

"نہیں۔۔۔۔" قلوپطرہ نے قدم روک کر کہا۔ "مجھے تو اس محل کے در و دیوار ہلتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔ ہرمقس ڈرو اس وقت سے جب یونانی اور رومی لشکر کے قدموں سے اس محل پر لرزہ طاری ہو گا۔ میں۔۔۔۔ میں کس قدر مجبور ہوں ہرمقس۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ مگر۔۔ ہاں اس کا ایک علاج ہے"۔

"کیا علاج ہے ملکہ والا قدر؟" ہرمقس نے بے چینی سے پوچھا۔ "ارض خیم کی میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا والا قدر ملکہ کا ہے۔ میں اس ارض خیم کو سفاک حملہ آور سے بچانے کے لیے اپنی کھال تک کھنچوا سکتا ہوں؟"

"ملکہ والا گہر۔۔۔" شارمیاں نے ہرمقس کی آواز میں آواز ملائی۔ "ہماری جانیں بھی ملکہ کے لیے حاضر ہیں۔ ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم کس طور اس مصیبت کو دور کر سکتے ہیں؟"

ملکہ نے شارمیاں اور دوسری کنیزوں پر نظر ڈالی پھر نرمی سے حکم دیا۔

"تم سب جا سکتی ہو۔ ہرمقس تم ہمارے پاس حاضر رہو گے"۔

شارمیاں اور کنیزوں نے رخصتی سلام کیا اور جانے کے لیے مڑیں۔ اسی لمحے ملکہ کی آواز ابھری۔

"ہم آج رات بہت مصروف ہیں۔ خبردار ادھر کسی کا بھی گزر نہ ہو"۔

ان کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی قلوپطرہ نے کہا۔

"آج تم نے اس تند مزاج اور مغرور رومی سفیر کو دیکھا۔ اس کا آقا اس سے زیادہ مغرور ہے۔ وہ ہرکولیس کی طرح طاقتور مگر پرلے درجہ کا بیوقوف ہے مگر اب وہ سلطنت روما کا سب سے بڑا آدمی بن گیا ہے اور تمام دنیا اس کے رعب سے کانپتی ہے"۔

ہرمقس نے جواب دیا۔

"مگر اس قسم کے آدمیوں کا عروج عارضی ہوا کرتا ہے۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس کا اقتدار خاک میں ملایا جا سکتا ہے"۔

قلوپطرہ نے کہا۔

"ہرمقس۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں مگر میں ایک بے دست و پا عورت ہوں۔ خیم کے باشندے مجھ سے محبت نہیں کرتے اس کا ثبوت تمہاری اپنی سازش ہے۔ ہاں اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں پھر بھی اپنی سلطنت کی حفاظت کر سکتی تھی۔ کیونکہ روپیہ قاضی الحاجات ہے اور اس سے کرایہ کے سپاہی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اب سوال ہے کہ روپیہ کہاں سے آئے۔ ان جنگوں نے مجھے قلاش کر دیا ہے۔ ملک میں بہت سے دفینے ہیں مگر میں انہیں حاصل کرنے سے قاصر ہوں"۔

یہ کہتے ہوئے قلوپطرہ نے پر امید مگر برق پاش نظروں سے دیکھا۔ ہرمقس اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا اور سر نیچا کر لیا۔

قلوپطرہ نے فوراً" حملہ کیا۔

"عزیز دوست ہرمقس۔ تم ان اہراموں کے موروثی کاہن ہو۔ میں نے سنا ہے کہ ان اہراموں میں سے ایک میں ایک بڑا خزانہ مستور ہے کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ وہ خزانہ کہاں ہے؟"

اور قلوپطرہ نے جواب حاصل کرنے کے لیے ہرمقس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ہرمقس پہلے ہی بے خود ہو رہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا۔

"اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک ہرم میں خزانہ مستور ہے اور میں اس کا پتہ بھی بتا سکتا ہوں مگر وہ خزانہ فراعنہ مصر نے خیم کی ضرورت کے لیے فراہم کیا ہے، پھر میں کیسے یقین کر سکتا ہوں کہ آپ اسے درست طور پر استعمال فرمائیں گی"۔

قلوپطرہ کا دل کھل گیا۔ اس نے ہرمقس کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ لپک کر بولی۔

"ہرمقس تم میرے دوست ہو۔ پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں اسے کسی اور جگہ صرف کروں گی اس وقت میری جان پر بنی ہے۔ مجھے جلد بتاؤ کیا تم خزانہ کے بارے میں واقعی جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں"۔ ہرمقس نے جواب دیا۔ "اے والا قدر ملکہ۔ میں نے اگرچہ خزانہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں پوشیدہ ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس خزانہ کو آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا"۔

"پھر اتنا تکلف کیوں کر رہے ہو میرے دوست ہرمقس"۔ ملکہ بے تابی سے بولی۔

"مجھے جلد بتاؤ کہ خزانہ کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے"۔

"اس طرح نہیں والا قدر ملکہ۔۔۔۔" ہرمقس نے جواب دیا۔ "آپ کو پہلے یہ قسم کھانا پڑے گی کہ آپ اس خزانہ کو سوائے مصر کی حفاظت کے اور کسی دوسری جگہ استعمال نہیں کریں گی"۔

"میں مصر کے تمام خداؤں کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں خزانہ کو صرف مصر کی حفاظت کے لیے کام میں لاؤں گی۔۔۔۔" قلوپطرہ جیسی عورت کو قسم کھانے میں کیا دقت تھی۔ اس نے فوراً قسم کھا لی اور مزید اعتبار حاصل کرنے کے لیے کہا۔

"اب میں ڈیلیس کو اس سے زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ واپس بھیجوں گی۔ جو الفاظ سے اس نے میری اور ارض خیم کی توہین کی ہے۔ اس کے علاوہ میں سب کے سامنے تم سے شادی کروں گی اور تم مصر کی حفاظت کے انتظامات کرو گے"۔

پھر قلوپطرہ نے ہرمقس کے ماتھے پر بوسہ دیا جس کے جواب میں ہرمقس نے بھی جھک کے اس کی پیشانی چوم لی۔ اس رات ہی ہرمقس اور قلوپطرہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں دوسری رات کو اس طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں خزانہ پوشیدہ ہے اور اس سے اگلی رات کو منقوش کے ہرم میں داخل ہو کے خزانہ کی تلاش کریں گے۔

اپنے منصوبہ کے مطابق دوسری رات منہ اندھیرے ہی اس کشتی میں سوار ہوئے جو ہرمقس نے سفر کے لیے تیار کرائی تھی۔ اس کشتی میں پندرہ بیس آدمی آسانی سے سفر کر سکتے تھے۔ ملکہ نے ایک مصری عورت کا لباس زیب تن کیا اور ہرمقس نے ایک زائر کے کپڑے پہنے جس میں اس کا جبہ نمایاں تھا۔ ایک کشتی میں دس معتبر آدمی اور سوار کیے گئے۔ ان میں ملکہ قلوپطرہ نے شارمیاں یا اپنی دوسری کنیزوں میں سے کسی کو بھی شامل نہیں کیا۔

کشتی دریائے نیل کے دھانے سے روانہ ہوئی تو ہوا موافق تھی۔ ملکہ کی کشتی دن بھر رواں رہی پھر رات کو سب نے ساحل پر اتر کر اپنے معمولی بستر لگائے اور آرام کیا پھر صبح ہوتے ہی کشتی دوبارہ روانہ ہوئی اس روز بھی کشتی دن بھر چلتی رہی۔ رات تین گھنٹے گزری ہو گی کہ ہرمقس نے ملکہ کو بتایا۔

"سامنے قلعہ بابل کی روشنی نظر آ رہی ہے۔ یہ ہماری منزل کا پہلا سنگ میل ہے"۔

ملکہ قلوپطرہ خوش ہو گئی۔ بولی۔

"وہ خاص ہرم یہاں سے کتنی دور ہے جہاں ہمیں جانا ہے؟"

"صرف تین چار میل کا فاصلہ ہو گا۔۔۔" ہرمقس نے ملکہ کو بتایا۔

ہرمقس کے مشورہ پر ملکہ نے تمام لوگ وہیں دریا کے کنارے کشتی میں چھوڑ دیئے اور صرف آدمی جس میں ملکہ، ہرمقس اور ملکہ کا ایک خواجہ سرا غلام تھا، آگے کی طرف روانہ ہوئے۔ رات چاندنی تھی۔ اتفاق سے انہیں گدھا پھرتا ہوا مل گیا۔ ہرمقس نے اس پر اپنا جبہ ڈال دیا اور ملکہ قلوپطرہ اس پر سوار ہو گئی۔ دولت کی لالچ بھی کیا بری چیز ہے جس نے ملکہ قلوپطرہ جیسی خود سر اور بد دماغ عورت کو ایک بے لگام گدھے پر سفر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچے چاندنی رات میں دور دور تک اہرام کھڑے نظر آ رہے تھے۔ یہ ان فراعنہ مصر کے مقبرے تھے جن کا اعتقاد تھا کہ انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے چنانچہ وہ مرنے والے کے ساتھ ہر طرح کا سامان آسائش اور خرچ کے لیے جواہرات بھی دفن کر دیتے تھے۔ سامنے کے ہر ہرم

میں ایک ایک فرعون دفن تھا اور یہ مقبرے اس کی یادگار تھے۔

یہ منظر نہایت پر سکون مگر بہت پر اسرار اور پر ہول تھا۔ اہرام یوں سر اٹھائے کھڑے تھے جیسے رات کے وقت سنتری قلعہ کی فصیلوں پر کھڑے ہو کر قلعہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ قلوپطرہ نے قدرے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ان میں کونسا وہ ہرم ہے جہاں ہمیں جانا ہے؟"

"فکر نہ کرو قلوپطرہ----" ہرمقس نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ ہم اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں----"

پھر یہ لوگ گدھے کو وہیں باندھ کے ایک گھاٹی پر چڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ فرعون خوفو خوط کے عظیم الشان تخت کے سائے میں پہنچ گئے۔ ملکہ کو مرمریں ڈھلوان پر جگہ جگہ پر اسرار نقوش کندہ نظر آئے تو اس نے کہا۔

"آج یقین آیا کہ پرانے زمانہ میں ارض خیم پر دیوتا حکومت کرتے تھے۔ یہ جگہ موت کی طرح پر سطوت ہے۔ ہم انسان اس کی عظمت کو کبھی نہیں پہنچ سکتے"۔

آخر یہ لوگ مقبروں سے گزر کر حیر(اس کو عر بھی لکھا گیا ہے) کے ہرم تک پہنچ گئے۔ ملکہ نے پھر بے چینی سے پوچھا۔

"کیا حیر کا ہرم یہی ہے جس میں خزانہ پوشیدہ ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ اے ملکہ ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور عر کا ہرم آپ کی نظروں کے سامنے ہے"۔

پھر ہم یہاں سے چکر کاٹ کر اور "اوسیری" خاندان کے مقدس شہنشاہ منقورع کی عبادت گاہ اور ہرم کے بائیں طرف سے گزر کر اس کے شمال میں پہنچے۔ یہاں عین درمیان میں منقورع کا نام کندہ تھا جس نے یہ ہرم بنوایا تھا اور اس میں اپنا خزانہ پوشیدہ کیا تھا۔

ہرمقس نے ملکہ قلوپطرہ کو خزانہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اے ملکہ۔ جس چیز کے لیے ہم اتنا طویل اور خطرناک سفر کرنے کے بعد پہنچے ہیں وہ چیز یہی مستور ہے۔ منقورع کا خزانہ میرے خاندان کی چوتھی پشت تک اسی ہرم

میں پوشیدہ تھا اور اگر کسی نے اب تک باہر نہیں نکالا ہے تو یقیناً" اسی جگہ محفوظ ہو گا"۔

ملکہ نے دریافت کیا۔

"آخر وہ دفینہ کہاں ہے اور وہ ہمیں کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔

"عالی مقام ملکہ۔ دفینہ اسی ہرم کے اندر ہے مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے ہمیں بہت سے خطرات سے گزرنا ہو گا۔ اب آپ فرمایئے، کہ ہم آگے قدم بڑھائیں یا----"

ہرمقس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ ملکہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

"میرے پیارے دوست۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں یہیں تمہاری واپسی کا انتظار کروں اور تم اور خواجہ سرا دفینہ تک پہنچ کے اسے حاصل کریں؟"

"نہیں۔ اے ملکہ ایسا نہیں ہو سکتا"۔ ہرمقس نے صاف انکار کر دیا۔ "میں اس معاملہ میں سوائے فرعون مصر کے کسی اور کو شامل نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس وقت آپ مصر کے تخت و تاج کی مالک اور واقعی فرعون مصر کے اختیارات حاصل کئے ہوئے ہیں اس لیے صرف آپ کو اس دفینہ تک لے جا سکتا ہوں اور آپ کو ہی وہ تحریر پڑھ کے یہ فیصلہ کرنا ہو گا اور اعلان کرنا پڑے گا کہ آپ کو مصر کے لیے خزانہ کی ضرورت ہے اور اگر آپ مصر کی آزادی کے علاوہ کسی اور کام میں اس خزانہ کو استعمال کریں تو آپ پر آسمانی اور زمینی دیوتاؤں کی لعنت نازل ہو"۔

ملکہ قلوپطرہ بہت تھک گئی تھی اور چاہتی تھی کہ ہرمقس خود دفینہ تلاش کر کے اس کے پاس لے آئے مگر ہرمقس اس کے لیے تیار نہ تھا۔ ملکہ قلوپطرہ کو گم سم دیکھ کر اس نے بات آگے بڑھائی۔

"اے عالی مقام ملکہ۔ میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اب تک اس ہرم میں صرف تین آدمی داخل ہو سکیں ہیں۔ جن میں ایک ملکہ مقدس "ہاتاسو" اس کا بھائی من خیف رع اور مقدس مے ایمن۔ مگر ان میں سے کسی نے اس خزانہ کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کی کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ وہ منقورع کی لعنت سے محفوظ نہ رہ

سکیں گے"۔

ملکہ یہ بات سن کے اب پھر بلند حوصلہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں کم از کم اس خزانہ کا نظارہ تو کروں"۔

"ٹھیک ہے"۔ ہرمقس نے جواب دیا۔ "میں آپ کو منقورع کی آخری خوابگاہ تک لے چلتا ہوں تاکہ آپ دفینہ کا اپنی آنکھوں مشاہدہ کر سکیں"۔

اس کے بعد ہرمقس نے خواجہ سرا کی مدد سے پتھروں کا ایک قد آدم ڈھیر لگایا۔ ہرمقس اس ڈھیر پر چڑھ کر کھڑا ہوا اور اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر اس خفیہ نشان کی تلاش شروع کی جس کی لمبائی چوڑائی ایک بڑے پتے کے برابر تھی۔ ہرمقس کو وہ نشان تلاش کرنے میں بڑی دقت اٹھانا پڑی کیونکہ صحرا میں اڑنے والی طوفانی ریت نے "سنگ حبش" کو جس پر یہ نشان کھدا ہوا تھا' بہت گھس ڈالا تھا۔

خفیہ نشان تلاش کرنے کے بعد ہرمقس نے ایک خاص ترکیب سے اس پتھر کو دبایا پتھر ہزاروں سال تک ریت کے تھپیڑے کھانے کے بعد بھی نہ صرف اپنی جگہ سے ہلا بلکہ اپنے کرنر پر گھوما جس سے ایک چھوٹا سا سوراخ پیدا ہو گیا۔ اس سوراخ میں ایک وقت میں صرف ایک آدمی رینگ کر اتر سکتا تھا۔

جس وقت پتھر گھوما اور اس میں سوراخ پیدا ہوا تو اس سوراخ کے اندر سے ایک بڑی چمگادڑ پھڑ پھڑاتی ہوئی نکلی۔ ہرمقس نے اتنی بڑی چمگادڑ اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ یہ چمگادڑ تھوڑی دیر تک قلوپطرہ کے سر کے اوپر گولائی میں چکر کاٹتی رہی پھر اوپر کی طرف بلند ہونے لگی اور دور چاندنی میں جیسے ڈوب گئی۔

چمگادڑ کو اپنے سر پر گھومتے دیکھ کر ملکہ نے ایک چیخ ماری اور ہرمقس سے لپٹ گئی۔ خواجہ سرا کے ایسے ہاتھ پیر پھولے کہ وہ کھڑے کھڑے زمین پر گر پڑا ہرمقس خود بھی اتنی بڑی چمگادڑ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ مگر اس نے اپنی حیرت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ اس کے دونوں ساتھی یعنی قلوپطرہ اور خواجہ سرا پہلے ہی خوفزدہ ہو رہے تھے۔

ہرمقس نے فوراً" قندیلیں روشن کیں اور سوراخ کے اندر اترنے کی تیاری کی۔ اس نے اپنی کمر سے رسی باندھی اور قندیل کی روشنی میں سوراخ کے اندر داخل

ہوا۔ اس نے قلوپطرہ کو بھی اشارہ کیا کہ وہ بھی اندر آ جائے۔ قلوپطرہ اپنا دامن سمیٹتی اندر آئی اس کے بعد خواجہ سرا معہ قندیلوں کے اندر آیا۔

یہ لوگ جس جگہ کھڑے تھے اس کے دونوں طرف پتھر کی بڑی بڑی سلیں نصب تھیں وہاں ہرمقس نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ کاغذ پر مقبرے کا نقشہ بنا ہوا تھا اور وہ نشانات درج تھے۔ جنہیں صرف وہ شخص جان سکتا تھا جسے وہ پہلے سے سمجھایا گیا ہو۔ ہرمقس کو یہ تمام راز ابوطیس کے مقبرے میں بتائے گئے تھے۔ اس نقشے کی مدد سے قندیل کی روشنی میں یہ لوگ آگے بڑھے۔ اندر کی ہوا کافی کثیف تھی۔

تھوڑی دور جانے کے بعد تعمیری حصہ ختم ہو گیا اور یہ لوگ اس رہگذر پر پہنچ گئے جو خالص چٹان کھود کر بنائی گئی تھی۔ رہگذر کا عمودی راستہ آہستہ آہستہ کم ہو کر سطح زمین کے برابر آ گیا اور یہ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سفیدی بھری ہوئی تھی۔ اس کی چھت اس قدر نیچی تھی کہ انہیں جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ اس کمرے میں جس کی چوڑائی تین قدم اور لمبائی چار قدم ہو گی' ملکہ قلوپطرہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ دراصل مقبرے کی کثیف ہوا نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

ہرمقس نے ملکہ کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"ملکہ قلوپطرہ جلد اٹھو ورنہ یہاں کی کثیف ہوا ہم سب کو بے ہوش کر دے گی یہ جگہ منقورع کی طرح ہمارا بھی مقبرہ بن جائے گی"۔

قلوپطرہ نے آنکھیں کھول دیں اور زور لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اس کمرے سے نکل کے آگے آئے تو انہوں نے خود کو ایک عظیم الشان دروازے کے سامنے پایا۔ اس دروازے کو چھت سے نیچے کی طرف لٹکایا گیا تھا ہرمقس نے ایک بار پھر اپنا نقشہ دیکھا اور ایک پتھر پر زور دیا۔ تھوڑی دیر بعد پتہ نہیں دروازہ کس طرح کھل گیا پھر یہ لوگ دوسرے کمرے میں پہنچے۔ چند قدم چلنے کے بعد انہیں ایک اور دروازہ دکھائی دیا جو پہلے سے زیادہ مضبوط معلوم ہوتا تھا ہرمقس نے پھر ایک خاص جگہ پر پیر مارا تو دروازہ کھل گیا۔

اب تو یہ لوگ ایک راستے میں تھے۔ چودہ قدم چلنے کے بعد وہ پھر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کا فرش سنگ سیاہ کا بنا ہوا تھا۔ یہ کمرہ تیس ہاتھ لمبا اور

نو ہاتھ چوڑا اور اتنا ہی اونچا تھا۔ کمرے کے فرش پر منقورع کی ملکہ کے تابوت کا سنگین غلاف پڑا ہوا تھا۔ اس پر ملکہ کا نام اور القابات مرقوم تھے۔ اس کمرے کی خاص بات یہ تھی کہ یہاں کی ہوا کثیف ہونے کے بجائے صاف اور تازہ محسوس ہوتی تھی مگر یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ تازہ ہوا کہاں اور کدھر سے آ رہی ہے۔

"کیا خزانہ اسی کمرے میں پوشیدہ ہے؟" ملکہ قلوپطرہ نے یہ سوال چوتھی بار کیا تھا دراصل وہ مشکلات سے گھبرا گئی تھی۔

ہرمقس نے ملکہ کو جواب دیا۔

"نہیں ملکہ۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلی آیئے۔ دفینہ اس کمرے کی بنیادوں میں مستور ہے"۔

اس کمرے کے درمیان میں ایک سوراخ تھا۔ جو شاید کوئی خفیہ دروازہ ہو گا جسے بند کر دیا گیا تھا لیکن اب وہ بالکل کھلا ہوا تھا۔ اس سے گزر کر وہ ایک اور راستے میں داخل ہوئے۔ وہاں سے دس قدم چلنے کے بعد یہ لوگ ایک سات ہاتھ گہرے تہہ خانہ کی منڈیر پر پہنچے۔ ہرمقس کی کمر میں رسی لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے رسی کھول کے اس کا سرا دیوار میں گڑے ہوئے ایک آہنی حلقہ میں پھنسا دیا پھر خواجہ سرا نے ہرمقس کو اس کے دوسرے سرے کے ذریعہ تہہ خانہ میں لٹکایا۔

ہرمقس نے نیچے پہنچ کے رسی کو ہلایا جو اس بات کی نشانی تھی کہ اسے اوپر کھینچ لیا جائے۔ خواجہ سرا نے رسی اوپر کھینچی اور ملکہ قلوپطرہ کو بھی اسی طرح تہہ خانہ میں اتار دیا جیسے اس نے ہرمقس کو اتارا تھا۔ خواجہ سرا اوپر ہی رہ گیا۔ وہ چوگاڈڑ کو دیکھ کر خوزدہ ہو گیا تھا اس لیے نیچے اترنے کی ہمت نہ کی پھر ہرمقس یہ نہیں چاہتا تھا کہ خواجہ سرا بھی منقورع کے خزانے تک پہنچے۔

فرعون منقورع اسی کمرے میں مدفون تھا۔ کمرہ محراب دار تھا اور عام دیواریں اور چھت پتھر کی بھاری بھاری سلوں کی بنی ہوئی تھیں۔ اب منقورع کا سنگین غلاف ان کے سامنے تھا اور اس کا تابوت صاف نظر آ رہا تھا۔

ہرمقس نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"قلوپطرہ۔ اس عبارت کو جو دیوار پر لکھی ہوئی ہے۔ غور سے پڑھو کیونکہ اس

کا تعلق تمہارے ساتھ ہے"۔

دیوار پر لکھی ہوئی عبارت مصر کے قدیم ہیرو غلیفی علامات میں تحریر کی گئی تھی بے پڑھنے سے قلوپطرہ قاصر تھی۔ ملکہ نے ہرمقس سے درخواست کی۔

"ہرمقس۔ تم عبارت کا مطلب سمجھانے میں میری مدد کرو کیونکہ میں ان حروف سے واقف نہیں؟"

ہرمقس نے ملکہ کو سمجھایا۔

"اے ملکہ مصر۔ یہ تحریر مقدس فرعون مصر رعمیس مے ایمن کی ہے۔ وہ لکھتا کہ میں فرعون مصر رعمیس شدید ضرورت سے مجبور ہو کر اس روضہ میں داخل ہوا۔

اگرچہ بہت مضبوط دل کا آدمی تھا مگر میں نے منقورع کی لعنت کا سامنا کرنے کی جرات نہ کی۔ اے وہ شخص جو میرے بعد اس مقدس نواح میں داخل ہو گا اگر تیرا دل صاف اور خیم کی ضرورت بہت شدید ہے تو اس دفینہ کو اپنے صرف میں لا جسے میں نے ہاتھ نہیں لگایا"۔

ہرمقس کی زبانی تحریر کا مطلب سننے کے بعد ملکہ قلوپطرہ نے بیتابانہ دریافت کیا۔

"اے میرے عزیز دوست ہرمقس۔ یہ خزانہ کس جگہ مستور ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔

"دفینہ اسی تابوت کے اندر ہے۔ آپ آگے بڑھ کے اسے دیکھ سکتی ہیں"۔

قلوپطرہ نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھی۔ تابوت کا ڈھکنا الٹا ہوا تھا اور اس کے اندر فرعون کا روغن آلود کفن پڑا تھا۔ ہرمقس نے اس پر پڑی گرد کو ہٹا کر تحریر پڑھی تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

فرعون منقورع۔ بہشت زاد۔ ملک نژاد

فرعون منقورع ۔ ابن الشمس

اس سے نیچے یہ تحریر تھی۔

فرعون منقورع جو ناؤط کے دل کے نیچے آسودہ تھا۔ وہ ناؤط جس نے تجھے اپنے مقدس نام کے طلسم میں چھپا رکھا ہے۔

ناؤط تیری والدہ تجھے دیوتاؤں کے گروہ میں شامل کرتی ہے۔ ناؤط تیری والدہ تیرے دشمنوں پر اپنے نفس سے حملہ کرتی ہے اور انہیں تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اے فرعون منقورع جو ابدالاباد تک زندہ ہے"۔

قلوپطرہ نے ایک بار پھر اپنی بے چینی اور بیتابی کا اظہار کیا۔

"تو پھر منقورع کا خزانہ کس جگہ ہے۔ اس کا جسم تو واقعی یہاں ہے۔ ہرمقس تم جانتے ہو کہ فراعنہ کا بدن کندن نہیں ہوتا۔ اس ابو الہول کا چہرہ سونے کا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ تم اسے باقی جسم سے کس طرح علیحدہ کرو گے؟"

قلوپطرہ کے جواب میں ہرمقس نے اس سے درخواست کی کہ وہ ابو الہول کی پشت پر کھڑی ہو جائے اور تابوت کے اوپر والے حصہ کو پکڑ لے۔ ملکہ نے ایسا ہی کیا۔ ہرمقس نے اسے دوسری طرف سے پکڑا پھر دونوں نے ایک ساتھ زور لگایا اور تابوت کا ڈھکنا اوپر اٹھ آیا۔ اس کے اندر اب فرعون کی ممی اس طرح پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس طرح وہ تین ہزار سال پہلے اس میں رکھی گئی تھی یہ ایک بہت بڑی اور بدنما ممی تھی۔ اس پر کوئی سنہرا غلاف نہیں تھا۔

ممی کے سینہ پر سونے کی ایک طشتری دھری تھی جس پر مقدس حروف میں تحریر درج تھی۔

میں اوسیری خاندان کا تاجدار اور مصر کا فرعون منقورع جس نے اپنی زندگی میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ جب میں زندہ تھا تو مجھے ایک خواب کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ ایک دن ایسا آئے

گا جب خیم (مصر) کو ایک اجنبی قوم کے قبضہ میں چلے جانے کا خطرہ لاحق ہو گا اور اس کے فرمانروا کو روپے کی شدید ضرورت ہو گی تاکہ وہ عظیم الشان لشکر فراہم کرے اور حملہ آوروں کو مار مار کر مصر سے نکال باہر کرے۔ پس چونکہ منعم حقیقی نے مجھے بے اندازہ دولت عطا کی ہے اس لیے میں یہ تمام دولت ہیروں اور زمردوں کی شکل میں جمع کر کے یہ خزانہ بنا دیا ہے۔ اے اس مقبرے میں داخل ہونے والے اگر تجھے واقعی روپے کی ضرورت ہے تو پھر خوف نہ کھا اور میرے جسم کو پارہ پارہ کرنے میں تامل نہ کر۔ تو میرے تسموں اور بندھنوں کو توڑ دے اور کفن چاک کرنے کے بعد میرے سینے سے سارا خزانہ نکال لے لیکن اگر تیری ضرورت شدید نہیں تو پھر تیرے سر پر منقورع کی لعنت نازل ہو گی"۔

تحریر پڑھنے کے بعد قلوپطرہ نے ہرمقس سے خنجر لیا اور ان تسموں کو کٹ دیا جن سے پٹیاں اپنی جگہ قائم تھیں قلوپطرہ اس کی پٹیاں کھولتی جاتی تھی۔ کچھ دیر بعد لاش میں سے ایک چیز باہر گری یہ فرعون کا طلائی عصائے سلطنت تھا۔ اس کے سرے پر انار کی شکل کا ایک لٹو تھا جو صرف ایک زمرد کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

ہرمقس نے قلوپطرہ سے کہا۔

"غالباً" ہیرے فرعون کے پیٹ میں بھرے ہوئے ہیں۔ تم کوشش کر کے یہ ہیرے باہر نکال لو"۔

قلوپطرہ نے ہمت کر کے خنجر فرعون کے سینے میں گھونپ دیا پھر اس نے فرعون کے سینے میں ہاتھ ڈال کر ایک نہایت خوبصورت زمرد نکالا۔ ایسا زمرد' قلوپطرہ نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ہرمقس اور قلوپطرہ نے جلدی جلدی خزانہ فرعون کے سینے سے نکال لیا۔ ان کا کام ختم ہو چکا تھا اور سارے کا سارا خزانہ ایک چمکتے ہوئے ڈھیر

کی صورت میں ان کے سامنے تھا مگر اب ان پر خوف سا طاری ہو گیا اور قوت گفتار جیسے سلب ہو گئی تھی۔

ہرمقس نے قلوپطرہ کو فرعون کی لاش اٹھانے میں مدد کرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ایک بار پھر منقورہ کا شکستہ جسم سر کی طرف سے اور قلوپطرہ نے پاؤں کی طرف سے اٹھایا اور اسے تابوت میں رکھ دیا۔ پھر ہرمقس نے بدن پر ممی کی روغن آلود پٹیاں جمع کر دی اور ڈھکنے کو دوبارہ اپنی جگہ رکھ دیا۔

اس سے فارغ ہو کر دونوں نے تمام جواہرات اور سونے کی چیزوں کو لباس کی تہوں میں چھپا لیا اور مسخ شدہ مرقد پر آخری نظر ڈالی۔ انہوں نے تہہ خانہ کی دیوار کے پاس پہنچ کر خواجہ سرا کو آواز دی جس کے جواب میں انہیں ایک طنز بھرا قہقہہ سنائی دیا۔ ہرمقس نے فوراً" رسی پکڑی اور لپک کر اوپر چڑھ گیا۔

اوپر چراغ بدستور جل رہا تھا مگر خواجہ سرا وہاں موجود نہ تھا۔ ہرمقس نے سوچا کہ شاید خواجہ سرا انتظار کرتے کرتے کہیں تھک کے سو گیا ہے۔ قلوپطرہ ابھی نیچے ہی تھی۔ ہرمقس نے قلوپطرہ کو آواز دے کر کہا کہ وہ رسی اپنی کمر میں مضبوطی سے باندھ لے۔ قلوپطرہ نے ایسا ہی کیا اور ہرمقس بڑی مشکل سے قلوپطرہ کو اوپر کھینچ سکا۔ اس کام میں اس کا سانس پھول گیا اور اسے تھوڑی دیر ستانا پڑا۔

اب انہوں نے خواجہ سرا کو پھر تلاش کرنا شروع کیا۔ قلوپطرہ نے خیال ظاہر کیا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ سرا ڈر کر باہر کی طرف بھاگ گیا ہے؟"

"میرا بھی ایسا ہی خیال ہے"۔ ہرمقس نے جواب دیا۔

دونوں چند قدم آگے بڑھے تھے کہ قلوپطرہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

"ہرمقس۔ سامنے دیکھو۔ وہ ہیبت ناک چیز کیا ہے؟"

ہرمقس قندیل لے کر آگے بڑھا پھر اس نے جھک کر قندیل کی روشنی اس چیز پر ڈالی اس روشنی میں ہرمقس نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر اس کی روح کانپ اٹھی۔ اس کے سامنے خواجہ سرا چٹان سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ ابھرے ہوئے گال اندر کی طرف دھنس گئے تھے اور

داڑھی کے بال اوپر کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ خواجہ سرا کا چہرہ اس قدر خوفناک اور مکروہ ہو گیا تھا کہ اسے دیکھ کر سر گھومنے لگتا تھا۔

پھر جب ہرمقس نے غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ چمگادڑ جو انہیں حرم میں داخل ہوتے وقت دکھائی دی تھی وہ خواجہ سرا کی تھوڑی سے پنجے گاڑ کر اس کا خون چوس رہی تھی اور اس کی آنکھیں دھکتے ہوئے کوئلوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر ان کے جسم سن پڑ گئے اور پیروں میں آگے بڑھنے کی طاقت نہ رہی۔

آخر چمگادڑ نے اپنے پر ہلائے اور خواجہ سرا کو چھوڑ کر ان دونوں کی طرف لپکی۔ کبھی وہ قلوپطرہ اور کبھی ہرمقس کے سامنے اپنے پر ہلاتی رہی مگر اسے حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی پھر وہ ایک چیخ مار کر سوراخ کے ذریعہ پھر سے منقورع کے مدفن میں داخل ہو گئی۔

ہرمقس اور قلوپطرہ اس دہشت ناک واقعہ اور منظر سے اس قدر دہشت زدہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے بے تحاشہ بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کوشش میں ان کے ہاتھوں سے قندیلیں بھی گر گئیں اور انہیں اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر چلنا پڑا۔ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ مدفن میں داخل ہو کر جن دروازوں کو کھول آئے تھے، کہیں ان دروازوں کو منقورع کی روح (چمگادڑ) نے بند نہ کر دیا ہو۔

مگر یہ ان کی قسمت تھی کہ دروازے کھلے ہوئے تھے اور وہ کسی نہ کسی طرح اس سوراخ سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے جس کے ذریعہ وہ منقورع کے مدفن میں داخل ہوئے تھے ہرمقس نے پتھروں کے اس ڈھیر کو پیر مار مار کر ختم کر دیا اور پتھر پر زور دے کے اندر جانے والے سوراخ کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اس جاں گسل مشقت سے وہ دونوں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ ان پر غشی سی طاری ہو گئی اور وہ برابر برابر لیٹ کے خراٹے بھرنے لگے۔

ہرمقس اور قلوپطرہ زیادہ دیر تک نہ سو سکے اس لیے کہ جلدی سویرا ہو گیا اور سورج کی تیز کرنیں تیروں کی طرح ان کے جسم میں چبھنے لگیں۔ قلوپطرہ کو سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے ہرمقس سے کہا۔

"اچھے دوست ہرمقس ۔ مجھے سخت پیاس معلوم ہو رہی ہے۔ کہیں سے ایک پیالہ پانی حاصل کرو۔ میں ایک پیالہ کے لیے ایک زمرد دے سکتی ہوں"۔

ہرمقس مسکرایا اور بولا۔

"اے عالی گہر ملکہ۔ یہ زمرد جو ہم نے جان پر کھیل کے حاصل کئے ہیں اس لیے نہیں ہیں کہ انہیں فضول برباد کیا جائے۔ آپ ذرا ہمت کیجئے میں آپ کو مفت پانی پلاؤں گا اور اگر آپ چاہیں تو وہاں غسل بھی کر سکتی ہیں"۔

"ہرمقس ۔ تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے اور میری جان پر بنی ہے"۔ قلوپطرہ چڑ کے بولی۔ "جلد بتاؤ۔ پانی کہاں ہے۔ مجھ میں چلنے کی بھی ہمت نہیں ہے"۔

ہرمقس نے قلوپطرہ کو اسی گدھے پر سوار کیا جسے وہ مرقد منقورع میں جانے سے پہلے وہاں باندھ گئے تھے۔

ہرمقس نے قلوپطرہ کو بتایا۔

"یہاں سے نزدیک ہی ہو رمقو کے ہیکل کے نیچے ایک نہر بہتی ہے۔ ہمیں پانی وہاں سے دستیاب ہو گا ۔ اگر ہمیں کسی شخص نے دیکھ لیا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم ظاہر ہے رات کو اس شہر خاموشاں میں راستہ بھول گئے ہیں"۔

گدھا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے ایک آدمی دکھائی دیا۔

ہرمقس نے فوراً" قلوپطرہ کو تاکید کی۔

"قلوپطرہ اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لو تاکہ کسی شخص کی نظر تمہارے کپڑوں میں چھپے ہوئے جواہرات پر نہ پڑے"۔

قلوپطرہ نے فوراً" اپنا جسم اچھی طرح ڈھانپ لیا۔ سامنے سے آنے والا ان کی طرف آنے کے بجائے دائیں جانب گھوم گیا اور یہ لوگ سوال و جواب سے محفوظ ہو گئے۔ آہستہ چلتے ہوئے یہ لوگ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ہورمقو کا ایک مجسمہ پر شکوہ ابوالہول کی صورت میں نصب تھا۔ مجسمہ کا منہ مشرق کی طرف ہے اور وہ مصر کا شاہی تاج پہنے ارض خیم کو شاہانہ انداز میں دیکھتا رہتا ہے۔

نہر پر پہنچ کے ان لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور ہاتھ منہ دھوئے۔ مقبرے میں اترنے سے ان کے چہروں پر جگہ جگہ سیاہی اور روغن لگ گیا تھا وہ سب پانی سے

دھل گیا پھر یہ لوگ چلتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے جہاں ان کی کشتی اور ملاح سوئے پڑے تھے۔ پتہ نہیں وہ لوگ رات بھر جاگتے رہے تھے جواب تک گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے ان کے جگانے پر وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھے۔

ہرمقس نے گدھا وہیں چھوڑ دیا اور ملکہ کو لے کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ ملکہ قلوپطرہ کی باچھیں خوشی سے کھلی پڑتی تھیں۔ اسے دفینہ حاصل کرنے کی بہت مسرت تھی۔ وہ ہرمقس کی بہت احسان مند معلوم ہوتی تھی اور ایک چنچل دوشیزہ کی طرح اسے چھیڑتی اور قہقہے لگاتی تھی ہرمقس اس کی بے تکلف گفتگو سے اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ قلوپطرہ واقعی ایک کھلے دل کی ملکہ ہے اور وہ اپنے کہنے کے مطابق اس سے ضرور شادی کرے گی۔

اس دریائی سفر کے دوران قلوپطرہ اور ہرمقس نے لباس میں چھپے ہوئے جواہرات کو الگ کر کے ایک محفوظ جگہ رکھ دیا تھا ان کا سفر طویل تھا آتے وقت انہیں تین دن لگے تھے مگر واپسی سفر میں ان کے چار دن لگ گئے کیونکہ ہوا بعض اوقات مخالف چلنے لگتی تھی۔ بہرحال ہرمقس اس سفر کو بہت غنیمت سمجھ رہا تھا۔ کہ قلوپطرہ اس پر بے حد مہربان نظر آ رہی تھی اور اکثر اوقات اسے بوس و کنار کا موقعہ بھی فراہم کرتی تھی۔

آخر ان کا دریائی سفر ختم ہوا اور ہرمقس اور ملکہ اس محل میں داخل ہوئے جس میں ہرمقس نے ملکہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس خیال کے تصور ہی سے اسے ندامت ہونے لگی۔ ہرمقس اپنی ندامت پر افسوس کر رہا تھا کہ اس کی سب سے پہلے محل میں شارمیاں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ شارمیاں کا چہرہ پژمردہ تھا مگر آنکھوں کے اندر ایک وحشیانہ چمک تھی۔

شارمیاں نے چمک کے ہرمقس پر طنز سے بھرپور تیر مارا۔

"اے آقا ہرمقس۔ آپ اپنے سفر عشق سے بخیریت واپس آ گئے؟"

ہرمقس جھینپ گیا مگر سنبھل کے بولا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو شارمیاں۔ میں ایک سرکاری کام کی بجا آوری کے لیے قلوپطرہ کے ساتھ گیا تھا"۔

شارمیاں نے تڑپ کے جواب دیا۔

"میرے آقا جو سفر بغیر کسی کو بتائے خاموشی سے کیے جاتے ہیں۔ وہ سرکاری کام کے لیے بلکہ داستان عشق کو دہرانے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں"۔

ہرمقس کو غصہ آگیا مگر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"شارمیاں۔ تمہیں برے وقت کا بالکل احساس نہیں۔ روم کے مرد آہن نے قلوپطرہ کو اپنے پاس طلب کیا ہے وہ سخت پریشان ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے یہ سفر اختیار کیا تھا"۔

"تو کیا تمہارے سفر سے یہ بلا ٹل جائے گی؟" شارمیاں کے لہجے میں طنز کے خنجر موجود تھے۔ "انطونی بحری بیڑے کے رخ تمہارے سفر سے نہیں پھیرا جا سکے گا۔ اس کے لیے طاقت کی ضرورت ہے۔ فوج اور جنگی جہازوں کی ضرورت ہے اور مصر میں اب وہ پہلی سی طاقت نہیں رہی"۔

شارمیاں سچ کہہ رہی تھی۔ مصر کی خانہ جنگیوں نے اس کی بحری طاقت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ خزانہ خالی ہو چکا تھا اور سپاہیوں کی تنخواہ ادا کرنے میں بھی دقت پیش آ رہی تھی ایسی صورت میں نئے فوجی بھرتی کرنا بہت دشوار تھا مگر ہرمقس نے قلوپطرہ کو اتنا قیمتی خزانہ دیا تھا تو مصر کے خزانے کو اوپر تک بھر سکتا تھا۔

اس خیال کے تحت ہرمقس نے کہا۔

"شارمیاں۔ تم نہیں جانتیں کہ روپے میں کس قدر طاقت ہے۔ ہم اسی سلسلہ میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں کہ ملکہ انطونی کے مقابلہ کے لیے ایک نئی فوج بھرتی کرنے اور نیا بحری بیڑا تیار کرنے کے قابل ہو جائے"۔

"ٹھیک ہے میرے آقا"۔ شارمیاں جل کے کہا۔ "میں روپے کی طاقت سے واقف نہیں لیکن اس بات سے ضرور واقف ہوں کہ قلوپطرہ اپنے دشمن سے جنگ نہیں کرے گی اور بغیر جنگ کے میدان اس کے ہاتھ رہے گا"۔

ہرمقس نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا قلوپطرہ بغیر جنگ کیے مارک انطونی کو سرزمین خیم پر قدم رکھنے کی اجازت دیدے گی؟"

"بالکل یہی مقصد ہے"۔ شارمیاں نے فوراً" جواب دیا۔ "تمہیں روم کے پہلے مرد آہن جولیس سیزر کا قصہ یاد نہیں۔ اس وقت تو سیزر نے اس محل پر بھی فیصلہ کر لیا تھا مگر اس کا انجام کیا ہوا؟"

"کیا انجام ہوا تھا اس کا؟" ہرمقس نے سیزر کا نام ضرور سنا تھا مگر اس کے مصر آنے اور قلوپطرہ سے عشق و محبت کرنے کی پوری داستان سے وہ واقف نہ تھا۔ پس اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے اس نے شارمیاں سے سوال کیا تھا۔

"میرے آقا ہرمقس"۔ شارمیاں نے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ "آپ قلوپطرہ کے غمزوں اور نخروں سے واقف ہیں۔ سیزر جس وقف مصر آیا تھا تو اس کی عمر پچاس سے کئی سال اوپر تھی اور وہ انتہائی بد دماغ جنرل تھا مگر جب قالین میں لپٹی ہوئی قلوپطرہ کپڑے جھاڑ کر کھڑی ہوئی اور اس کی نظریں قلوپطرہ پر پڑیں تو وہ ایسا بدحواس ہوا کہ اس کے ہاتھ سے بھرا ہوا ساغر چھوٹ گیا۔ یہی وہ وقت تھا کہ قلوپطرہ نے سیزر پر اپنی نظروں کے سکیڑوں تیر چلا دیئے اور مغرور سیزر سیڑھیاں اتر کے اس کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کے اوپر لے گیا---- موجودہ صورت میں مارک انطونی کی عمر ابھی پچاس سال سے کم ہے۔ قلوپطرہ خواہ اس کے پاس جانے سے انکار کر دے مگر جب دونوں کا سامنا ہو گا تو قلوپطرہ اسے اپنی زلفوں کے جال میں پھانس کے اس محل میں لے آئے گی"۔

"نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا----" ہرمقس چیخ پڑا۔ "تیری عقل پر پردے پڑ گئے ہیں شارمیاں۔ قلوپطرہ' مارک انطونی کو اسکندریہ کے پانی میں داخل نہیں ہونے دے گی۔ قلوپطرہ اب کمزور نہیں۔ اس کے خزانے بھی بھر جائیں گے اور وہ بحری اور بری فوج تیار کرنے کے قابل ہو جائے گی"۔

"مگر اس کے خزانے کون بھرے گا؟" شارمیاں کی حیران نظریں ہرمقس کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں"۔ ہرمقس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اس کے خزانے بھر چکے ہیں۔ تو جا اور اپنا کام کر"۔

اور شارمیاں' ہرمقس کا سخت کلام سن کر لڑکھڑاتے قدموں سے ایک طرف

چلنے لگی۔

○

دوسرے دن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ملکہ قلوپطرہ کا دربار آراستہ ہوا۔ امیر وزیر اور کنیز و غلاموں نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد قلوپطرہ کی منہ چڑھی اور راز دار کنیز شارمیاں آئی۔ اس کے آنے کا مطلب تھا کہ ملکہ قلوپطرہ بھی آنے والی ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ شارمیاں کے اپنی جگہ کھڑے ہوتے ہی قرنوں اور نقاروں نے شور مچا کر ملکہ کی آمد کی اطلاع دی۔

ملکہ قلوپطرہ شاہی لباس پہنے دربار میں داخل ہوئی۔ وہ کچھ متفکر نظر آ رہی تھی مگر تفکرات میں بھی اس کا خوبصورت چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا۔ اس وقت اس کے سینے پر وہی ستارے کی طرح چمکنے والا بھونرے کی شکل کا زمرد چمک رہا تھا جو اس نے فرعون کے سینے میں ہاتھ ڈال کے نکالا تھا۔

تخت شاہی پر بیٹھتے ہی ملکہ نے سوال کیا۔

"کیا مارک انطونی کا سفیر دربار میں حاضر ہے؟"

"جی ہاں ملکہ عالیہ----" ایک صاحب نے جواب دیا۔ "انطونی کا سفیر اپنی پیشی کا منتظر ہے"۔

"اسے حاضر کیا جائے"۔ ملکہ نے حکم دیا۔

انطونی کا سفیر ڈیلیس سنہری زرہ بکتر اور سرخ چغہ میں دربار میں آیا اور اس نے ملکہ کو جھک کر سلام پیش کیا۔ ملکہ نے صرف سر کا اشارہ کیا شاطر اور چالاک سفیر نے اندازہ لگا لیا کہ ملکہ قلوپطرہ اس وقت فکر و تردد میں ڈوبی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے خود ہی ملکہ کو مخاطب کیا۔

"اے مصر کی جہاندیدہ اور خوبصورت ملکہ۔ مارک انطونی کا سفیر ڈیلیس آپ کے جواب کے لیے حاضر ہے لیکن آپ کا جواب سننے سے پہلے یہ خادم عرض کرے گا کہ میرا آقا انطونی مشرق کا مالک ہے چاہے تو فقیر کو بادشاہ بنا دے اور چاہے تو بادشاہ کو فقیر میں تبدیل کر دے۔ اگر ملکہ نے میرے آقا کو جنگ کی دعوت دی تو میں سمجھا ہوں کہ ملکہ نے مصر کی تباہی کا فرمان جاری کیا ہے----"

"معزز سفیر"۔ ملکہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم بار بار اپنے آقا کی طاقت کا ذکر کر کے ملکہ مصر کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تمہارے آقا نے ہمیں گفتگو کے لیے اپنے پاس طلب کیا ہے مگر ہم سلیقہ نہیں جائیں گے کیونکہ ہمارے پاس بھی بحری بیڑا اور پیدل و سوار افواج کی کمی نہیں۔ اگر کچھ کمی ہو تو ہمارے پاس اس قدر دولت ہے کہ ہم اس کمی کو فوراً پورا کر سکتے ہیں۔ مارک انطونی کا ہمیں کمزور سمجھنا اس کی غلطی ہے۔ ہمارے لشکر کی تعداد انطونی کے لشکر سے کم نہیں ہے اور نہ ہمارے بہادر سپاہی تمہارے سپاہیوں سے کمتر درجے کے ہیں۔ یقیناً ہم طاقت و عظمت میں تم سے کسی طرح کم نہیں"۔

ملکہ قلوپطرہ کا جواب سن کے دربار میں موجود ہر مقس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اب اسے شارمیاں پر زیادہ غصہ آ رہا تھا جس نے اسے بتایا تھا کہ قلوپطرہ جنگ کے بجائے مارک انطونی سے صلح کر لے گی۔ ملکہ کے جواب کا سب سے زیادہ صدمہ یونانی سفیر ڈیلیس کو تھا۔ وہ اپنے صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور بول پڑا۔

-"اے ملکہ مصر۔ آپ نے جنگ کا فیصلہ کر کے یقیناً غلطی کی ہے مارک انطونی مصر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا"۔

"اے معزز ڈیلیس"۔ ملکہ نے فوراً جواب دیا---- "ہمارا دل تو چاہتا ہے کہ ہم تمہیں کوئی جواب دئے بغیر واپس کر دیں اور مضبوط قلعوں میں بیٹھ کے جنگ کے نتیجے کا انتظار کریں۔ مگر تمہارے آقا نے ہم پر ایسے الزامات لگائے ہیں جن کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ ہم ان تمام الزامات سے انکار کرتے ہیں اور جواب دینے کے لیے ٹارسیس سلیقہ نہیں جائیں گے"۔

درباریوں کے چہرے ایک بار پھر شگفتہ ہو گئے۔ خاص کر ہر مقس کو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ برخلاف اس کے ڈیلیس کا چہرہ اداس ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں وحشت نے ڈیرے ڈال دیئے۔ ڈیلیس نے نہایت غمگین آواز میں کہا۔

"اے ملکہ مصر۔ آپ کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ آپ میرے آقا مارک انطونی کو جنگ کا پیغام بھیج رہی ہیں"۔

ملکہ نے جواب دیا۔

"معزز ڈیلیس۔ آپ نے ہمارے جواب کا غلط مطلب نکالا ہے۔ ہم مارک انطونی کو جنگ کا پیغام نہیں بھیج رہے بلکہ ہمارا پیغام صلح اور امن کا ہے۔ ہم نے آپ سے یہ کہا کہ ہم اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کا جواب دینے کے لیے سیلقیہ نہیں جائیں گے اور اس بات پر ہم اب بھی قائم ہیں لیکن۔۔۔۔"

"ملکہ نے بات ادھوری چھوڑ دی جس سے درباری حیرت اور فکر میں پڑ گئے مگر ملکہ نے انہیں زیادہ دیر منتظر نہیں رہنے دیا اور مسکرا کے کہا۔ "اے معزز ڈیلیس۔ تم واپس جاؤ اس یقین کے ساتھ کہ ہم بہت جلد نہایت شوق و رغبت کے ساتھ ٹارسیس کے ساحل کی طرف روانہ ہوں گے تاکہ ہم تمام دنیا کے سامنے اپنے اخلاص و محبت اور دوستانہ یک جہتی کا اعلان کر سکیں"۔

قلوپطرہ کی اس وضاحت سے ڈیلیس خوش ہو گیا مگر دربار میں موجود ہرمقس تڑپ اٹھا۔ اسے ملکہ قلوپطرہ کی وعدہ خلافی اور بے وفائی اتنی شاق گزری کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے چیخا۔

"اے ملکہ یاد رکھ۔۔۔۔"

مگر ہرمقس اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ اس لیے کہ ملکہ قلوپطرہ نے اس کی بات کاٹ دی اور نہایت غصہ سے بولی۔

"اے غلام خاموش رہ۔ تجھے کس نے اجازت دی کہ ہمارے معاملات میں دخل دے۔ تو صرف ستاروں سے راہ و رسم رکھ اور امور سلطنت کی باگ ڈور ارباب حکومت کے ہاتھوں میں رہنے دے"۔

ہرمقس کی امیدوں کا محل دھڑام سے زمین پر آ رہا اور اسے اپنی اور قلوپطرہ دونوں کی اصلیت اور حیثیت کا صحیح ادراک ہو گیا۔

اس وقت ڈیلیس نے ملکہ کا شکریہ ادا کیا ہرمقس کے حوالہ سے کہا۔

"پرسطوت ملکہ مصر۔ آپ نے اس زبان دراز ستم ظریف کو جھڑک کے مجھے موقعہ فراہم کیا ہے کہ میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں؟"

ملکہ کو شاید ہرمقس کی ذلت اور بے عزتی کا شاید کچھ خیال آ گیا۔ اس نے کہا۔

"معزز ڈیلیس ہمیں تمہارے شکریہ کی ضرورت نہیں اور نہ تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ تم ہمارے ایک مصاحب کی غلطی کی گرفت کرو۔ تم واپس جاؤ اور اپنے آقا سے کہو کہ وہ ہمارے استقبال کی تیاریاں کرے"۔

ہرمقس کو اپنی اصلیت کا علم ہو گیا اس لیے اس نے قلوپطرہ سے الجھنے کے بجائے اس کے ایک ملازم کی طرح ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا اور شاہی محلات کے حالات سے اپنی آنکھیں پھیر لیں۔ قلوپطرہ نے ٹارسیس جانے کا اعلان کر دیا تھا۔ بیس دن بعد اس کا شاندار بحری بیڑا اور خاص ملکہ قلوپطرہ کا جہاز جسے سونے کے پتروں سے ڈھانپا گیا تھا' انطونی سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ روانگی سے پہلے ملکہ اور ہرمقس میں ایک موقعہ پر کافی گرما گرمی ہوئی تھی جس میں ہرمقس کو ملکہ کے محافظوں کے ہاتھوں کئی زخم آ گئے جو اگرچہ روانگی کے وقت تک بھر چکے تھے مگر ہرمقس بہت کمزور ہو چکا تھا مگر قلوپطرہ کا حکم تھا کہ ہرمقس ایک گرفتار غلام کی طرح اس کے ساتھ جائے گا اور جس وقت اس کی سواری ٹارسیس کی سڑکوں پر چلے گی تو اسے سونے کی زنجیروں سے جکڑ کر اس کے جلوس کے ساتھ ساتھ چلنا ہو گا۔

اس سفر میں شارمیاں اور ملکہ کی دوسری دو خواصیں بھی ہم سفر تھیں۔ ہرمقس کو معلوم ہو گیا تھا کہ شارمیاں اس سے دل و جان سے محبت کرتی ہے مگر وقت اب گزر چکا تھا اور ہرمقس پر مصر کے خود ساختہ خداؤں کا قہر نازل ہونا شروع ہو گیا تھا۔

ملکہ قلوپطرہ کے ٹارسیس پہنچنے سے پہلے مارک انطونی کے بارے میں دو چار جملے کہلوائے جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا اور واقعات میں تسلسل بھی پیدا ہو جائے گا یہ تو بیان کیا جا چکا ہے کہ ملکہ قلوپطرہ کے روم سے واپس آنے کے بعد مارک انطونی نے نیزر کے بھتیجے آکیٹوین سے صلح کر لی تھی اور یہ طے پا گیا تھا کہ مارک انطونی' آکیٹوین اور ایک تیسرا سردار لیپی ڈس تینوں روم اور اٹلی پر (واضح رہے کہ روم شہر ہے اور اٹلی ملک ہے جس کا شہر روم ہے) مشترکہ طور پر حکومت کریں گے مگر بیرونی صوبے ان کے درمیان تقسیم ہو جائیں گے۔

اس بندر بانٹ میں مارک انطونی اور سردار لیپی ڈیس نے بڑے بڑے اور اچھے اچھے صوبے ہتھیا لئے۔ آکیٹوین کو شمالی افریقہ' نومیڈیا اور جزیرے ملے۔ پھر یہ طے

پایا کہ تینوں اپنے اپنے دشمنوں کا صفایا کر ڈالیں۔ ان کے مخالفین میں بروٹس اور کیشیس دو خاص سردار تھے۔ یہی دونوں سیزر کے قتل کا سبب بنے تھے۔ آکیٹوین اور انطونی نے ان کے خلاف مقدونیہ (یونان) میں فوجیں جمع کرنا شروع کیں اسی دوران کیشیس نے مصر پر حملہ کر کے قلوپطرہ کے ہاتھوں زبردست شکست کھائی تھی۔

قلوپطرہ جس طرح کیشیس اور بروٹس کے خلاف تھی اسی طرح وہ اس اتحاد ثلاثہ یعنی انطونی، آکیٹوین اور لیپی ڈس کے بھی خلاف تھی کیونکہ ان میں آکیٹوین شامل تھا جو سیزر کی وراثت کے معاملہ میں ملکہ کے بیٹے سیزارین کا حریف تھا اس اتحاد کا دوسرا رکن مارک انطونی تھا۔ ملکہ اس کے بس خلاف تھی اس لیے کہ انطونی نے ملکہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آکیٹوین کے بجائے سیزارین کو سیزر کا اصل وارث تسلیم کرائے گا لیکن اس کا یہ وعدہ صرف وعدہ ہی ثابت ہوا۔ انطونی نے حالات سے مجبور ہو کر یا اپنے مفاد کی خاطر آکیٹوین سے صلح کر لی تھی اور سیزارین کا سیزر کے وارث ہونے کا معاملہ ہمیشہ کے لیے کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔

ان حالات میں قلوپطرہ کا مارک انطونی کے حکم پر ٹارسس جانا کسی خوشی کے تحت نہ تھا وہ مجبور ہو کے روم کے حکمران مارک انطونی کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ اس کے دل میں انطونی کو خوش کرنے کی آرزو نہیں تھی۔ وہ تو مارک انطونی کو اپنے حسن و جمال کے فریب میں پھنسا کر اس سے بدلہ لینے کی خواہش مند تھی وہ دراصل مارک انطونی پر ایک خوبصورت ناگن کی طرح حملہ کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے گرد کئی خوبصورت مگر زہریلے جال بن لئے تھے۔

ملکہ قلوپطرہ کا بحری بیڑہ ٹارسس پہنچا تو اس کی سجاوٹ اور شان دیکھ کر انطونی کے کیا لشکری اور سردار اور کیا عوام سب کے سب ایسے بوکھلا گئے کہ انطونی کو اکیلا چھوڑ کے ملکہ کے بحری بیڑے کی آن بان دیکھنے ساحل پر پہنچ گئے۔ انطونی کا خیال تھا کہ ملکہ اس کی سلامی کو جہاز سے اتر کر اس کے پاس آئے گی۔ مگر ملکہ کی طرف سے اسے کوئی پیام نہیں ملا تو اس نے اپنے آدمی کو ملکہ کے پاس بھیجا۔

انطونی کے قاصد نے جس کی آنکھیں جہاز کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ ملکہ کے حضور عرض کیا۔

"اعلیٰ حضرت آقائے محترم آپ کی آمد کے منتظر ہیں اور چاہتے ہیں کھانے پر آپ تشریف لائیں"۔

ملکہ قلوپطرہ کمال بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"اعلیٰ قدر مارک انطونی کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ اپنے امرا وزراء اور عمائدین سلطنت کے ساتھ شام کا کھانا ہمارے جہاز پر تناول فرمائیں"۔

مارک انطونی کو دعوت قبول کرنا پڑی۔ اس نے ملکہ کو اطلاع بھجوائی۔

"قلوپطرہ مہمان ہیں۔ مہمان نوازی ہمارے فرض میں داخل تھی مگر ہم ملکہ کی دل شکنی نہیں چاہتے۔ شام کی ضیافت پر ہم اپنے عمائدین کے ساتھ آ رہے ہیں"۔

شام کے وقت جب شفق کی سرخی پھول رہی تھی۔ فضا پر نشہ طاری تھا، موسیقی، جادو جگاری رہی تھی کہ انطونی کا بجرا ساحل سے لگا۔ ملکہ قلوپطرہ مجسم جمال بنی مارک انطونی کے استقبال کو موجود تھی۔ قلوپطرہ سے نظریں ملتے ہی مارک انطونی پر بے خودی سی طاری ہو گئی۔ کہاں کی شکایت اور کیسا شکوہ۔ قلوپطرہ نے کسی سنجیدہ گفتگو کا موقعہ ہی نہ دیا اور مہمانوں کو ساتھ لئے ہوئے کھانے کے کمرے میں پہنچ گئی۔ انواع و اقسام کے کھانے میزوں پر چنے ہوئے تھے۔ کمرے بارہ صوفے لگے تھے جن پر پھولدار غلاف چڑھے ہوئے تھے ہر ایک سامنے ایک میز تھی جس پر جواہرات سے جڑی طلائی پلیٹیں اور نازک جام رکھے تھے۔ کمرے کی دیواروں پر کارچوبی کام کے اودے زرقار پردے پڑے تھے اور فرش پر پھول بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ ٹھاٹ باٹ اور سلیقہ دیکھ کر مارک انطونی بڑے خلوص سے داد دی۔

"صد آفریں۔ قلوپطرہ نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا"۔

قلوپطرہ نے بڑے انداز سے معذرت کی۔

"معذرت خواہ ہوں کہ مارک انطونی کی شایان شان خاطر تواضع نہ کر سکے"۔

مہمان کھانے کے بعد عرشہ پر پہنچے۔ وہ مئے مشک و بو سے پہلے ہی سرشار تھے عرشہ کو خوشنما جھاڑوں کے چراغاں سے طور کا نمونہ بنایا گیا تھا۔ یہ جھاڑ مصنوعی درختوں کی شاخوں میں آویزاں تھے۔ یہاں یہ لوگ حسین و جمیل ملکہ کی صحبت سے لطف اٹھا رہے تھے۔ ساحل پر کھڑے تماشائیوں کو یہ سب کچھ اندر کا اکھاڑہ معلوم ہو

رہا تھا۔

دوسری شام پھر ملکہ قلوپطرہ نے دعوت دی اور پہلے دن سے زیادہ اہتمام کیا۔ تیسری شام انطونی کی طرف سے دعوت تھی مگر یہ دعوت ملکہ کی دعوتوں کا جواب نہ ہو سکی۔ خود انطونی شرمندہ شرمندہ سا تھا۔

انطونی نے کھسیانے انداز میں پوچھا۔

"ضیافت کی شان بڑھانے کی کیا کیا تدبیریں ہیں؟"

قلوپطرہ نے فوراً" جواب دیا۔

"جمالیاتی ذوق، نفیس فضا اور شاہانہ اخراجات۔ میری ایک دعوت میں تقریباً" ڈیڑھ لاکھ پونڈ خرچ ہو جاتا ہے"۔

انطونی حیران ہوا بولا۔

"ہمیں اس بات پر شبہ ہے"۔

ملکہ نے جواب دیا۔

"معزز انطونی کو شک ہے تو کل ہماری دعوت میں تشریف لائیے اور خود اندازہ کیجئے؟"

انطونی نے تجویز پیش کی۔

"فیصلہ کے لیے ایک ثالث بھی ضروری ہے؟"

پس ایک درباری جس کا نام پلینکس تھا، کو ثالث مقرر کیا گیا۔

قلوپطرہ کے لیے یہ دعوت بہت اہمیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اس نے اس قدر شاہ خرچی کا مظاہرہ کیا کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ دعوت کے بعد ثالث نے جواہرات سے آراستہ طلائی ظروف اور دوسرے تمام لوازمات کا اندازہ لگایا انطونی اور قلوپطرہ کے کان ثالث کے فیصلہ پر لگے ہوئے تھے۔

آخر ثالث نے فیصلہ کر دیا۔ اس نے کہا۔

"تمام ساز و سامان ڈیڑھ لاکھ پونڈ سے کچھ کم قیمت کے ہیں"۔

قلوپطرہ فوراً" بولی۔

"اس میں میرے جام کی قیمت اور شامل کر لو؟"

یہ کہہ کر اس نے کانوں میں پڑے دو بڑے موتیوں میں سے ایک کان سے اتارا۔ ان دونوں آویزوں (موتیوں) کی قیمت ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈ سے زیادہ تھی۔ قلوپطرہ نے غلام کو حکم دیا کہ تھوڑا سرکہ لے آئے۔ غلام سرکہ لے آیا۔ قلوپطرہ نے اس سرکہ میں ایک موتی ڈال دیا جو فوراً" حل ہو گیا۔ قلوپطرہ نے ستراسی ہزار پونڈ کا ایک گھونٹ اپنے خوبصورت اور چاند جیسے چمکتے ہوئے گلے سے نیچے اتار لیا۔

پھر اس نے غلام کو دوسرے جام میں سرکہ ڈال کے لانے کو کہا۔ ثالث پلینکس نے ملکہ کو روک دیا اور اعلان کیا۔

ملکہ مصر بازی جیت گئی۔ مارک انطونی حیرانی سے منہ کھولے یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ قلوپطرہ وہاں قیام کے دوران ہی انطونی کو شیشے میں اتار دیا۔ پھر اس نے شہزادی آرمینو کو قبرص کے مندر کی سیڑھیوں پر قتل کرا دیا۔ اس میں انطونی کی مرضی شامل تھی۔ چھوٹا اور آخری شہزادہ بطلیموس تو دو سال پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ اب سوائے سیزارین کے تخت و تاج کا اور کوئی وارث نہ رہ گیا تھا۔

انطونی بھی ٹارسس چھوڑ کے قلوپطرہ کے ساتھ اسکندریہ آ گیا۔ مزید چار ماہ دونوں نے اس طرح گذارے کہ ہر دن عید اور شب، شب برات تھی مگر وہ اب اور نہ ٹھہر سکا۔ ایشیائے کوچک اور روم میں اس کی ضرورت تھی۔

"مجھے اب ہنسی خوشی رخصت کرو قلوپطرہ؟"

قلوپطرہ کے جیسے کسی نے خنجر بھونک دیا۔ وہ تڑپ اٹھی۔ بولی۔

"انطونی۔ تمہارے سوا دنیا میں میرا اور کون ہے؟"

"مجبوری ہے قلوپطرہ"۔

انطونی جہاز پر سوار ہو گیا اور قلوپطرہ نے اسے آنسوؤں کی جھڑی میں رخصت کیا۔ انطونی تقریباً" چار سال تک اسکندریہ نہ لوٹا۔ اس نے اپنے مفاد کو لئے روم جا کر آکیٹوین کی بیوہ بہن سے شادی کر لی۔ اس طرح اس نے آکیٹوین کو سیاسی شکست دیدی مگر اسے پھر اک دم ایران (پارتھیا) فتح کرنے کا خیال ستانے لگا۔

اس نے فوراً" قلوپطرہ کے پاس قاصد بھیجا۔

"پیاری قلوپطرہ۔ میں انطاکیہ میں ہوں۔ مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔

فوراً" آ جاؤ"۔

قلوپطرہ بہت جلی بیٹھی تھی۔ ایک تو وہ آکیٹوین کی بہن سے شادی کے خلاف تھی دوسرے یہ کہ انطونی کی غیر موجودگی میں اس کے دو جڑواں بچے' ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔ قلوپطرہ کو اپنی تنہائی نہایت شاق گزری۔

قلوپطرہ نے انطونی کو جواب بھجوایا۔

"انطونی میں تم سے جس قدر زیادہ محبت کرتی ہوں تم اس سے زیادہ میرے ساتھ بے وفائی کے ساتھ پیش آ رہے ہو۔ میں ان حالات میں انطاکیہ نہیں آ سکتی"۔

انطونی کا پھر پیغام آیا۔

"قلوپطرہ مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔ فوراً" آ جاؤ"۔

قلوپطرہ نے تین شرطیں پیش کیں۔

"نمبر۱۔ قلوپطرہ' آکیٹوین کی بہن کو چھوڑ کر اس سے شادی کرے کیونکہ روم میں بیک وقت دو بیویاں رکھنا اس وقت قانون کے خلاف تھا۔

"نمبر۲۔ انطونی اپنے نام کے ساتھ "شہنشاہ" کا لفظ نہیں لگائے گا کیونکہ روی جمہوریت پسند تھے"۔ مختار کل لقب وہ اختیار کر سکتا ہے۔

"نمبر۳۔ انطونی' مصر کی حدود میں اضافہ کر دے گا۔ سینا' عرب' قبرص' لبنان وغیرہ مصر میں شامل کر دئے جائیں گے"۔

قلوپطرہ نے اس کے جواب میں انطونی کو کھلی چھٹی دیدی کہ وہ جس قدر سامان اور دولت چاہے مصر سے لے جا سکتا ہے۔

قلوپطرہ اپنی شرطیں منوانے خود انطاکیہ گئی تھی۔ وہاں اس کے ایک اور بچہ ہوا جس کا نام بطلیموس رکھا گیا۔ قلوپطرہ مصر واپس آئی تھی کہ پارتھیا میں انطونی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ فوج تباہ ہو گئی اور وہ پیسے پیسے کا محتاج ہو گیا۔ قلوپطرہ نے پھر بھی اس کا ساتھ دیا اور مدد کی۔

کوئی بڑا گرتا ہے تو اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مارک انطونی کو ایک ہی شکست نہیں ہوئی بلکہ اسے کئی میدانوں سے بھاگنا پڑا۔ آکیٹوین اسے دباتا ہوا اسکندریہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک بحری جنگ میں جس میں قلوپطرہ بھی کمان کر رہی

تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ اور انطونی دونوں گرفتار ہونے والے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے جہاز لے کر اسکندریہ کی طرف چل پڑی۔ انطونی کو ملکہ کی اس بے وفائی کا خیال بھی نہ تھا۔ حالات مخدوش دیکھ کے وہ قلوپطرہ کے پیچھے اسکندریہ واپس آ گیا۔

محل پہنچ کے انطونی نے تلوار لہرائی۔

"میں اس بے وفا کو قتل کر دوں گا"۔

قلوپطرہ گھبرا گئی۔ اس نے اپنی خاص سہیلی شارمیاں سے مشورہ کیا پھر اس گنبد میں بند ہو کے بیٹھ گئی جو اس نے آڑے وقت کے لیے بنوایا تھا۔ یہی نہیں بلکہ قلوپطرہ نے یہ غلطی بھی کی کہ ایک کنیز کے ذریعہ انطونی کے پاس پیغام بھیجا جس نے انطونی سے کہا۔

"اعلیٰ حضرت مارک انطونی۔ آپ کی پیاری ملکہ نے خودکشی کر لی ہے مگر آخر وقت پر اس کے لبوں پر آپ ہی کا نام تھا"۔

اب انطونی کو قلوپطرہ کی وفاداری کا یقین ہو گیا۔ اس نے بھی قلوپطرہ کا نام لے کر خود اپنی تلوار اپنے پیٹ میں اتار لی اس طرح روم کے ایک جنرل جو اپنی بڑائی کی طرح اتنا بڑا بیوقوف بھی تھا اس دنیا سے کسمپرسی کی حالت میں رخصت ہو گیا۔ انطونی کی موت نے قلوپطرہ کو دیوانہ کر دیا۔ ادھر آکیٹوین اپنے لشکر اور بیڑے کے ساتھ اسکندریہ کے ساحل پر اترا۔

اسے انطونی کے مرنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ اب اس نے ملکہ قلوپطرہ کو بہانے سے گرفتار کرنے کی کوشش کی تاکہ روم لے جا کر اسے بیڑیاں پہنائے اور تشہیر کرے۔ ملکہ قلوپطرہ کو زندگی سے کوئی انس نہ رہ گیا تھا۔ وہ ہر طرف سے ناکام ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق قلوپطرہ نے خود کو سانپ سے ڈسوا کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ قلوپطرہ نے اپنی پیاری سہیلی شارمیاں سے اپنے لئے زہر کا ایک جام مانگا اور اسے پی کر ختم ہو گئی۔ اس کی وفادار کنیز شارمیاں بھی اس کے بعد زندہ نہ رہی اور اس نے بھی زہر پی کر اپنا خاتمہ کر لیا۔

○===○===○